"رسول اللہ (ﷺ کی شخصیت) تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے (اتباع کیلئے)۔"
(الاحزاب:33 آیت:21)

مُختصر
سِیرتُ النَّبیِ
صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ

ماخوذ از:۔ البدایۃ والنہایۃ

مصنف:۔ ابنِ کثیرؒ (معروف مصنف تفسیر ابنِ کثیرؒ)

★ محمد ﷺ نے زیادہ شادیاں کیوں کیں؟
★ دنیا کی تاریخ میں محمد ﷺ سب سے بڑے اور انتہائی مؤثر رہنما کیوں تھے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر

سیرت النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

ماخوذ از

البدایۃ والنہایۃ

مصنف : علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (معروف مصنف تفسیر ابن کثیر)

جمع وترتیب : مولانا امان اللہ فیصل و مولانا محمد عمر حفظہما اللہ تعالیٰ

نظر ثانی : شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن حفظہ اللہ تعالیٰ
و شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد یوسف قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ

معاونین : مولانا مشتاق احمد شاکر و مولانا عمر فاروق حفظہما اللہ تعالیٰ

زیر نگرانی : محمد عبید اللہ عبد اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر : الاعلام الاسلامی

کمرہ نمبر 10، دوسری منزل، گلشن ٹیرس (بلڈنگ)، نزد جامع کلاتھ مارکیٹ

ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون: 32210209 / 32627369

طلب کیجئے............تقسیم کیجئے............ثوابِ دارین حاصل کیجئے

بطورِ صدقہ جاریہ آپ یہاں ⬆ اپنا یا اپنے مرحومین کا نام لکھ کر یا صرف نیت کر کے تقسیم کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فہرست مضامین .... حروف تہجی کے اعتبار سے

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ : اَمَّا بَعْدُ

ہر قسم کی حمد و ثنا صرف اللہ ربّ العزّت کے لئے ہے جس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ترین تفسیر ''تفسیر ابن کثیر'' کا اختصار پیش کرنے کے بعد انہی کی مایہ ناز کتاب ''**البداية و النهاية**'' سے مختصر سیرت النبی ﷺ کو بامحاورہ اور عام فہم بنا کر پیش کر رہے ہیں ۔

اس مختصر سیرت میں جہاں وضاحت اوراضافہ و ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے وضاحت اور اضافہ وترمیم کی گئی ہے تاکہ کم سے کم وقت میں ایک قاری کو رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ پہنچائی جائے۔

اس مختصر سیرت کی تیاری میں علماء کرام کی ایک جماعت نے حصّہ لیا ہے اور اسے بہتر بنانے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسے مختصر، جامع اور آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔اس میں اضافہ وترمیم کی سعادت مولانا امان اللہ فیصل و مولانا محمد عمر حفظہما اللہ کو حاصل ہوئی۔ان کی معاونت مولانا مشتاق احمد شاکر اور مولانا عمر فاروق حفظہما اللہ نے فرمائی اور نظر ثانی شیخ القرآن و الحدیث مولانا محمود احمد حسن اور شیخ القرآن و الحدیث مولانا مفتی محمد یوسف قصوری حفظہما اللہ نے فرمائی اور نگرانی کا فریضہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اس خادم کو عطا فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور ان بھائیوں کو جو ہمارے ادارہ سے مالی وجسمانی تعاون کرتے ہیں، دنیا وآخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری اس حقیر سی کوشش کو ہم سے قبول فرما کر ہمیں اپنے خاص بندوں میں شامل فرماتے ہوئے ہماری دنیا بھی بہتر بنا دے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ بنا دے۔ہمیں دنیا کے مصائب اور فتنوں سے محفوظ رکھے اور آخرت کے تمام مراحل میں آسانی مہیا فرما دے۔ آمین ثم آمین

خادم قرآن وسنت و خادم ادارہ: **محمد عبید اللہ** حفظہ اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ : اَمَّا بَعْدُ

مقدمہ

زیرِ نظر کتاب رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیّبہ مبارکہ پر ایک بہت ہی عمدہ تحریر ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت پر قلم اٹھانا جوئے شیر لانے کے مترادف اور آسمان سے تارے توڑ کر لانے سے مماثل ہے۔ اس پاک اور عظیم ہستی کی سیرت طیّبہ پر قلم اٹھانے کیلئے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے ہی رجوع کرنا پڑتا ہے جو حدیث کے ساتھ ساتھ تاریخ، تفسیر، تنقید، جرح وتعدیل اور شعر و ادب کے بھی امام ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ صاحبِ اسناد ہیں جن کے بارے میں آئمہ دین نے فرمایا:۔ ''یہ سند تمہارا دین ہے۔ لہٰذا دیکھو کہ تم کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو'' اگر یہ سلسلہ اسناد نہ ہوتا تو جس کے جی میں جو آتا کہہ گزرتا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ابتدائے تخلیق کائنات اور تعمیر ارض وسماوات کی تاریخ مستند حوالوں کے ساتھ تحریر کی ہے

اس میں انہوں نے انبیا علیہم السلام کی سیرت و تاریخ اور سید المرسلین خاتم النبین محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کا ذکر بھی کیا۔ چنانچہ ان کی تحقیق وتخریج، تدبر وعلمی گہرائی، صحیح سوچ اور احتیاط کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے کتاب ''البدایۃ و النھایۃ'' کو اوّل سے آخر تک کی دور تاریخ کو دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ ذکر کیا ہے اور آپ ﷺ کی سیرت کو اس اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ دل ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک ہوجائیں اور روحانی وقلبی بیماریوں سے بیمار شفا پالیں۔ امام موصوف کی بیان کردہ سیرت طیبہ کس قدر معتبر ومستند اور کس قدر مدلل و مؤثر ہے اس کا اندازہ ہر صاحب علم وشعور بآسانی کرسکتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں **الاعلام الاسلامی کراچی** نے امام موصوف کے انہی علمی لعل و جواہر کی خوشہ چینی کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے لوگوں میں شامل ہونے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کی اس سعی بلیغ کو شرف قبولیت بخشے اور عامۃ المسلمین کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے لئے اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَّ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

فقط: شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ : اَمَّا بَعْدُ

پیش لفظ

نبی مکرم رسولِ معظم ﷺ کی سیرت ایک بحر (سمندر) بے کنار ہے، اگر کوئی انسان اس کے تمام معانی اور فوائد و برکات کا احاطہ کرنا چاہے تو وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا البتہ جس چیز کی کوشش کی جاسکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو سیرت پاک کا زیادہ سے زیادہ فہم حاصل کر کے اس کی مدد سے روح دین تک رسائی حاصل کی جائے۔ سیرت کے یہ دیپ اور سنن ھدیٰ کے چراغ ہی راہ حق کا اجالا ہیں۔

تاجدار مدینہ، فخر دو عالم ﷺ کی سیرت کی پاکیزگی اور رفعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب تک، عرب و عجم میں ہر جگہ، ہر دن، پانچ بار مساجد کے بلند میناروں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ آپ ﷺ کی رسالت کا پیغام بھی بلند ہوتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا (ان شآء اللہ العزیز)۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ کا سرسری مطالعہ کرنے کی بجائے اس کے پاکیزہ اور سنہری نقوش کو لوح قلب پر ثبت کرنے کی کوشش کریں۔ درحقیقت اسوۂ مبارکہ قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے جو عبادات، معاملات، خوشی وغمی کے لمحات، خلوت و جلوت، حضر و سفر، امن و جنگ، جوانی و بڑھاپے، موت و حیات، ہر مقام پر انسانیت کو مکمل راہ نمائی فراہم کرتی ہے۔

ہادی کل، دانائے سبل ﷺ سے عقیدت و محبت ایمان کی بنیاد اور اہل ایمان کی متاع حیات ہے۔ جس کا بنیادی تقاضا، انفرادی و اجتماعی تمام مسائل میں آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع ہے۔ ساقی کوثر، شافع محشر ﷺ ہی وہ محترم ہستی ہیں جن پر ایمان لانے کا وعدہ عالم ارواح میں تمام انبیا کرام علیہم السلام سے لیا گیا۔ ہر عمل میں آپ ﷺ کی اتباع سے ایمان کو جلا ملتی ہے اور آپ ﷺ کے کسی بھی فیصلہ یا حکم سے روگردانی اعمال کو برباد کر دیتی ہے۔ آپ کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ خوش اور ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت سے انسان جنت کا وارث اور نافرمانی سے جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

امام المفسرین والمؤرخین امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی معرکتہ الآراء تفسیر ابن کثیر سے مختصر تفسیر ابن کثیر کی اشاعت کے بعد ان کی معرکتہ الآراء تاریخ ''**البدایۃ والنھایۃ**'' سے مختصر سیرت النبی ﷺ کا انتخاب **الاعلام الاسلامی** کراچی کے لئے اعزاز بھی ہے اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار بھی۔ بقول شاعر:

کیا فکر کی جولانی کیا عرض ہنرمندی　　　توصیف پیغمبر ہے توفیق خداوندی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ **الاعلام الاسلامی** کراچی کے مہتمم محترم محمد عبید اللہ صاحب حفظہ اللہ، ان کے تمام رفقاء اور معاونین کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو جملہ قارئین کے لئے مشعل راہ اور ہم سب کے لئے اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنا دے۔ آمین۔

فقط: شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد یوسف قصوری

محمد ﷺ کا نسب نامہ

محمد(ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قُصّی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فھربن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضربن نزار بن معد بن عدنان بن اُدد بن مقوم بن ناحور بن تیرہ بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراھیم الخلیل (علیہما السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالِخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامك بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مھلاییل بن قینان بن یانِش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)

(سیرت النبی ﷺ۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

آپ ﷺ کے والدمحترم کا نام عبداللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب ہے۔آپ ﷺ کی والدہ کے نسب میں جو کلاب ہیں۔ یہ وہی ہیں جوآپ ﷺ کے والدمحترم کے نسب نامہ میں آتے ہیں۔آپ ﷺ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے جو پورے عرب میں سب سے معزّز قبیلہ تھا۔اسی قبیلہ کے ایک شخص قصی کو خانہ کعبہ کا متولی ہونے (انتظام سنبھالنے) کا شرف بھی حاصل تھا۔قصی نے حاجیوں کے لئے میزبانی کا طریقہ ایجاد کیا۔وہ حج کے دنوں میں حجاج کرام کے لئے کھجور، شہد، کشمش یا شربت سے خاطر و مدارت کا اہتمام کیا کرتا تھا۔اسی شخص (قصی) نے کعبہ کے شمال میں دارالندوہ کے نام سے ایک گھر بنوایا جو قبیلہ قریش کی اجتماعی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔قصی بڑا عقلمند انسان تھا۔قریش اس کی بات فوراً قبول کیا کرتے تھے۔قصی کے بعد قریش کی سرداری قصی کے پوتے ہاشم بن عبدمناف کے حصّہ میں آئی۔ہاشم آپ ﷺ کے پر دادا تھے۔

آپ ﷺ کا خاندان آپ کے پردادا ہاشم کی نسبت سے ہاشمی کہلاتا تھا۔ہاشم قبیلہ کو بھی حاجیوں کی میزبانی کا شرف حاصل رہا جو اسلام کی آمد تک انہی کے ہاتھ میں

رہا۔ ہاشم اپنے زمانہ کے عظیم انسان شمار ہوتے تھے۔ ان کی سخاوت بڑی مشہور تھی وہ روٹی توڑ کر گوشت اور شوربے میں بھگو کر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ان کا اصل نام عمرو تھا، عربی زبان میں کسی چیز کے توڑنے کو ہشم اور توڑنے والے کو ہاشم کہتے ہیں۔ اسی لئے ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔یہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قریش کے لئے گرمی اور سردی کے دو سالانہ تجارتی سفروں کی بنیاد رکھی۔

ہاشم ایک بار تجارت کی غرض سے شام جاتے ہوئے یثرب (مدینہ منورہ) سے گزرے۔ وہاں پر قبیلہ بنونجار کی ایک خاتون سلمہ بنت عمرو سے شادی کر لی اور کچھ عرصہ یثرب (مدینہ) میں ٹھہرے پھر بیوی کو حمل کی حالت میں وہیں چھوڑ کر ملک شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد سلمہ کے بطن سے ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کے سر کے بالوں میں سفیدی تھی اس لئے اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ آگے چل کر یہی بچہ (آپ ﷺ کے دادا) عبد المطلب کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ بچہ یثرب میں اپنی والدہ (سلمہ) کے پاس پرورش پاتا رہا۔ ایک عرصہ تک ہاشم کے خاندان میں سے کسی کو اس بچہ کے بارے علم نہ ہو سکا۔آٹھ سال کے بعد ہاشم کے بھائیوں کو اپنے بھتیجے کا علم ہوا تو ان میں سے مطّلب یثرب (مدینہ) گئے اور شیبہ کو مکہ لے آئے۔ جب وہ انہیں لے کر مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ ان کا غلام ہے ۔لوگ اسے (شیبہ کو) عبدالمطلب (مطلب کا غلام) کے نام سے پکارنے لگے۔ آخرکار وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ عبدالمطلب نے اپنے چچا مطلب کے ہاں پرورش پائی یہاں تک کہ جوان ہو گئے۔ عبدالمطلب بہت خوبصورت اور عظیم انسان تھے ۔وہ قریش کے سردار اور مکہ کے تجارتی قافلوں کے ذمہ دار تھے اور خوب سخاوت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ''فیاض'' پڑ گیا تھا۔

عبدالمطلب کے ساتھ دو بڑے اہم واقعات پیش آئے۔ ایک زم زم کا کنواں کھودنے کا اور دوسرا فیل (ہاتھیوں) کا۔

زم زم کے کنواں کھودنے کا واقعہ:

قبیلہ بنو جرہم کے لوگ (اسمٰعیل علیہ السلام کے سسرالی) جب مکہ سے جانے لگے تو انہوں نے زم زم کا کنواں اوپر سے بند کر دیا تھا۔ عبدالمطلب کو خواب میں زم زم کی جگہ بتائی گئی اور کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد اس جگہ کی کھدائی

شروع کی تو پرانا کنواں کے کچھ آثار نظر آئے۔قریش کے لوگوں نے عبدالمطلب کے ساتھ مل کر کھدائی کرنے کی خواہش کی لیکن انہوں نے منع کر دیا جس پر ان کا اختلاف ہو گیا جو بڑی مشکل سے حل ہوا۔ یہ صورت حال دیکھ کر جناب عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کیئے اور وہ سب کے سب ان کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لائق ہو گئے تو وہ ان بیٹوں میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی یہ مراد پوری ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تمام لڑکوں کے درمیان قرعہ ڈالا کہ جس کے نام قرعہ نکلے گا اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کر دوں گا۔ اتفاق سے وہ قرعہ جناب عبداللہ (آپ ﷺ کے والد محترم) کے نام نکلا۔ وہ انہیں لے کر خانہ کعبہ کے پاس گئے تاکہ انہیں ذبح کریں مگر عزیز واقارب آڑے آگئے اور انہیں روک دیا۔آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ ان کے بدلہ میں ایک سو اونٹ ذبح کیئے جائیں۔ چنانچہ عبدالمطلب نے جناب عبداللہ کے بدلہ میں ایک سو اونٹ ذبح کر دیئے۔ اسی لئے آپ ﷺ کو دو ذبیح کی اولاد کہا جاتا ہے۔ ایک ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور دوسرے ذبیح آپ ﷺ کے والد محترم تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کو دو فدیہ دیئے گئے اشخاص کی اولاد بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلہ میں مینڈھا اور آپ ﷺ کے والد محترم کے بدلہ میں اونٹوں کا فدیہ دیا گیا تھا۔

اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) کا واقعہ:

عبدالمطلب کی سرداری کے زمانہ میں ہی ابرہہ (کافر) اپنے ہاتھیوں سمیت ایک بہت بڑا لشکر لے کر خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آیا۔جب وہ مکہ کے مشرق میں مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ''وادیٔ محسّر'' پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے جھنڈ کے جھنڈ ابابیل (چڑیا نما پرندے) بھیج دیئے جنھوں نے ابرہہ کے لشکر پر ٹھیکری جیسے پتھر برسائے اور وہ پورا لشکر کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گیا۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کی پیدائش سے تقریباً پچاس دن پہلے پیش آیا۔

(مزید تفصیل جاننے کے لئے پڑھیئے ترجمہ و تفسیر الفیل 105)

جناب عبداللہ کی شادی

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادی آمنہ بنت وہب سے ہوئی جو نسب اور مرتبہ کے لحاظ سے قبیلہ قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھیں۔ ان کے والد

قبیلہ بنو زہرہ کے سردار تھے۔ شادی کے بعد وہ حاملہ ہو گئیں۔ ادھر کچھ عرصہ بعد جناب عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف بھیجا۔ واپسی پر وہ مدینہ میں انتقال کر گئے اورانہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت تک آپ ﷺ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت

رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ کے مقام شعبِ بنی ہاشم میں عام الفیل (عربی میں فیل ہاتھی کو کہتے ہیں یعنی وہ سال جس میں ابرہہ (کافر) نے ہاتھیوں پر مشتمل ایک بہت بڑا لشکر لے کر مکہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی) 9 ربیع الاول بمطابق 22 اپریل 571 عیسوی، موسم بہار میں پیر کے دن صبح کے وقت پیدا ہوئے۔آپ ﷺ اکثر پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے سے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔'' پیر کے دن میری ولادت ہوئی تھی اور اسی دن مجھ پر نزولِ وحی کی ابتدا ہوئی تھی۔''

(مسلم۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا نام آمنہ بنت وہب تھا۔ آپ ﷺ کے والدمحترم جناب عبداللہ بن عبدالمطلب آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت دایہ کے فرائض حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ شفا بنت عمرو نے انجام دیئے۔ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک ایسا نور نکلا ہے جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ (مسند احمد۔عن عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ نے جناب عبدالمطلب کو ان کے پوتے کی خوشخبری بھجوائی تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ ﷺ کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور آپ ﷺ کے بارے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کیں اور آپ ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا، اس امید پر کہ آپ ﷺ کی تعریف کی جائے

گی۔آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر آج تک تمام آسمان و زمین والے آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔(ان شآء اللہ العزیز)

جناب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتویں دن عرب کے دستور کے مطابق آپ ﷺ کا ختنہ اور عقیقہ کیا اور عقیقہ کی دعوت میں قبیلہ والوں کو مدعو کیا۔ دعوت میں شریک ہونے والے لوگوں نے جب عبدالمطلب سے پوتے کے نام کے بارے پوچھا تو جناب عبدالمطلب نے جواب دیا:۔"میں نے ان کا نام محمد (ﷺ) رکھا ہے اور مجھے ہر طرف سے اس نام کی گونج سنائی دے رہی ہے۔" (بیہقی)

رسول کریم ﷺ کی رضاعت (دودھ پلانے) کے حالات

آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی کنیز حضرت ثُوَیْبَہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا، ان کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو اچھی آب و ہوا کی خاطر دودھ پلانے والی دیہاتی عورتوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے تاکہ ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں اور وہ خالص عربی زبان سیکھ سکیں۔ اسی دستور کے مطابق آپ ﷺ کو بھی حضرت حلیمہ بنت ابی ذُوَیْب رضی اللہ عنہا (جن کا تعلق قبیلہ بنو سعد سے تھا) کے سپرد کیا گیا۔ ان کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزیٰ اور کنیت ابو کبشہ تھی۔ اس طرح حارث کے بچے اور بچیاں آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں عبداللہ، انیسہ اور حذافہ (ان کا لقب شیما تھا) یہ آپ ﷺ کو گود میں کھلایا کرتی تھیں۔ رضاعت کے دوران حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی برکت کے ایسے ایسے مناظر دیکھے کہ وہ حیرت زدہ رہ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قحط سالی کے دنوں میں ہمارے پاس ایک کمزور گدھی تھی جس سے تیز چلا نہیں جاتا تھا اور ایک اونٹنی تھی جو بہت ہی کم دودھ دیتی تھی۔ میرے ہاں بھی غربت کی وجہ سے دودھ بہت کم آتا تھا جس کی وجہ سے میرا بچہ بے قراری سے بلکتا اور روتا رہتا تھا۔ جب میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مکہ پہنچی تو میرے ساتھ روانہ ہونے والی عورتیں مجھ سے پہلے مکہ پہنچ کر دودھ پلانے کے لئے نومولود بچے حاصل کر چکی تھیں۔ مجھے پتہ چلا کہ

اب ایک ہی نومولود بچہ باقی ہے اور وہ بھی یتیم ہے۔ میں نے اسے غنیمت سمجھ کر لینے کا ارادہ کرلیا۔ جب میں نے جا کر اس بچہ کو دیکھا تو وہ اتنا خوبصورت لگا کہ اس جیسا بچہ میں نے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے اسے گود میں لیا اور جیسے ہی میں نے اسے اپنے سینہ سے لگایا تو مجھے اتنا سکون ملا جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ جب میں آپ (ﷺ) کو لے کر واپس لوٹی تو وہ میری کمزور سی گدھی اتنی تیز چلنے لگی کہ پورے قافلہ سے آگے نکل گئی اور کوئی بھی سواری اس کا مقابلہ نہ کرسکی۔ میرے شوہر نے جب اونٹنی کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو وہ بھی دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ میرے سینہ میں بھی اتنا دودھ بھر گیا کہ آپ ﷺ نے بھی خوب پیٹ بھر کر پیا اور میرے دوسرے بیٹے نے بھی جی بھر کر پیا۔ آپ ﷺ کو گھر میں لانے کے بعد میری بکریوں نے بھی بہت زیادہ دودھ دینا شروع کر دیا جو کسی معجزہ سے کم نہیں تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں آپ ﷺ نے جب دو سال گزار لئے تو وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے سپرد کرنے کے لئے اس حال میں گھر سے روانہ ہوئیں کہ آپ ﷺ کی جدائی کے غم سے اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وہب نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا: کیا تم میرے بچے کو کچھ دن اور اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو؟ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''جی ہاں'' اگر آپ کچھ مزید عرصہ انہیں میرے پاس رہنے دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ میری اس درخواست پر انہوں نے خوشی سے مجھے اس کی اجازت دے دی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی پہلی مرتبہ آمد ہی سے میرے گھر میں اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نزول تھا، اب نبی کریم ﷺ کے دوبارہ تشریف لانے سے میرا گھر خیر وبرکات کے اعتبار سے تمام قبیلہ والوں کے لئے توجہ کا مرکز بن گیا۔ آپ ﷺ مزید دو سال تک حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی ماں ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ ہمیشہ ان کے قبیلہ والوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ کے کچھ لوگ گرفتار کر کے آپ ﷺ کے پاس لائے گئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے انہیں رہا فرما دیا۔

واقعہ شق صدر (آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا جانا)

رسول اکرم ﷺ کا پوری زندگی میں دو مرتبہ سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی زیر تربیت پانچ سال کی عمر کو پہنچے اور دوسری مرتبہ معراج کے موقع پر۔

آپ ﷺ جب پانچ سال کی عمر کو پہنچے تو ایک دن اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے آپ ﷺ کو لٹا کر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا، آپ ﷺ کا دل مبارک نکالا اور اس میں سے گوشت کا ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا: یہ ٹکڑا شیطان کا حصّہ تھا جو باہر نکال دیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے دل مبارک کو سونے کے طشت میں زم زم کے پانی سے دھو کر اس کی جگہ پر رکھ کر سی دیا۔ ادھر سارے بچے دوڑ کر آپ ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر کے لوگ فوراً آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اترا ہوا تھا (پھر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر گھر تشریف لے آئیں)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ ''میں (واقعہ شقِ صدر کے بعد) آپ ﷺ کے سینہ پر سلائی کا نشان دیکھا کرتا تھا۔'' (مسلم۔عن انس رضی اللہ عنہ)

﴿نوٹ: دوسری مرتبہ شق صدر کی تفصیل کے لئے پڑھئے ''آپ ﷺ کا سفر معراج'' صفحہ **70** پر﴾

رسول اکرم ﷺ اپنی والدہ محترمہ کی تربیت میں

واقعہ شقِ صدر (سینہ کو چاک کئے جانے) کے بعد حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے بارے خطرہ محسوس ہوا۔ انہوں نے اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کو آپ کی والدہ محترمہ (آمنہ بنت وہب) کے پاس مکہ پہنچا دیا اور آپ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کے سایہ محبت میں تقریباً دو سال گزارے پھر وہ (آمنہ) آپ ﷺ، اپنی خادمہ امّ ایمن اور اپنے سرپرست جناب عبدالمطلب کے ساتھ یثرب (مدینہ) تشریف لے گئیں جہاں آپ ﷺ کا ننھیال اور آپ ﷺ کے والد محترم کی قبر تھی۔ یثرب میں ایک ماہ رہ کر واپس مکہ آ رہی تھیں،

راستہ میں بیمار ہوگئیں اور ''ابواء'' (جگہ کا نام) پہنچ کر وفات پا گئیں اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ اپنے دادا محترم کی کفالت میں

آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب آپ ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے دادا آپ ﷺ کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے اور آپ ﷺ کی خوب عزت کیا کرتے تھے۔ ان کی ایک خاص مسند (بیٹھنے کی جگہ) تھی جس پر ان (عبدالمطلب) کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں بیٹھ سکتا تھا لیکن وہ اپنی مسند پر آپ ﷺ کو بٹھاتے، آپ ﷺ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ابھی آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال اور دو ماہ ہی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کے دادا بھی وفات پا گئے۔

آپ ﷺ اپنے چچا محترم کی کفالت میں

آپ ﷺ کے دادا محترم وفات سے پہلے یہ وصیت کر گئے تھے کہ میرے بعد میرے اس پوتے (محمد ﷺ) کی کفالت ان کے چچا ابو طالب کریں۔ چنانچہ جناب عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کی۔ جناب ابو طالب آپ ﷺ کے والد محترم کے سگے بھائی تھے۔ وہ آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتے اور آپ ﷺ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔ وہ بہت زیادہ مالدار نہیں تھے لیکن آپ ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان کے تھوڑے سے مال میں خوب برکت پیدا فرما دی تھی اور ان کا تھوڑا سا مال ان کے پورے کنبہ کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔

بحیرہ راہب کی آپ ﷺ کی نبوت کے لئے پیشین گوئی

آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں جب بارہ سال کی عمر کو پہنچے تو جناب ابو طالب نے تجارت کے لئے ملک شام جانے کا ارادہ کیا اور اس سفر میں

آپ ﷺ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ بصرہ شہر کے قریب ایک بحیرہ راہب (پادری) رہتا تھا (جس کا نام جرجیس اور لقب بحیرہ تھا)۔ وہ اپنے گرجا سے باہر نکل آیا اور اس قافلہ کی میزبانی کی۔ اس راہب نے آپ ﷺ کے سر پر بادل کو سایہ کرتے ہوئے دیکھ کر آپ ﷺ کے چچا اور قافلہ والوں کو بتایا کہ یہ دونوں جہاں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں رحمت عالم بنا کر بھیجیں گے۔ جناب ابو طالب نے اس سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے جواب دیا: جب تم لوگ اس طرف آ رہے تھے تو کوئی بھی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو انہیں سجدہ کرنے کے لئے نہ جھکا ہو۔ یہ چیزیں نبی کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتیں اور میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچان گیا ہوں اور ان کی صفات ہماری آسمانی کتب (تورات اور انجیل) میں بھی موجود ہیں۔قافلہ کی مہمان نوازی کے بعد بحیرہ راہب نے جناب ابوطالب سے کہا کہ آپ انہیں ملک شام لے کر نہ جائیں کیوں کہ وہاں انہیں یہود سے بہت زیادہ خطرہ ہے۔ چنانچہ جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنے چند غلاموں کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس بھیج دیا۔ (ترمذی۔عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)

جنگِ فجار اور حلف الفضول (معاہدہ) کا بیان

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس سال ہوئی تو ذیقعدہ کے مہینہ میں عکاظ (مقام) میں ایک جنگ ہوئی جس میں ایک طرف قریش اور کنانہ کے قبائل اور دوسری طرف قیس اور غیلان کے قبائل تھے۔ اس جنگ میں پہلے قیس کا پلہ بھاری تھا لیکن بعد میں قریش کا پلہ بھاری ہو گیا۔ اس میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے لیکن بعد میں دونوں نے صلح کر لی اور جس گروہ کے زیادہ مقتول تھے، انہیں دوسرے گروہ نے ان مقتولوں کی دیت ادا کی۔ اس جنگ میں آپ ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک ہوئے اور انہیں تیر اٹھا اٹھا کر پکڑا رہے تھے۔ اس جنگ کو جنگِ فجار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرم اور حرمت والے مہینہ (ذیقعد) کی حرمت پامال کی گئی تھی جو ایک گناہ کا عمل تھا۔ اس جنگ کے فوراً بعد ذیقعد کے مہینہ میں ہی قریش کے پانچ قبائل کے

درمیان ایک امن معاہدہ طے پایا جسے حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ پانچ قبائل یہ تھے: بنو ہاشم، بنو مطلّب ، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم۔ اس معاہدہ کی وجہ یہ تھی کہ یمن کا ایک زبید نامی آدمی سامانِ تجارت لے کر مکہ آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے سامان خرید لیا لیکن قیمت ادا نہ کی۔ اس آدمی نے مختلف قبائل سے مدد کی درخواست کی لیکن انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ چنانچہ اس نے ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ کر اپنی مظلومیت کے لئے آواز بلند کی اور لوگوں سے درخواست کی کہ اس کا حق دلانے کے لئے اس کی مدد کی جائے۔ اس کی آواز سن کر زبیر بن مطلب نے لوگوں میں اصلاح کی تحریک شروع کی۔ آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوگئے۔ ان تمام قبائل کے سردار قبیلہ بنو تمیم کے سردار عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھے ہوئے اور سب نے مل کر یہ معاہدہ کیا کہ آج کے بعد مکہ میں کسی کا ظلم برداشت نہیں کیا جائے گا، ہر مظلوم کی مدد کی جائے گی اور ظالم کو سزا دی جائے گی۔ چنانچہ اس معاہدہ کے بعد عاص بن وائل سے زبیدی کا حق لے کر اس کے حوالے کیا گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔''میں عبداللہ بن جدعان کے مکان میں ایک ایسے معاہدہ (حلف الفضول) میں شریک ہوا کہ مجھے اس (شرکت معاہدہ) کے بدلہ میں سرخ اونٹ (قیمتی سے قیمتی چیز) بھی پسند نہیں اور اگر دورِ اسلام میں بھی مجھے ایسے معاہدہ کے لئے بلایا جائے تو میں یقیناً اسے قبول کروں گا۔'' (بیہقی۔عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما)

﴿نوٹ: اسے ''حلف الفضول'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جن باتوں پر یہ معاہدہ ہوا وہ تمام باتیں فضیلت والی تھیں﴾

آپ ﷺ کا تجارتی سفر اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

نبی کریم ﷺ جب جوان ہوئے تو تجارت کی طرف رجحان بڑھا لیکن آپ ﷺ کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ تجارت کر سکیں۔ مکہ کے نہایت شریف خاندان کی مال دار بیوہ خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو جب آپ ﷺ کی صداقت، دیانت،

امانت اور خوش اخلاقی کا علم ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کی خوبیوں سے متاثر ہوکر درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کی رقم سے تجارت کریں اور انہوں نے یہ پیشکش بھی کی کہ وہ آپ ﷺ کو دوسروں سے بڑھ کر اُجرت دیں گی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سفر کے دوران اپنا غلام میسرہ بھی بھیجا۔ آپ ﷺ جب ان کا مال لے کر تجارت کرنے شام گئے تو اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔ آپ ﷺ جب واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال میں ایسی برکت دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ یہ دیکھتے ہی وہ حیران رہ گئیں اور ان کے غلام میسرہ نے بھی آپ ﷺ کی عمدہ صفات کے بارے میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا جس سے متاثر ہوکر انہوں نے اپنی ایک سہیلی (نفیسہ بنت منبہ) کو بھیج کر آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ نے ان کی اس خواہش کا اپنے چچاؤں کے سامنے اظہار کیا۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس رشتہ کا پیغام لے کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد کے پاس گئے جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا اور اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کرا دیا۔نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر **25** سال جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر **40** سال تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا **65** سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر **50** سال تھی۔ یعنی آپ ﷺ نے اپنی بھرپور جوانی کے **25** سال صرف ایک بیوہ عورت کے ساتھ گزار دیئے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے آخری عمر میں جو شادیاں کیں وہ دینی مصلحت کے تحت کیں نہ کہ اپنی ذاتی خواہش کی تکمیل کے لئے۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد (سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ جو ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی تھی۔ جن میں پہلے قاسم پھر زینب پھر رقیہ پھر اُم کلثوم پھر فاطمہ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہم (جن کا لقب طیب و طاہر تھا، انہی کی وفات کے موقع پر سورۂ کوثر **108** کا نزول ہوا) پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے تمام بیٹے بچپن ہی میں فوت ہوگئے البتہ تمام بیٹیوں نے عہد نبوت پایا، وہ اسلام لائیں اور ہجرت بھی کی اور وہ سب آپ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئیں سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جو آپ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ (سیرت النبی ﷺ۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

بیت اللہ کی تعمیر اور حجرِ اسود کی تنصیب میں جھگڑے کا فیصلہ

فرمانِ الٰہی ہے:

(ترجمہ) ''بے شک اللہ (تعالیٰ) کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (بطور قبلہ) مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو پوری کائنات کے لئے برکت و ہدایت والا ہے۔ جس میں واضح نشانیاں ہیں اور مقام ابراہیم ہے۔ اس میں داخل ہونے والا امن میں ہو جاتا ہے۔ اللہ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف سفر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اس گھر (بیت اللہ) کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر (انکار) کرے تو بے شک اللہ (اس سے بلکہ) تمام دنیا والوں سے بے پرواہ ہے۔'' (الِ عمران 3: آیات 96 تا 97)

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 35 سال ہوئی تو ایک بہت بڑا سیلاب آیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں پھٹ گئیں اس لئے قریش مجبور ہو گئے کہ بیت اللہ کا مقام و مرتبہ برقرار رکھنے کے لئے اسے ازسرنو تعمیر کریں۔ اس موقع پر انہوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال مال ہی استعمال کریں گے۔ زانیہ کی اجرت، سود کی آمدنی اور کسی سے ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں کریں گے۔ جب حلال مال اکٹھا کیا گیا تو وہ مال اتنا نہیں تھا کہ جس سے بیت اللہ کو اس کی اصل بنیادوں پر ازسرنو تعمیر کیا جا سکے لہٰذا انہوں نے مال کی کمی کی وجہ سے شمال کی طرف سے کچھ حصّہ کو تعمیر میں شامل نہیں کیا بلکہ اس پر ایک چھوٹی سی دیوار اٹھا کر چھوڑ دی۔ یہی ٹکڑا حطیم اور حجر کہلاتا ہے۔ جب خانہ کعبہ کی عمارت حجرِ اسود تک بلند ہو چکی تو حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کے بارے میں قریش کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ کے سردار نے چاہا کہ حجرِ اسود کو نصب کرنے کا شرف اسے حاصل ہو۔ یہ جھگڑا پانچ دن تک چلتا رہا اور اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ قریب تھا کہ حرم میں خون خرابہ ہو جاتا۔ اتنے میں ایک عمر رسیدہ شخص ابوامیہ مخزومی نے یہ تجویز پیش کی کہ صبح مسجد حرام کے دروازہ سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہو اسے منصف (فیصلہ کرنے والا) مان لیں۔ سب لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ سب

سے پہلے آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پکار اُٹھے۔

هٰذَا الْاَمِيْنُ رَضِيْنَاهُ هٰذَا مُحَمَّدٌ (ﷺ)

(ترجمہ) ''یہ امین محمد (ﷺ) ہیں، ہم ان سے راضی ہیں۔''

آپ ﷺ کو معاملہ کی تفصیل بتائی گئی تو آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی جس میں اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو رکھا اور تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ تم لوگ اس چادرکو کناروں سے پکڑ کر اسے حجر اسود کے مقام تک لے چلو۔ جب وہ وہاں لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی مقررہ جگہ پر نصب فرما دیا۔یہ اتنا عمدہ فیصلہ تھا کہ جس پر تمام لوگ راضی ہو گئے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت قریش نے اس کا دروازہ تقریباً دو میٹر اونچا رکھا تا کہ کوئی بھی شخص ان کی اجازت کے بغیر بیت اللہ میں داخل نہ ہو سکے۔

رسول اکرم ﷺ نبوت سے پہلے

بچپن ہی سے آپ ﷺ عمدہ صفات کے حامل تھے اور آپ ﷺ کی زندگی بھی نبوت ملنے سے پہلے ہی تمام برائیوں سے پاک تھی۔آپ ﷺ تمام لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے،غریبوں کا بوجھ اٹھاتے اور مہمانوں کی خوب مہمان نوازی کرتے اور کبھی وعدہ خلافی نہ کیا کرتے تھے۔(بخاری)

آپ ﷺ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو متفرق طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔آپ ﷺ بچپن ہی سے صحیح سوچ، دور بینی اور حق پسندی کے بلند معیار پر فائز تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی عمدہ عقل اور روشن فطرت سے لوگوں کے معاملات اور جماعتوں کے احوال کا مطالعہ کیا اور وہ جن بیہودہ باتوں میں مشغول تھے ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ جب قوم میں برائیاں عام تھیں اس وقت بھی آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ہر قسم کی برائیوں سے دور رکھا۔آپ ﷺ نے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے

درمیان عملی زندگی کا وقت گزارا۔ جو کام اچھا ہوتا آپ ﷺ اس میں شرکت فرماتے اور ہر برے کام سے دور رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے نہ تو کبھی آستانوں کا ذبیحہ کھایا اور نہ ہی غیر اللہ کے لئے منعقد کیئے گئے تہواروں میں شرکت کی۔ آپ ﷺ کو بچپن ہی سے خود ساختہ معبودوں سے نفرت تھی اور آپ ﷺ خود ساختہ معبودوں کی قسم کھانا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیئے گئے جانور کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ (بخاری۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

آپ ﷺ اپنی قوم میں بہترین کردار، فاضلانہ اخلاق اور بہترین عادات کی وجہ سے ممتاز تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے، مہمان کی میزبانی فرماتے اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرماتے تھے۔ (بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا:۔’’مجھے جوانی میں کبھی عیش پرستی اور بدکاری کی ہمت نہیں پڑی بلکہ میرے رب نے مجھے ان تمام برائیوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا جو جاہلیت کے زمانہ میں مکہ کے نوجوانوں میں عام تھیں۔‘‘ (بیہقی)

رسول کریم ﷺ کی بعثت کا سبب

فرمان الٰہی ہے:۔(ترجمہ)

’’اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کس کو عنایت فرمائے۔‘‘ (الانعام 6: آیت 124)

آپ ﷺ کی رسالت کا تذکرہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتب میں بھی کیا اور سابقہ امتوں سے عہد و پیماں بھی لیا کہ اگر وہ نبی (محمد ﷺ) تمہارے دور میں آجائیں تو تم ان کی ہر ممکن مدد اور اتباع کرو۔ ﴿مزید تفصیل کیلئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر (اٰلِ عمران 3: آیت 81)﴾

یہی وجہ تھی کہ ہر آنے والا نبی آپ ﷺ کی خوشخبری لے کر آیا اور اپنی امت کو آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل معاشرہ کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور ہر طرف ظلم و ستم کا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مظلوم کی آہ و بکا اور فریاد رسی کے لئے کوئی مسیحا نہیں تھا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے کفر و شرک اور ظلم و ستم کو اس

جہاں سے مٹانے کے لئے آپ ﷺ کا انتخاب فرمایا اور آپ ﷺ کو تمام جہاں والوں کے لئے باعث رحمت اور خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔

(پڑھیئے ترجمہ وتفسیر: الانبیآء 21: آیت 107 اور الاحزاب 33: آیت 40)

رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی نشانیاں

جیسے جیسے رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا زمانہ قریب آتا جارہا تھا عرب میں یہود ونصاریٰ کے مذہبی پیشوا اس بارے میں زیادہ باتیں کرنے لگے کیونکہ انہوں نے اپنی اپنی مذہبی کتب میں آپ ﷺ کے متعلق جو کچھ پڑھا تھا اس کے آثار دن بہ دن ان کی نگاہوں کے سامنے آتے جارہے تھے۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''جو لوگ ایسے رسول اُمّی نبی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ (رسول) انہیں نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ وہ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام بتاتے ہیں اوران پر سے (پہلی شریعتوں کی سخت پابندیوں کا) بوجھ اتارتے ہیں اور ان بندشوں کو کھول دیتے ہیں جن میں لوگ جکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ اس (نبی ﷺ) پر ایمان لاتے، ان کی حمایت اور مدد کرتے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، ایسے لوگ ہی پوری طرح کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف 7: آیت 157)

علی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جتنے بھی انبیا علیہم السلام مبعوث فرمائے اُن سب سے یہ عہد لیا کہ اگر محمد ﷺ تمہارے زمانہ میں مبعوث ہوں تو اُن پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور اپنی اپنی امتوں سے عہد بھی لینا کہ اگر تمہاری زندگی میں آپ ﷺ تشریف لے آئیں تو ان پر ایمان لانا اوران کی مدد و اتباع بھی کرنا۔'' (تفسیر طبری)۔تمام انبیا علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت دی اور آپ ﷺ کی پیروی کی تلقین فرمائی۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیئے ترجمہ وتفسیر الِ عمران 3: آیات 81 تا 82)

زبور میں آپ ﷺ کی رسالت کی بشارت

اللہ عزّ وجل نے داؤد علیہ السلام سے فرمایا:- (ترجمہ) ''اے داؤد، عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ وہ اپنی قوم میں صادق اور سردار ہوگا۔ میں اس سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ ہی وہ مجھ سے کبھی ناراض ہوگا۔ اے داؤد، میں نے محمد اور ان کی امت کو تمام امتوں سے زیادہ افضل بنایا ہے۔ اس لئے کہ ان کی امت وہ کام (فرائض، حج اور جہاد وغیرہ) کرے گی جو ان سے پہلے کے انبیا علیہم السلام نے کیے۔ میں نے ان کی امت کو 6 ایسے انعامات دیئے ہیں جو انعامات ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دئے۔

❶ اگر وہ بھولے سے کوئی غلطی کر بیٹھیں گے تو میں اُن کی پکڑ نہیں کروں گا۔

❷ وہ غلطی ہو جانے کے فوراً بعد توبہ کرلیں گے تو میں ان کی توبہ قبول کرلوں گا۔

❸ جو چیز وہ صدقہ کریں گے، میں آخرت میں اس کا بدلہ کئی گنا بڑھا دوں گا۔

❹ میرے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ میں ان کو اپنے خزانوں میں سے کثیر تعداد میں اور بہتر خزانہ دوں گا۔

❺ وہ پریشانی کے وقت صبر کریں گے اور ساتھ ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھیں گے تو میں انہیں جنت نعیم دوں گا۔

❻ وہ مجھ سے جو بھی دعا مانگیں گے میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ ہاں اگر کسی مصلحت کے طور پر قبول نہ کروں تو اس کا اجر آخرت میں ضرور دوں گا۔

اے داؤد، اگر کوئی محمد (ﷺ) کا امتی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی گواہی دے گا تو وہ میری جنت میں میرے قریب رہے گا اور اگر کوئی آدمی ان کے لائے ہوئے دین کو جھٹلائے گا اور میرے احکامات کی توہین کرے گا تو میں اسے قبر میں عذاب دوں گا۔ جب وہ قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس وقت بھی فرشتے اس کے چہرہ اور پیٹھ پر ماریں گے یہاں تک کہ اسے جہنم کے نچلے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (بیہقی)

مبارک ہیں وہ (رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم) جو تیرے گھر (بیت اللہ) میں بستے ہیں اور سدا تیری حمد (تعریف) کرتے ہیں۔ وہ بکہ (مکہ مکرمہ) سے گزرتے ہوئے کنواں بناتے ہوئے۔ (زبور، باب 18)

تورات میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی بشارت

کعب احبار رضی اللہ عنہ (جو کہ سابقہ یہودی عالم تھے) بیان کرتے ہیں کہ ہم نے تورات میں محمد ﷺ کے بارے پڑھا ہے کہ وہ اللہ کے رسول اور برگزیدہ بندے ہوں گے نہ تیز مزاج اور نہ سخت دل ہوں گے، نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ درگزر اور معاف کرنے والے ہوں گے۔ مکہ میں پیدا ہوں گے اور (مدینہ) طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ ان کی حکومت شام تک پھیلی ہو گی اور ان کی امت (اللہ عزّ وجل کی) خوب حمد و ثنا بیان کرنے والی ہو گی۔ وہ ہر خوشی، غم اور ہر حال میں اللہ عزّ وجل کی حمد و ثنا بیان کریں گے ہر مقام پر اللہ کا نام اونچا کریں گے۔ سورج (کے طلوع و غروب) کا خیال رکھیں گے۔ نماز کو وقت پر ادا کریں گے، اپنے ازار (تہبند) پنڈلیوں تک رکھیں گے، اعضائے وضو دھوئیں گے، ان کا مؤذن بلند مقام پر اذان کہے گا۔ جنگ اور نماز کی حالت میں ان کی صفیں ایک جیسی ہوں گی۔ رات (کے اوقات) میں (ذکر و تلاوت کے دوران) ان کی آواز پست ہو گی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ہوتی ہے۔ (سنن دارمی)

”میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی (محمد ﷺ) برپا (مبعوث) کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں (پیش کروں) گا اور جو کچھ بھی میں اسے فرماؤں (حکم دوں) گا وہی کچھ وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اس سے اس کا حساب لوں گا۔“ (استثنا، ب18: 18۔ 19)

”(اللہ کا آخری نبی محمد ﷺ) فاران (مکہ) کی پہاڑیوں سے دس ہزار قدوسیوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔“ (پیدائش، ب17-20)

وہ (نبی ﷺ) عربی ہو گا اس (نبی ﷺ) کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہو گا۔“ (پیدائش، ب16-13)

انجیل میں آپ ﷺ کی رسالت کی بشارت

عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فارقلیط کے نام سے آپ ﷺ کی بشارت سناتے تھے جس کا معنیٰ محمد یا احمد ہے۔ فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف (بھیجا ہوا) اللہ کا رسول ہوں۔ مجھ سے پہلے جو (کتاب) تورات نازل ہو چکی ہے، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری بھی دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد (ﷺ) ہو گا پھر جب وہ (رسول ﷺ) ان کے پاس کھلی نشانیاں (معجزات) لے کر آئے تو انہوں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔'' (الصّف 61: آیت 6)

عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط (آپ ﷺ) کے جو اوصاف ذکر کئے ہیں وہ تمام کے تمام آپ ﷺ پر صادق آتے ہیں کہ وہ پوری دنیا والوں کو گناہوں سے روکے گا اور انہیں حق سکھائے گا اور وہ صرف وہی دین بتائے گا جو بذریعہ وحی اسے دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: (ترجمہ) ''اور وہ (نبی ﷺ) اپنی مرضی سے نہیں بولتے وہ وہی بیان کرتے ہیں جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔'' (النجم 53: آیات 3 تا 4)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''اللہ ربّ العزّت نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو وحی کے ذریعے اطلاع دی کہ میرے حکم کے بارے میں سنجیدہ رہو اور مذاق نہ کرو، اے نیک عورت کے بیٹے، غور سے سنو اور اطاعت کرو۔ میں نے تمہیں بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اس لئے تم تمام لوگوں کے لئے میری نشانی بن جاؤ۔ صرف میری عبادت کرو اور مجھ ہی پر توکل کرو اور اپنی قوم پر یہ واضح کردو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے جسے کبھی موت نہیں آتی۔ عربی نبی (محمد ﷺ) کی تصدیق کرو جن کے بال گھنگھریالے، پیشانی کشادہ، آبرو ملے ہوئے، آنکھیں سیاہ، رخسار سفید اور گھنی داڑھی ہو گی۔ ان کے چہرہ اقدس پر پسینہ موتیوں کی طرح اور اس کی خوشبو مشک کی طرح، گردن چاندی کی صراحی کی طرح حسین، ہنسلی کی ہڈیاں سونے کی طرح خوبصورت، سینہ سے لے کر ناف تک انتہائی خوبصورت بال، پاؤں اور ہتھیلیاں گوشت

سے بھری ہوئی ہوں گی اور شخصیت اتنی بارعب ہو گی کہ جب لوگوں کے درمیان بیٹھیں گے تو تمام لوگوں پر چھاجائیں گے اور جب چلیں گے تو ایسا لگے گا جیسا کہ پہاڑ سے اُتر رہے ہیں۔'' (بیہقی)

''اور میں (اللہ سے) درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (احمد ﷺ کی صورت میں) بخشے گا کہ ابد تک وہ تمہارے ساتھ رہے۔'' (یوحنا، ب14: 17)

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار (محمد ﷺ) آجائے گا۔'' (یوحنا، ب14: 31)

ان اقوال سے واضح ہو رہا ہے کہ جو آنے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے گا وہ خاتم النبیین ہو گا اور اس کی شریعت قیامت تک رہے گی۔ اس سے مراد آپ ﷺ ہی ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی شریعت ہی قیامت تک باقی رہے گی۔ اصل انجیل چونکہ سریانی زبان میں تھی اس کے تراجم دیگر زبانوں میں ہوئے، انجیل میں کہیں آپ ﷺ کی بشارت تسلی دہندہ (Comforter) کہیں مددگار (Helper) اور کہیں وکیل (Lawyer) اور کہیں شفیع (Patron) کے الفاظ کے ساتھ دی گئی ہے۔ ان سب کا مفہوم احمد ہی سے ادا ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

اہل کتاب کی کتب میں آپ ﷺ کی نبوت پر بہت سے دلائل ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں: ﴿ یوحنا: ب 1: 19 تا 21۔ ب14: 15 تا 17 اور 25 تا 30۔ ب16: 7 تا 15۔ استثناء: ب18: 15 تا 19۔ متی: ب21: 33 تا 46 ﴾

رسول کریم ﷺ پر وحی کا آغاز

قوم کے اندر پھیلی ہوئی خرافات اور برائیوں کو دیکھ کر آپ ﷺ غمزدہ رہنے لگے اور آپ ﷺ بار بار یہ سوچنے لگے کہ انہیں کس طرح ہلاکت سے بچایا جائے یہ غم اور خواہش بڑھتی گئی یہاں تک کہ آپ ﷺ رمضان کے مہینہ میں (جبل نور پر واقع) غار حرا (جس کی لمبائی 4 گز اور چوڑائی پونے 2 گز ہے) میں جا کر ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے

مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں مصروف ہو گئے اور مہینہ پورا کر کے آپ ﷺ بیت اللہ تشریف لاتے، بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اپنے گھر چلے جاتے۔ تین سال تک آپ ﷺ کا یہی معمول رہا پھر جب آپ ﷺ کی عمر مبارک **40** سال کے قریب ہوئی تو آپ ﷺ کو سچے خواب آنا شروع ہو گئے پھر روشنی نظر آنے لگی اور بے جان چیزوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:۔ ''میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت ملنے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔'' (مسلم)

تیسرے سال رمضان کے مہینہ میں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک **40** سال **6** ماہ اور **12** دن ہو گئی۔ **21** رمضان المبارک بروز پیر بمطابق **10** اگست **610** عیسوی میں آپ ﷺ غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام سامنے آئے اور کہا: ''اِقْرَأْ'' آپ (ﷺ) پڑھیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ سے لگا کر دبایا پھر کہا: ''اِقْرَأْ'' پڑھیئے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ وہی جواب دیا:۔ ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو تیسری بار سینہ سے لگا کر دبایا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

(ترجمہ) ''(اے محمد ﷺ) اپنے رب کا نام لے کر پڑھیئے جس نے (پورے عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیئے آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سے (انسان کو) علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اسے علم نہ تھا۔'' (العلق **96**: آیات **1** تا **5**)

ان آیات کو سیکھ کر آپ ﷺ گھر تشریف لائے۔ اس وقت آپ ﷺ کا دل گھبراہٹ کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:۔ ''مجھے کمبل اُڑھا دیجئے، مجھے کمبل اُڑھا دیجئے۔'' انہوں نے آپ ﷺ کو کمبل اُڑھا دیا۔ کچھ دیر

بعد آپ ﷺ کی گھبراہٹ ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو غار والا پورا واقعہ سنایا اور کہا:- ''مجھے اپنی جان کے بارے میں خوف محسوس ہو رہا ہے۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم، ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ ﷺ (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تنگ دست لوگوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں جو کہ عیسائی عالم تھے اور انجیل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کر رہے تھے۔ اس وقت وہ بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھائی جان، آپ اپنے بھتیجے کی باتیں سنیں۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: ''اے بھتیجے، سناؤ۔'' آپ ﷺ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا، آپ ﷺ نے وہ پورا واقعہ سنایا۔ اس واقعہ کو سنتے ہی انہوں نے کہا: یہ تو وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا پھر کہنے لگے: کاش، میں اُس وقت تک زندہ رہوں، جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو یہاں (مکہ) سے نکال دے گی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ واقعی میری قوم مجھے یہاں سے نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا: ''جی ہاں'' جب بھی کوئی رسول آپ جیسا پیغام لے کر آیا تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اگر میں نے تمہارا وہ (نبوت والا) زمانہ پا لیا تو ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ورقہ وفات پا گئے اور کچھ عرصہ تک آپ ﷺ پر وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ (بخاری، مسلم۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

وحی کا بند ہونا اور آپ ﷺ کی اضطرابی کیفیت

پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ پر وحی آنا بند ہو گئی۔ آپ ﷺ بہت زیادہ غمگین رہنے لگے۔ کئی مرتبہ آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے تاکہ وہاں سے لڑھک جائیں لیکن آپ ﷺ جب بھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوتے اور فرماتے کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں۔

اس تسلی سے آپ ﷺ کے دل کو قرار آجاتا اور آپ ﷺ واپس گھر تشریف لے آتے۔ (بخاری)

وحی کی یہ بندش اس لئے تھی تاکہ پہلی وحی کی وجہ سے آپ ﷺ پر جو خوف طاری ہوگیا تھا وہ ختم ہوجائے اور آپ ﷺ کے دل میں دوبارہ وحی کی آمد کا شوق وانتظار پیدا ہوجائے۔ جب آپ ﷺ کا شوق و انتظار اس لائق ہوگیا کہ آئندہ وحی کی آمد پر آپ ﷺ اس بوجھ کو بآسانی اٹھالیں گے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ وحی نازل ہونے کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا:- ''میں چل رہا تھا۔ اچانک مجھے آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے نگاہ اٹھاکر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غارحرا میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر اس طرح پر پھیلا کر بیٹھا ہے کہ آسمان کے کنارے اس سے چھپ گئے ہیں۔ میں اس منظر سے خوفزدہ ہوکر اپنے اہل خانہ کے پاس آیا اور کہا: ''مجھے کمبل اُڑھادیجئے، مجھے کمبل اُڑھادیجئے۔'' اہل خانہ نے مجھے کمبل اُڑھادیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

(ترجمہ) ''اے کپڑا اوڑھنے والے۔ اٹھیئے اور (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈرایئے۔اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔اور (بتوں کی) ناپاکی سے دور رہیئے۔'' (المدثر 74: آیات 1 تا 5) پھر وحی کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہوگیا۔''

(بخاری۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

وحی کے آغاز پر جنوں اور شیاطین پر آسمانی باتیں سننے پر پابندی

آپ ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے جنات آسمان سے قریب ہوکر فرشتوں کی باتیں بآسانی سن لیا کرتے تھے لیکن جب رسول اکرم ﷺ کو نبوت عطا کی گئی تو وحی کو ان کی دخل اندازی سے محفوظ رکھنے کے لئے جنات کے آسمانی باتیں سننے پر پابندی لگا دی گئی۔اب جو بھی شیطان باتیں سننے کی کوشش کرتا، اسے انگاروں سے مارا جاتا۔

جب جنات کے آسمانی باتیں سننے پر پابندی لگی تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور زمین پر واقع ہونے والے کسی عظیم کام کا فیصلہ کیا ہے۔اس لئے وہ اس (عظیم کام) کی تلاش کے لئے زمین میں مختلف ٹولیوں کی صورت میں پھیل گئے۔ ان میں سے ایک جماعت نے آپ ﷺ کو مکہ کے قریب وادی نخلہ (جگہ کا نام) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز میں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے پایا تو وہ جماعت فوراً سمجھ گئی کہ یہی وہ عظیم کام ہے جس کی وجہ سے ہمارے آسمان پر جانے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔لہٰذا یہ جماعت اسی وقت آپ ﷺ پر ایمان لے آئی اور جا کر اپنی قوم کو بھی تبلیغ کرنے لگی۔ (بخاری،مسلم)

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ”اور (جنوں نے کہا) ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت پہرے داروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ ہم (باتیں) سننے کے لئے اس (آسمان) میں جگہ جگہ بیٹھا کرتے تھے مگر اب جو بھی (سننے کے لئے) کان لگاتا ہے تو وہ اپنے لئے گھات لگائے ہوئے شعلہ کو تیار پاتا ہے اور بلا شبہ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے لئے کسی برے معاملہ کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔“ (الجن 72: آیات 8 تا 10)

اللہ ربّ العالمین کے فرشتے آسمانوں پر چوکیداری کرتے ہیں تاکہ شیاطین آسمان والوں کی باتیں نہ سن سکیں۔ اب چوری چھپے جو شیاطین بھی آسمانی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں تو آسمان کے ستارے شعلہ بن کر ان پر گرتے ہیں چونکہ شیطان آسمانی باتیں سن کر کاہنوں کو بتلادیا کرتے تھے اور وہ (کاہن) اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر لوگوں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ”شیاطین اس (قرآن) کو لے کر نازل نہیں ہوئے اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ انہیں اس کی طاقت ہے بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کردیئے گئے ہیں۔“

(الشعرآء 26: آیات 210 تا 212)

وحی الٰہی کو شیطانی دراندازی (بدگوئی) سے بالکل محفوظ کردیا گیا ہے کیونکہ شیاطین کا مقصد صرف شر و فساد اور شرک و بدعات کو پھیلانا ہوتا ہے، جب کہ قرآن مجید سرچشمہ ہدایت ہے

اور اس کو نازل کرنے کا مقصد نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ جب جنوں کو بھی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی سننے کا موقع ملا تو وہ بھی ایمان لائے بغیر رہ نہ سکے۔

فرمان الٰہی ہے :- (ترجمہ) ''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے اسے (قرآن کو) غور سے سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو صحیح راہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ ہم اس (قرآن) پر ایمان لا چکے۔ اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے۔'' (الجن **72**: آیات **1** تا **2**)

(مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الاحقاف **46**: آیات **29** تا **32**)

آپ ﷺ پر نزول وحی کے طریقے

فرمان الٰہی ہے:

(ترجمہ) ''کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ سے آمنے سامنے کلام کرسکے، مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ اپنے حکم سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب سے بلند، خوب حکمت والا ہے۔'' (الشوریٰ **42**: آیت **51**)

آپ ﷺ پر حسب ذیل طریقوں سے وحی نازل ہوئی:

❶ فرشتہ انسانی شکل اختیار کرکے آپ ﷺ کو مخاطب کرتا پھر جو کچھ وہ کہتا آپ ﷺ اُسے یاد کرلیتے۔ کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فرشتے کو دیکھتے تھے۔

❷ کبھی آپ ﷺ فرشتے کو اُس کی اصل حالت میں دیکھتے۔ اسی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ پر وحی نازل کرتا۔ اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا۔ ﴿1﴾ چند دن وحی موقوف رہنے کے بعد جب دوبارہ وحی کا نزول ہوا ﴿2﴾ معراج کے موقع پر۔ (بخاری)

❸ کبھی آپ ﷺ کے پاس وحی گھنٹی کی آواز (ٹن ٹنانے) کی صورت میں آتی۔ وحی کی یہ صورت سب سے سخت ہوتی۔ جب فرشتہ آپ ﷺ سے ملتا اور وحی آتی تو سخت سردی کے موسم میں بھی آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینہ آجاتا تھا۔ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ بوجھ کی وجہ سے زمین پر بیٹھ جاتی۔

❹ براہ راست اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پردہ کے پیچھے سے آپ ﷺ سے گفتگو فرمائی جیسے

معراج کی رات میں نمازاور سورہ بقرہ کی آخری(2) آیات کا تحفہ دیااور شرک نہ کرنے والے کے لئے مغفرت کا وعدہ کیا۔ (بخاری)

❺ کبھی آپ ﷺ پر سچے خواب کی صورت میں وحی نازل ہوتی۔آپ ﷺ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ صبح آپ ﷺ کے سامنے آجاتا۔

❻ فرشتہ آپ ﷺ کو دکھائی دیئے بغیر آپ ﷺ کے دل میں بات ڈال دیتا تھا۔

دعوت وتبلیغ کی ابتدا

مکہ عربوں کا روحانی مرکز تھا۔یہاں کعبہ کے پاسبان بھی تھے اور بتوں کے نگہبان بھی۔جنہیں پورا عرب احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔اس حالت کے پیش نظر حکمت کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ پہلے دعوت وتبلیغ کا کام خاموشی اور رازداری سے کریں اورصرف ان ہی لوگوں کو مخاطب کریں جو حق پسند اور قابل اطمینان ہوں اور ان سب میں بھی پہلے اپنے گھر، قبیلہ اور دوست و احباب کو دعوت دیں تاکہ اہل مکہ کے سامنے اچانک جذبات بھڑکانے والی صورت حال پیدا نہ ہو۔

پہلے اسلام لانے والی شخصیات:

حکمت کے پیش نظر آپ ﷺ نے جب اسی طرح دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیاتو بہت سے خوش قسمت لوگوں نے اسے بخوشی قبول کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔عورتوں میں سب سے پہلے (آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ) ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ پر ایمان لائیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کی بیوی ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کے اخلاق وکردار سے اچھی طرح واقف تھیں۔وہ اپنی آنکھوں سے آپ ﷺ میں نبوت و رسالت کی جھلک دیکھ چکی تھیں اوران کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی ان کے سامنے آپ ﷺ کو نبوت کی بشارت دی تھی۔اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کی زیر کفالت تھے آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بھی فوراً قبول کر لی اور انہوں نے اپنے والد جناب ابو طالب کے خوف سے اپنے اسلام کو

پوشیدہ رکھا اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کیا۔ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ سے دین اسلام کی دعوت سنتے ہی مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اپنے جگری دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب اپنی نبوت و رسالت سے آگاہ کیا اور اسلام لانے کی دعوت پیش کی تو انہوں نے بھی فوراً اسلام قبول کرلیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ ''میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ تردد اور توقف کیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے فوراً اسے قبول کیا اور اس کی تصدیق کردی۔'' (بخاری)

مذکورہ تمام اشخاص نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی آپ ﷺ کے ساتھی تھے اور قریش میں بڑے عزت دار اور دولت مند تھے۔ ان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد لوگوں کو بھی اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔ ان ہی کی محنت سے حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمان ہوئے۔ ان کے بعد بہت سے لوگ مثلاً حضرت بلال، ابو عبیدہ، ابو سلمہ، ارقم بن ابی ارقم، عثمان بن مظعون، قدامہ، عبداللہ، عبیدہ بن حارث، سعید بن زید، فاطمہ بنت خطاب، خباب بن ارت، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

شروع اسلام میں تین سال تک دعوت و تبلیغ کا کام چھپ چھپ کر کیا جاتا رہا اور مسلمان پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہ خبریں قریش کو پہنچ چکی تھیں مگر قریش نے اسے شروع میں کوئی اہمیت نہ دی۔ جب کافی لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے اور اہل ایمان کی ایک جماعت تیار ہوگئی تو انہیں اپنے آبائی دین کے مٹ جانے کا خطرہ ہوا۔ ادھر اللہ عزّ وجل نے بھی آپ ﷺ کو اپنی قوم کو کھلم کھلا دعوت دینے کا حکم نازل فرمایا۔

آپ ﷺ کو علانیہ دعوت و تبلیغ کا حکم

جب خفیہ دعوت دیتے ہوئے آپ ﷺ کو تین سال کا عرصہ گزر گیا اور قریش کے قبائل میں سے بہت سے عقل مند اور سمجھدار لوگوں نے اسلام کو قبول کر لیا تو اس کے بعد اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کو علانیہ دعوت و تبلیغ کا حکم دیا۔

رسول کریم ﷺ نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے اپنے عزیز و اقارب سے دعوت و تبلیغ کی ابتدا کی۔

فرمان الٰہی ہے:- وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿﴾

(ترجمہ) ''اور (اے پیغمبر ﷺ) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایئے۔'' (الشعرآء 26: آیت 214)

جب آپ ﷺ کو اپنے عزیز و اقارب کو دعوت و تبلیغ کرنے کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت دی۔ جب تمام لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور توحید بیان کی اور لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت پیش کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ نے تمام قریشیوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:- ''اے قریشیو، اپنی جانیں جہنم سے بچا لو، اے کعب کے خاندان والو، اے ہاشم کی اولاد، اے عبدالمطلب کی اولاد، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرو، اے میری پھوپھی صفیہ، اے فاطمہ بنت محمد ﷺ، تم بھی اپنی جان کو دوزخ سے بچانے کی کوشش کرو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ بے شک تمہاری جو مجھ سے رشتہ داری ہے، میں دنیاوی حقوق ہر طرح سے ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قیامت کے دن میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔''

(مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

صفا پہاڑی پر آپ ﷺ کی عام دعوت و تبلیغ

اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت پیش کرنے کے بعد آپ ﷺ نے تمام قریش کے سامنے دعوت اسلام پیش کرنے کا عزم کیا اور صفا پہاڑی پر چڑھ کر وعظ فرمایا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیتِ مبارکہ (الشعراء 26: آیت 214) کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور یہ آواز لگائی:۔ ''یَا صَبَاحَاہُ'' (یہ الفاظ اہل عرب بڑا حادثہ پیش آنے پر استعمال کیا کرتے تھے) یہ آواز سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''اے عبدالمطلب کی اولاد، اے فہر کی اولاد، اے لوی کی اولاد، اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تم پر ایک لشکر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو کیا تم میری بات تسلیم کرلو گے؟'' تمام لوگوں نے ایک آواز ہو کر جواب دیا کہ ضرور مانیں گے کیونکہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''سن لو میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔'' اس پر ابو لہب نے کہا: تم ہلاک ہو جاؤ، کیا یہی بات سنانے کے لئے تم نے ہمیں یہاں بلایا تھا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب (سورت نمبر 111) نازل فرمائی۔ (بخاری، مسلم)

دعوت و تبلیغ کی روک تھام کے لئے قریش کا طریقہ

جب رسول اکرم ﷺ نے علانیہ دعوت و تبلیغ کرنا شروع کی تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ جب بھی ان کی کسی محفل کے پاس سے گزرتے تو وہ اس طرح کی باتیں کرتے ''یہ دیکھو، ابو کبشہ (آپ ﷺ کے رضائی باپ کی کنیت ہے) کا بیٹا آسمان سے مخاطب کیا جاتا ہے اور یہ وہی ہے جسے اللہ نے رسول بنایا ہے۔'' ان تمام حالات کے باوجود آپ ﷺ دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے اور جہاں بھی چند لوگ جمع ہوتے یا کوئی محفل منعقد ہوتی آپ ﷺ پہلے انبیا علیہم السلام کی طرح لوگوں کو قرآن کریم کی آیات پڑھ کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے۔ **فرمان الٰہی ہے:**۔ (ترجمہ) ''اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' (الاعراف 7: آیت 85)

آپ ﷺ لوگوں کو توحید کی خوبیوں سے آگاہ کرتے، بتوں، پتھروں، درختوں اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے روکتے، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے، زنا کرنے اور جوا کھیلنے سے منع کرتے تھے۔آپ ﷺ لوگوں کو پاک صاف رہنے، وعدہ کی پاسداری کرنے، اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام نقائص سے پاک جاننے اور آپس کے معاملات میں دھوکا نہ دینے کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی بتاتے تھے کہ بیماروں کو صحت عطا کرنا، دعائیں قبول کرنا، مرادیں پوری کرنا اور دیگر تمام کام اللہ عزّ وجل کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بھی کام نہیں ہو سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور انبیا علیہم السلام بھی اللہ عزّ وجل کے حکم کے پابند ہیں کوئی بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتا اس لئے تم سب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام لوگوں کے سامنے کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی اور لوگوں کے سامنے کعبہ کے صحن میں نماز بھی پڑھنے لگے۔آپ ﷺ کی اس دعوت و تبلیغ اور عبادت کو دیکھ کر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ مسلمانوں کے اپنے گھر والوں سے تعلقات صرف اس بات پر خراب ہو گئے کہ وہ ایک اکیلے اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ قریش نے آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں اور جب حج کا وقت قریب آیا تو وہ مل کر اپنی قوم کے ایک عمر رسیدہ سردار ولید بن مغیرہ کے پاس آئے اور اسے کہا کہ حج کا وقت آ رہا ہے، لوگ ہر طرف سے حج کرنے کے لئے مسجد حرام آئیں گے اور لوگوں کو تمہارے اس صاحب (محمد ﷺ) کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم ہو چکا ہو گا لہٰذا مل کر کوئی ایسی بات طے کریں کہ ہم سب ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے ایک ہی بات کہیں جو محمد ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو رہے ہوں۔بعض نے کہا: ہم اسے کاہن کہیں۔ مغیرہ نے کہا: یہ کاہن نہیں ہے کیونکہ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے وہ ان کی طرح کلام نہیں کہہ سکتے۔بعض نے کہا: ہم اسے پاگل کہیں۔ اس نے کہا: یہ پاگل بھی نہیں ہے کیونکہ پاگل الٹی سیدھی حرکتیں اور بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں جبکہ ان کی

باتیں تو بہت ہی عمدہ ہوتی ہیں۔بعض نے کہا: ہم انہیں شاعر کہیں۔اس نے کہا: یہ شاعر بھی نہیں کیونکہ شاعری کی کوئی قسم بھی ان کے کلام میں موجود نہیں۔بعض نے کہا: ہم اسے جادوگر کہیں۔اس نے کہا: ہم نے بہت سے جادوگر دیکھے ہیں مگر اس میں تو کسی جادوگر کی طرح جھاڑ پھونک نہیں۔لوگوں نے پوچھا کہ پھر ہم کیا کہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ان کی باتوں میں تو بڑی مٹھاس، رونق اور تازگی ہے۔تم ان کے بارے جو بھی کہو گے اس کا باطل ہونا واضح ہو جائے گا۔ ویسے اس وقت اسے جادوگر کہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ جس طرح جادو کے ذریعہ رشتہ داروں میں تفرقہ ڈالا جاتا ہے اسی طرح ان کا دین اختیار کرنے سے بھی رشتہ داروں میں تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا یہی کہنا بہتر ہے۔یہ بات طے کر کے لوگ چلے گئے اور حج کے لئے آنے والے لوگوں کے مختلف راستوں میں بیٹھ کر انہیں آپ ﷺ کے بارے میں بہکانے لگے۔نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کا معاملہ جان لیا پھر جب حج کے ایام آ گئے تو آپ ﷺ نے حجاج کرام کی محفلوں میں جا کر انہیں دین اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔آپ ﷺ لوگوں سے فرماتے:۔’’اے لوگو، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو، تم کامیاب رہو گے۔‘‘ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کا تو یہ حال تھا کہ وہ ہر وقت آپ ﷺ کا پیچھا کرنے میں لگے رہتے، آپ ﷺ کی باتوں کی تردید کرتے اور آپ ﷺ کو تکالیف پہنچاتے۔آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کا یہ فائدہ ہوا کہ پورے عرب سے آئے ہوئے حجاج کے ذریعہ آپ ﷺ کی دعوت پورے عرب میں پھیل گئی۔

قریش نے آپ ﷺ کی حوصلہ شکنی کے لئے کئی حربے استعمال کئے۔آپ ﷺ کا مذاق اڑایا، آپ ﷺ کو جادوگر، شاعر، پاگل اور کاہن جیسے برے القاب سے پکارا۔اللہ تعالیٰ نے بھی آپ ﷺ کی ہر موڑ پر راہ نمائی فرمائی اور آپ ﷺ کو کفار اور مشرکین کی حوصلہ شکن باتوں کے مقابلہ میں تسلی دی۔**فرمان الٰہی ہے:** (ترجمہ) ’’(اے محمد ﷺ) ہم آپ کی طرف سے مذاق کرنے والوں کے لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود ٹھہراتے ہیں بہت

جلد انہیں (اس برے عمل کا) نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ (الحجر 15: آیات 95 تا 96)

اس کے ساتھ ساتھ کفار نے آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے یہ طے کیا کہ جب بھی یہ دعوت و تبلیغ کریں تو خوب شور مچاؤ اور لوگوں کو وہاں سے بھگا دو تا کہ انہیں اپنی بات پہنچانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ لہٰذا آپ ﷺ جب نماز میں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو یہ لوگ قرآن اور اس کے اتارنے والے کو برا بھلا کہتے۔ اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو یہ نصیحت فرمائی کہ آپ درمیانی آواز میں قرآن تلاوت کیا کریں۔ اسی طرح جب مشرکین نے آپ ﷺ کی تعلیمات کا اثر لوگوں پر دیکھا تو اس کی روک تھام کے لئے گانے بجانے والی لونڈیوں کو خریدا اور جو بھی اسلام کی طرف مائل ہوتا اس کے پاس ان لونڈیوں کو بھیج دیتے تا کہ وہ گانے سننے میں مصروف ہو جائے اور آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا اثر نہ لے۔

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''بعض لوگ دلفریب کلام (گانا، بجانا) خریدتے ہیں تا کہ وہ لوگوں کو علم کے بغیر اللہ کی راہ (دین) سے گمراہ کر دیں اور اس کا مذاق اڑائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔'' (لقمان 31: آیت 6)

اس کے علاوہ مشرکین نے آپ ﷺ کو لالچ دے کر بھی دعوت و تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کو مال و دولت چاہیے تو ہم سب مل کر اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ عرب میں سب سے بڑے مالدار بن جائیں گے اور اگر آپ ﷺ عرب کی کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ہم کروانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ﷺ اپنی اس دعوت و تبلیغ کو چھوڑ دیں لیکن آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر اس لئے نہیں بھیجا کہ میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کروں بلکہ اس نے مجھے اس لئے رسول بنایا ہے کہ میں تمہیں صرف اللہ عزّ وجل کی عبادت کی تلقین کروں، تمہیں نیکی کی راہ دکھاؤں، برائی سے منع کروں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلا کر اس کے عذاب سے بچاؤں۔'' (مسند احمد)

مشرکین کے جب تمام تقاضوں کو رسول کریم ﷺ نے رد کر دیا تو کہنے لگے: پیغمبروں کے پاس نبوت کی سچائی کی نشانیاں ہوتیں ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے لاٹھی، صالح علیہ السلام کے لئے اونٹنی اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مُردوں کو زندہ کرنے جیسی نشانیاں تھیں۔ لہٰذا آپ بھی اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں تو اللہ سے درخواست کر کے صفا پہاڑی کو سونے کا بنوا دیں۔ ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا:۔ ''کیا پھر تم واقعی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟'' آپ ﷺ کے اس سوال کے جواب میں وہ ایک زبان ہو کر بولے۔ یقیناً، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں قریش کے لئے آپ ﷺ کی خاطر صفا پہاڑی کو سونے کا بنا دوں گا لیکن اگر اس کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہ لائے تو میں انہیں ایسا عذاب دوں گا کہ اس سے قبل کسی قوم کو نہیں دیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے اپنی رحمت اور توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''میں یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان پر توبہ کا دروازہ کھول دے تاکہ یہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے راہ راست پر آجائیں۔'' (مسند احمد)۔ اسی وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ مسلمان ہو گئے اور بعد میں ان کی نسلیں بھی مسلمان ہوئیں۔

کفارِ قریش کے مسلمانوں پر مظالم

کفار قریش نے جب اپنی پوری کوشش کے باوجود بھی اپنے مشن میں ناکامی دیکھی تو وہ انتقامی کاروائی پر اتر آئے۔ آپ ﷺ کو تکالیف پہنچانے کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ ﷺ پر ایمان لانے والے لوگوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو بھی تکالیف پہنچانا شروع کر دیں۔ ان پر ظلم کے ایسے پہاڑ ڈھائے کہ ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ کچھ مسلمان تو ایسے تھے کہ جن کا خاندان موجود تھا اس لئے مشرکین انہیں تکالیف پہنچانے سے باز رہتے لیکن کچھ ایسے تھے جن کے پیچھے حمایت کرنے والے موجود نہیں تھے۔ انہیں مشرکین مختلف تکالیف سے دوچار

کرتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ ظلم حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ (جو اُمیہ بن خلف کے غلام تھے) پر ہوا۔ جب اُمیہ کو ان کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو وہ انہیں پیاسا رکھتا، گرمی کے موسم میں تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا، کبھی گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتا جو انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ بلال رضی اللہ عنہ سے امیہ کہتا کہ تمہارے ساتھ مسلسل یہی سلوک ہوتا رہے گا جب تک تم اسلام چھوڑ کر بت پرستی کی طرف واپس نہیں آؤ گے یا تم اسی حالت میں مرجاؤ گے۔ اس کے باوجود بھی بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے اَحَدٌ اَحَدٌ (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کے الفاظ نکلتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، انہیں سخت تکلیف میں مبتلا دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو ترس آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اُمیہ سے انہیں خرید کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا۔

اسی طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین (حضرت یاسر و سمیہ رضی اللہ عنہما) جب مسلمان ہوئے تو ابو جہل انہیں سخت ترین سزائیں دیتا تھا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تکالیف برداشت کرتے دیکھا تو انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

ابوجہل جب یہ سنتا کہ قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو گیا ہے تو وہ اس شخص کے پاس جا کر اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور اس سے کہتا کم بخت تو نے اپنا دین ترک کر کے اپنی خاندانی شرافت، عزت و وقار سب کچھ برباد کر دیا ہے۔ اگر مسلمان ہونے والا کوئی شخص تاجر ہوتا تو وہ اس سے کہتا کہ تو نے (مسلمان ہو کر) اپنی تجارت کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنی ساری ملکیت تباہ کردی۔ اگر مسلمان ہونے والا کوئی بوڑھا ہوتا تو ابو جہل اسے مارتا، پیٹتا اور اپنی اس بے رحمی پر فخر کرتا تھا۔ عاص بن وائل نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ پر جسمانی تکالیف پہنچانے کی انتہا کردی اور کہنے لگا: جب تک تم اسلام کا انکار نہیں کرو گے میں تمھیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے غیرت اسلامی اور جوش ایمانی سے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں بار بار تیرے ہاتھوں مرنا تو گوارا کر سکتا ہوں لیکن دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

خانہ کعبہ کے زیرِ سایہ لیٹے دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے فریاد کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے۔آپ ﷺ کا چہرہ (غصہ کی وجہ سے) سرخ ہوگیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔''تم سے پہلے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جن کے جسم کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیا جاتا اور ہڈیاں ظاہر ہو جاتیں ،ان کے سروں پر آری رکھ کر ان کے جسم کے دوٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن وہ اس کے باوجود بھی اپنے دین سے پھرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ ایک شخص صنعا سے حضرموت (شہر) تک سفر کرے گا، اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ (بخاری۔عن خباب رضی اللہ عنہ)

اس کے علاوہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے اس قدر مارا کہ ان کی عقل جاتی رہی اور ابو فکیہہ رضی اللہ عنہ کو بیڑیاں پہنا کر سخت دھوپ میں کپڑے اتار کر تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور اوپر اتنا بھاری پتھر رکھا جاتا تاکہ وہ ہل بھی نہ سکیں۔ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا ایک رومی لونڈی تھیں۔ انہیں اسلام لانے کی پاداش میں اس قدر تکالیف دی گئیں کہ وہ نابینا ہوگئیں۔ بعد میں اللہ ربّ العزّت نے انہیں دوبارہ بینائی سے نواز دیا۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی اسلام لانے کی وجہ سے مختلف تکالیف پہنچائی گئیں۔ ان کے چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر (اونچی جگہ پر لٹکا کے) نیچے سے دھونی دیا کرتے تھے۔ ان تمام تکالیف کے باوجود بھی یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم دین اسلام پر قائم رہے اور کوئی بھی انہیں دین اسلام سے بہکا نہ سکا۔ (طبقات ابن سعد)

مشرکین مکہ کا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سلوک

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ روکنے کے لئے بھرپور کوشش کی اور اس سلسلہ میں وہ آپ ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا: آپ کا بھتیجا محمد (ﷺ) ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے، ہمیں بے سمجھ کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ کہتا ہے اس لئے یا تو آپ اسے ان تمام باتوں سے روکیں یا پھر ہمارے اور ان کے درمیان سے الگ ہو جائیں

تو ہم خود ہی نمٹ لیں گے۔ جناب ابو طالب نے مشرکین کو بڑے اچھے انداز میں سمجھا کر واپس کر دیا اور اس طرح مشرکین کی آپ ﷺ کے خلاف سازش ناکام ہو گئی۔ آپ ﷺ اپنی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد ﷺ کی دعوت و تبلیغ تو جاری ہے تو وہ دوبارہ جناب ابو طالب کے پاس آئے اور آ کر پہلی شکایت دہرائی۔ جناب ابو طالب نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے بھتیجے، مجھ پر رحم کرو اور میری طاقت سے زیادہ مجھ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔'' اے چچا جان، میں اس دعوت و تبلیغ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔'' جناب ابو طالب نے رسول اکرم ﷺ کے جب پختہ عزم کو دیکھا تو کہا: اے بھتیجے، تم اپنی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھو۔ اللہ کی قسم، میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ قریش مکہ جب ہر اعتبار سے ناکام ہو گئے اور ان کی کوئی دھمکی اور سودے بازی کام نہیں آئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو تکالیف پہنچانا شروع کر دیں اور مسلمانوں پر بھی پہلے سے زیادہ سختی شروع کر دی۔ آپ ﷺ کو تکالیف پہنچانے میں مندرجہ ذیل افراد پیش پیش تھے:۔ ابولہب، حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء، ثقفی وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بکری کی بچہ دانی اٹھا کر آپ ﷺ پر پھینک دیتا، کوئی آپ ﷺ کی ہنڈیا میں کچرا پھینک دیتا۔ آپ ﷺ جواب میں صرف یہ فرماتے کہ اے بنو عبد مناف، یہ کیسا پڑوس ہے؟ امیہ بن خلف جب بھی آپ ﷺ کو دیکھتا تو آپ ﷺ کو برا بھلا کہتا۔ اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔ یہ بار بار آپ ﷺ کو قتل کی دھمکیاں دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بھی اسے جواب میں فرمایا:۔ ''ان شآء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ جنگ اُحد میں یہ آپ ﷺ کے ہاتھوں ہی قتل ہوا۔ ابولہب تو پہلے ہی دن سے آپ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہ اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہما ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں لیکن دشمنی کی وجہ سے اس نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ جب تک تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو تو میرے سامنے نہ آنا۔ چنانچہ اس کے دونوں بیٹوں نے آپ ﷺ کی

صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ ابولہب کی بیوی اُم جمیل بھی آپ ﷺ کی سخت دشمن تھی، وہ رات کے وقت کانٹے لا کر آپ ﷺ کے راستے میں ڈال دیا کرتی تھی تا کہ آپ ﷺ زخمی ہو جائیں۔ اللہ ربّ العزّت نے ان میاں بیوی کی دشمنی پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے قرآن مجید میں ان کی مذمت میں ایک سورت اللھب (111) نازل فرمائی اور ہمیشہ کے لئے انہیں جہنم میں جلنے کی خبر سنائی۔ قریش نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا ایک طریقہ یہ بھی اختیار کر رکھا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو محمد کے بجائے مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے لیکن آپ ﷺ ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ابوجہل نے آپ ﷺ کو نماز کی حالت میں تکلیف پہنچانے کا منصوبہ بنایا لیکن جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو (ہاتھ ہلاتا ہوا) اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے بھاگا جیسے وہ کسی چیز سے اپنے آپ کو بچا رہا ہو۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوحکم (ابوجہل کی کنیت ہے)، تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ اس نے جواب دیا: میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ کی ایک خندق، ہولناک منظر اور بازو نظر آ رہے تھے اور آپ ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا:۔ ''اگر ابوجہل اس وقت میرے قریب آتا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے۔'' (مسلم)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور ایک مردہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو کر آپ ﷺ کے سجدہ میں جانے کا انتظار کرنے لگا۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو اس نے وہ اوجھڑی آپ ﷺ پر گرا دی۔ آپ ﷺ اللہ ربّ العزّت کی طرف متوجہ تھے اس لئے آپ ﷺ کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ کفار اس پر خوب ہنسنے لگے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ علم ہوا تو وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور آپ ﷺ کی پیٹھ سے اوجھڑی اٹھا کر پھینک دی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''اے اللہ، آپ ہی ان (کفار قریش) کو سزا دیجئے۔'' اللہ عزّ وجل نے ان قریشیوں کو بدر کی جنگ میں عبرت ناک سزا دی اور آپ ﷺ کی گستاخی کرنے والوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کروا دیا۔ (بخاری۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

دارِ ارقم میں دعوت وتبلیغ

اس پیچیدہ صورتحال کے پیش نظر آپ ﷺ نے دو تدابیر اختیار کیں۔ نبوت کے پانچویں سال آپ ﷺ نے قریش کی بے ہودہ حرکات کو محسوس کرتے ہوئے پہلی تدبیر یہ اختیار کی کہ ارقم بن ابی ارقم مخزومی کے گھر کو تبلیغ، عبادت اور تعلیم و تربیت کا خفیہ مرکز بنا دیا۔ یہ گھر مشرکین کی نگاہوں سے کچھ دور صفا پہاڑی کے دامن میں تھا جہاں پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خفیہ اکٹھے ہوتے، آپ ﷺ انہیں قرآن کریم کی تلاوت سنا کران کے نفوس کو برائیوں سے پاک کرتے اور انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دیتے۔ اس تدبیر سے عام مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کم ہو گئے اور اس طرح دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ جاری رہا اور آپ ﷺ عام لوگوں کو بھی سمجھانے کی کوشش کرتے رہے تاکہ کسی کے لئے قیامت کے دن یہ حجت باقی نہ رہے کہ ہمارے پاس تو کوئی جنت کی خوش خبری دینے والا یا جہنم سے ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حبشہ کی طرف ہجرت

رسول اکرم ﷺ نے دوسری یہ تدبیر اختیار کی کہ حبشہ کے بادشاہ (اَصْحَمَہ نجاشی) کے بارے میں معلومات کیں۔ جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ نجاشی ایک انصاف پسند حکمران ہے اور حبشہ میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ حبشہ ہجرت کر جائیں۔ اس حکم کے مطابق نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں کے پہلے قافلہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جس میں **12** مرد اور **4** عورتیں شامل تھیں۔ان کے امیر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، ان کے ساتھ ان کی بیوی رقیہ بنت محمد ﷺ بھی تھیں۔ **رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:**- ”حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی۔“ (مستدرک حاکم)

یہ قافلہ رات کے اندھیرے میں چپکے سے مکہ سے نکل کر جدہ کے جنوب میں واقع شعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچا۔ وہاں دو تجارتی جہاز موجود تھے۔ یہ تمام لوگ اس پر سوار ہو کر حبشہ

روانہ ہو گئے۔ ادھر قریش مکہ کو جب مسلمانوں کے فرار ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً ان کے پیچھے اپنے آدمی دوڑائے کہ انہیں گرفتار کر کے مکہ لائیں اور سزا دیں تا کہ وہ اللہ کا دین چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے دین میں آ جائیں لیکن کفار کے پہنچنے سے پہلے ہی مسلمان جہازوں میں سوار ہو کر حبشہ روانہ ہو چکے تھے۔ یہ لوگ ساحل سمندر سے نامراد واپس لوٹ آئے۔

مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مشرکین کا بھی اللہ کے لئے سجدہ

ہجرت حبشہ کے دو ماہ بعد ایک دن رسول اکرم ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے اس وقت بیت اللہ کے آس پاس قریش کے بہت سارے لوگ بھی موجود تھے جن میں ان کے دو بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر سورۂ نجم (53) کی تلاوت شروع کر دی۔ کلام الٰہی کو سن کر وہ مشرکین حیران ہو گئے کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے اس طرح کا عمدہ کلام کبھی سنا نہ تھا۔ سورۂ نجم کے آخر میں کفار کی ڈانٹ ڈپٹ والی آیات سننے سے ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے ہی آپ ﷺ نے سورۂ نجم کی سجدہ والی آیت (النجم 53: آیت 62) تلاوت فرمائی تو وہ تمام لوگ (مسلمان اور کفار جو اس وقت موجود تھے) سجدہ ریز ہو گئے سوائے ایک کافر سردار امیہ بن خلف کے، اس نے سجدہ نہیں کیا۔ اس نے ایک مٹھی مٹی لے کر اپنے چہرے پر مل لی اور کہا: ''میرے لئے یہی کافی ہے۔'' بعد میں یہ جنگ بدر میں حالت کفر میں مارا گیا۔ (بخاری)

حبشہ سے مہاجرین کی واپسی

سورۂ نجم (53) کی آیت 62 پر سجدہ کرنے کی خبر حبشہ میں مقیم مسلمانوں تک پہنچی تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اب قریش کے لہجہ میں نرمی آ گئی ہے اس لئے تو انہوں نے قرآنی آیت پر سجدہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ خوشی خوشی مکہ کی طرف واپس لوٹے لیکن جب مکہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ معاملہ پہلے جیسا ہی ہے۔ اس کے بعد کچھ لوگ تو وہیں سے دوبارہ حبشہ کی طرف لوٹ گئے اور کچھ چھپ چھپا کر مکہ میں آ گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

مہاجرین کی واپسی کے بعد قریش مکہ نے مسلمانوں پر زیادہ سختی شروع کر دی کیونکہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ جو بے اختیاری طور پر سجدہ کرنا پڑا اس کا انہیں بہت زیادہ پچھتاوا تھا۔ دوسری طرف حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ان مسلمان مہاجرین کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، اس کا بھی مشرکین مکہ کو بڑا دکھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ دوسری بار **82** مرد اور **18** عورتیں ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ ہجرت پہلی ہجرت سے زیادہ مشقت والی تھی اس لئے کہ اس مرتبہ قریش مکہ بھی ہوشیار ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے لیکن مسلمان ان سے بھی کہیں زیادہ چوکنے اور صاحب استقامت ثابت ہوئے اور رات کی تاریکی میں مکہ سے چھپ کر نکلے۔ اللہ عزّ وجل نے بھی ان پر اپنا خاص فضل و کرم فرماتے ہوئے انہیں بحفاظت منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

مسلمان مہاجرین کا تعاقب

قریش پر یہ بات بہت گراں گزری کہ مسلمان ان سے بچ کر ایک ایسی جگہ جا پہنچے ہیں جہاں ان کی جان اور ایمان کو کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے کا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لئے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، حبشہ روانہ کیا۔ انہوں نے حبشہ پہنچ کر سب سے پہلے وہاں کے پادریوں سے ملاقات کی اور انہیں قیمتی تحائف پیش کر کے اپنا ہمدرد بنایا پھر نجاشی کے پاس آئے اور انہیں بھی خوب تحائف پیش کئے پھر اپنا مقصد بیان کیا: ''اے بادشاہ سلامت، ہمارے کچھ ناسمجھ لوگ بھاگ کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ ہی آپ۔ اس لئے ان کی قوم کے

اشراف لوگوں نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں ہمارے ساتھ واپس بھیج دیں کیوں کہ ہمارے خاندان والے ہی ان کے معاملات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔''
پادریوں نے بھی منصوبہ کے مطابق ان کی تائید کی لیکن نجاشی نے بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے دونوں فریقوں کی بات سن کر فیصلہ کرنے کا اظہار کیا۔چنانچہ اس نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلا کر پوچھا: یہ کیسا دین ہے جسے اختیار کرنے کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو اور میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہو؟ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا:-''اے بادشاہ سلامت، ہم جہالت کی وجہ سے بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، برائیاں کرتے، رشتہ داروں سے تعلق توڑتے اور پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے۔ ہمارا طاقتور کمزور کو دبا رہا تھا۔ ہم اسی پستی کی حالت میں تھے کہ اللہ عزّ وجل نے ہم ہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا۔ ہم اس کے نسب، سچائی، امانت اور پاک دامنی کو بخوبی جانتے تھے۔اس نے ہمیں اللہ عزّ وجل کی طرف بلایا کہ ہم اللہ کو ایک مانیں، اللہ کی عبادت کریں اور اللہ کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے ،امانت ادا کرنے، رشتہ داروں سے تعلق قائم کرنے اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا اور بے حیائی،حرام کاری، خون ریزی ،جھوٹ بولنے، یتیموں کا ناحق مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا ہے۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس نے ہمیں نماز پڑھنے،زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اور بھی بہت سے احکام گنوائے پھر کہا: ''ہم نے اس نبی کو سچا جانا،اس پر ایمان لائے،اس کی پیروی کی۔ جو چیزیں انہوں نے حرام بتائیں انہیں حرام جانا اور جو چیزیں حلال بتائیں انہیں حلال جانا، اس پر ہماری قوم ہماری مخالف ہوگئی اور ہم مجبور ہو کر آپ کے ملک میں پناہ لینے آئے ہیں۔'' یہ باتیں سن کر نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھنے کی فرمائش کی۔آپ رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم (19) کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ قرآن کریم سن کر نجاشی اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی

آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پادری بھی بہت متاثر ہوئے۔

نجاشی نے کہا: یہ کلام تو اسی کلام جیسا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ پھر اس نے قریش کے نمائندوں کو مخاطب کر کے کہا: ''تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم، میں ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے خلاف تمہاری کوئی چال کامیاب ہو سکتی ہے۔'' دوسرے دن عمرو بن عاص نے ایک خطرناک چال چلی اور نجاشی سے کہا: یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بڑی خطرناک بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پھر بلوایا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے سوال کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم ان کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں کہ وہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول تھے۔ اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ تھے جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری، پاک دامن حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا تھا۔ اس پر نجاشی نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: اللہ کی قسم، جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے تنکے کے برابر بھی بڑھ کر نہ تھے۔ لہٰذا تم لوگ (مسلمان) یہاں امن وامان سے رہو۔ یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ان شآء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد نجاشی نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ قریش کے نمائندوں کو ان کے تحائف واپس کر دو چنانچہ قریش کے نمائندوں کو ان کے تحائف واپس کر دیئے گئے اور وہ ناکام ہو کر واپس مکہ لوٹ گئے۔ جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ نجاشی کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حبشہ کی طرف ہجرت

مشرکین مکہ نے اس ناکامی کے بعد بقیہ مسلمانوں پر زندگی تنگ کر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے تقریباً ایک دن کی مسافت طے کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ کی ابن دغنہ (جو مکہ کے معزز شخص اور قارہ قبیلہ کے سردار تھے) سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں پر کفار

قریش کے ظلم وستم کا حال سنایا اور بتایا کہ وہ بھی مجبوراً حبشہ جارہے ہیں۔ ابن دغنہ نے کہا: آپ (رضی اللہ عنہ) کو مکہ سے کوئی نہیں نکال سکتا، آپ بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں، بے روزگاروں کو مدد فراہم کرتے ہیں، صلہ رحمی اور مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ آپ پچھلی باتوں کو بھول کر میرے ساتھ مکہ واپس چلیے، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں اور میرے پڑوس میں رہائش اختیار کیجیے، میں دیکھوں گا کہ قریش کس طرح آپ کو تنگ کرتے ہیں۔ بہرحال وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ واپس مکہ لے آئے اور اپنے پڑوس کے ایک مکان میں انہیں ٹھہرادیا۔ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) مکہ سے واپس آکر جس مکان میں ٹھہرے اس کے صحن میں انہوں نے نماز کے لئے ایک جگہ بنالی اور وہاں نماز ادا کرنے لگے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز میں قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر قریش کے مرد، عورتیں اور بچے وہاں رُک جاتے اور قرآنی آیات سُن کر ان لوگوں کے دل بھی نرم ہونے لگتے۔ یہ دیکھ کر کفار قریش نے ابن دغنہ سے کہا: اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس طرح اپنے مکان کے باہر نماز پڑھتے رہے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمارے مرد، عورتیں بلکہ بچے تک اپنے مذہب سے روگردانی کرنے لگیں گے لہٰذا آپ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اس سے باز رکھیں ورنہ ہم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو تنگ کریں گے۔ ابن دغنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ مکان کے اندر نماز پڑھ لیا کریں یا میں اپنی پناہ واپس لیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:-"تم اپنی پناہ واپس لے لو، میری حفاظت اللہ تعالیٰ کرے گا۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے معمول کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے جس پر کئی مرتبہ کفار قریش نے آپ رضی اللہ عنہ کو تکالیف پہنچائیں مگر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کیں اور اپنے رب کی عبادت میں کمی نہیں آنے دی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔

قریش کی جناب ابو طالب کو عجیب تجویز

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ان کی کوئی بھی چال کارگر ثابت نہیں ہو رہی ہے، رسول اکرم ﷺ اپنا دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور جناب ابو طالب بھی ان کی مدد پر قائم ہیں تو انہوں نے مشورہ کرنے کے بعد ایک عجیب تجویز جناب ابو طالب کے سامنے پیش کی۔ وہ قریش کے ایک خوبصورت نوجوان لڑکے عمارہ بن ولید کو لے کر جناب ابو طالب کے پاس آ کر کہنے لگے: اے ابو طالب، اس نوجوان کو ہم سے لے لیجئے اور اسے اپنا بیٹا بنا لیجئے اور اس کے بدلہ میں ہمیں اپنا بھتیجا (محمد ﷺ) دے دیجئے جو آپ کے اور آپ کے باپ دادا کے دین کا مخالف ہے جس نے آپ کی قوم میں اختلاف پیدا کر رکھا ہے اور ان کی عقلوں کو ماؤف قرار دے رکھا ہے۔ ہم اسے لے جا کر قتل کر دیتے ہیں، بس یہ ایک آدمی کے بدلہ ایک آدمی کا معاملہ ہو گا۔ جناب ابو طالب نے جواب دیا: اللہ کی قسم، تم بہت ہی بُرا سودا کر رہے ہو، تم مجھے اپنا لڑکا اس لئے دے رہے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور پرورش کروں اور میرا بھتیجا اس لئے مانگ رہے ہو کہ تم اسے قتل کر دو، اللہ کی قسم، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو، میں کبھی بھی اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔

رسول کریم ﷺ کے قتل کی کوشش

ایک دن رسول اکرم ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے تشریف لائے تو اس دوران چند قریش اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے متعلق باتیں کرنے لگے جب آپ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ ﷺ کے بارے طعنہ زنی کی، آپ ﷺ نے اسے برا محسوس کیا۔ آپ ﷺ جب دوسری اور تیسری مرتبہ گزرے تو پھر بھی انہوں نے طعنہ زنی کی۔ تیسری بار آپ ﷺ نے ٹھہر کر فرمایا: ”اے قریش کے لوگو سنو، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے پاس تمہارے قتل اور ذبح کا حکم لے کر آیا ہوں۔“ یہ سنتے ہی وہ سب خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ کو منانے کی کوشش

کرنے لگے۔ آپ ﷺ طواف کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ اگلے دن پھر جب طواف کرنے آئے تو وہی لوگ آپ ﷺ کے بارے باتیں کر رہے تھے، آپ ﷺ کو دیکھتے ہی آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے: تم ہی ہو جو ہم کو ہمارے باپ دادا کے معبودوں کی عبادت سے روکتے ہو۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا:-''جی ہاں، میں ہی ہوں'' اس پر انہوں نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اور زد و کوب کیا، عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی چادر، آپ ﷺ کے گلے میں لپیٹ کر اسے بل دے کر گلہ گھوٹنے کی کوشش کی اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عقبہ کو کندھوں سے پکڑ کر نبی کریم ﷺ سے دور کر دیا اور ساتھ ساتھ کہتے جا رہے تھے کہ تم پر افسوس ہو کہ تم ایک آدمی کو صرف اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے۔ یہ سنتے ہی مشرکین نے آپ ﷺ کو چھوڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ جیسے ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو تمیم کو اس کا علم ہوا تو وہ فوراً آئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کفار سے چھڑا کر گھر لے گئے۔ کافی دیر کے بعد جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو پوچھنے لگے: رسول اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کھانا پیش کیا گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک کھانے پینے سے انکار کر دیا جب تک آپ ﷺ کو دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ رات کے اندھیرے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے پاس دار ارقم میں پہنچایا گیا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو بخیریت پایا تو پھر کھانا پینا گوارہ کیا۔ (بخاری)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

نبوت کے چھٹے سال ایک مرتبہ آپ ﷺ صفا پہاڑی کے قریب سے گزر رہے تھے۔ راستہ میں آپ ﷺ کی ابو جہل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ ﷺ کو دیکھ کر بُرا بھلا کہا لیکن آپ ﷺ خاموش رہے۔ ابو جہل نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے کی غرض سے ایک پتھر اٹھا کر آپ ﷺ کے سر پر دے مارا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے سر مبارک

سے خون بہنے لگا۔عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی صفا پر واقع اپنے گھر سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شام کو شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے یہ سارا واقعہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سنایا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شدید غصہ میں آ گئے اور وہیں سے سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے اور کہا:-''اے بزدل، تو نے میرے بھتیجے کو بُرا بھلا کہا ہے یاد رکھ میں بھی اسی کے دین پر ہوں''اس کے بعد اپنے تیر کی کمان ابوجہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر شدید زخمی ہو گیا۔ جب ابوجہل کے قبیلہ بنومخزوم کو اس کا علم ہوا تو وہ قبیلہ بنو ہاشم سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن ابوجہل نے اس معاملہ کو یہ کہتے ہوئے ٹھنڈا کر دیا کہ ابو عمارہ (حمزہ رضی اللہ عنہ) کو جانے دو، میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بُرا بھلا کہا تھا۔اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے بھتیجے، میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-''اے چچا جان، مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہوجائیں تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔'' اللہ تعالیٰ نے اسی وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیا، وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری کے ساتھ اسلام کی خدمات سرانجام دیں اور اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب اسد اللہ (اللہ کا شیر) پڑ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

جب مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزّت سے دعا مانگی:-''اے اللہ، عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت اور قوت عطا فرما۔'' (ترمذی۔ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے ایک دفعہ گھر سے باہر رات گزارنا پڑی۔اسی رات وہ بیت اللہ میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیت اللہ میں آ کر نماز شروع کر دی اور سورۃ الحاقہ کی تلاوت کرنے

لگے۔عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر قرآن کریم کو غور سے سننے لگے اور قرآن مجید کی تاثیر پر حیران زدہ رہ گئے اور اپنے دل ہی دل میں کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں لیکن اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ (ترجمہ) ''یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ تو بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔'' (الحاقہ **69**: آیت **41**)

یہ آیت سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ کاہن ہو سکتے ہیں۔'' اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (ترجمہ) ''یہ کسی کاہن کا قول نہیں تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔'' (الحاقہ **69**: آیات **42** تا **43**)

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیات سننے کے بعد میرے دل میں اسلام نے جگہ بنا لی۔(مسند احمد)۔لیکن دل کے اندر جہالت کے جذبات اور عصبیت اس قدر زیادہ تھی کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے سے دور اور دشمنی پر قائم رکھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ شروع دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کا یہ حال تھا کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے تلوار لے کر نکل پڑے۔راستہ میں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔اس نے پوچھا: ''اے عمر کہاں جا رہے ہو؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:۔''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔'' اس نے کہا: ''تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تو تمہارا دین چھوڑ چکے ہیں۔'' یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ شدید غصہ کی حالت میں سیدھے اپنی بہن (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے گھر پہنچے۔وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ انہیں قرآن پڑھا رہے تھے۔جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی آواز سنی تو گھر کے اندر چھپ گئے اور بہن نے جلدی سے قرآن چھپا دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی قرأت کی آواز سن چکے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا: کیا پڑھنے کی آواز آرہی تھی؟ بہن نے کہا: ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو؟ اس پر ان کے بہنوئی (حضرت سعید رضی اللہ عنہ) نے کہا: ''اے عمر، یہ بتاؤ کہ اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو؟'' یہ سنتے

ہی عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہنوئی کو زمین پر گرا کر مارنے لگے۔ بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی اتنا مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا۔ بہن نے غصہ میں آ کر کہا: ”اے عمر، کیا ہم پھر بھی تمہارے دین پر قائم رہیں جبکہ تمہارے دین کے علاوہ دوسرا دین برحق ہو۔“ اور جوش ایمانی میں ان کی بہن نے باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مایوس ہو گئے اور اپنی بہن کے چہرہ پر خون دیکھ کر شرمندہ ہوتے ہوئے کہنے لگے: ”تمہارے پاس جو کتاب ہے ذرا مجھے بھی دکھاؤ تاکہ میں بھی اسے پڑھوں۔“ بہن نے کہا: ”تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، اگر تم اسے لینا چاہتے ہو تو پہلے غسل کرو۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا پھر سورہ طٰہٰ 20 کی ابتدائی آیات تلاوت کرنے لگے۔ جب آیت نمبر 14 تک پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ یہ تو بڑا عمدہ اور محترم کلام ہے۔ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پتہ بتاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ سامنے آگئے اور کہنے لگے: ”اے عمر، خوش ہو جاؤ، مجھے امید ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے حق میں جو دعا مانگی تھی، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ہے۔“ پھر انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صفا پہاڑی کے قریب دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے اور دروازہ پر دستک دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دروازہ سے جھانک کر دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ تلوار اٹھائے دروازے پر موجود ہیں۔ بلال رضی اللہ عنہ نے فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”دروازہ کھول دو اگر عمر خیر کی نیت سے آئے ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر کسی برے ارادہ سے آئے ہیں تو ہم ان ہی کی تلوار سے ان کا کام تمام کر دیں گے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: -”کیا ارادہ ہے؟“ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”ایمان لانے کے لئے آیا ہوں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزّ وجل سے یہ دعا مانگی: -”اے اللہ، یہ عمر بن خطاب ہیں اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت و قوت عطا فرما اس کے فوراً بعد عمر رضی اللہ عنہ کلمہ حق پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔“ جب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تو وہاں پر موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوشی سے نعرہ تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) بلند کیا جس سے در و دیوار گونج اُٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے مشرکین میں غم کی لہر دوڑ گئی اور مسلمانوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی اور عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو پہلی بار علی الاعلان خانہ کعبہ میں باجماعت نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی لالچ کی پیشکش

حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام قبول کرنے کے بعد مشرکین نے جب مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھا تو وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دعوت و تبلیغ سے روکا جائے۔

مشورہ کے بعد انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو (جو اپنی قوم کا سردار تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گفتگو کے لئے بھیجا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت، سرداری اور پسندیدہ عورت سے شادی کا لالچ دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں۔ یہ پیشکش سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ربیعہ سے فرمایا:- ''اے ابو الولید، اب میری بات بھی سنو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے سورہ حٰمٓ السجدہ **41** کی ابتدائی آیات تلاوت کرنا شروع کر دیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت **13** پر پہنچے تو عتبہ نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس اتنا کافی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت جاری رکھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ والی آیت (**38**) پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا پھر فرمایا:- ''اے عتبہ، تم نے میری گفتگو سن لی۔'' اس نے کہا: ''جی ہاں، میں نے سن لی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ''اب تم ہو اور وہ (اللہ) تمہارا رب ہے۔'' اس کے بعد عتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا، اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے متعلق پوچھا تو عتبہ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم، میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں کہ اس طرح کا کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کہانت۔'' اے قریش کے لوگو، میری بات مانو اور اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے حال پر چھوڑ دو چونکہ

میں نے جو کلام سنا ہے اس سے ضرور کوئی زبردست واقعہ رونما ہو گا۔ اگر اس شخص کو کسی نے قتل کر ڈالا تو تمہارا کام (قتل) دوسروں کے ذریعہ انجام پا جائے گا اور اگر یہ شخص زندہ رہا تو ضرور پوری دنیا کا بادشاہ بنے گا۔ اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت ہو گی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور اس کا وجود سب سے بڑھ کر تمہارے لئے سعادت کا باعث ہو گا کیونکہ وہ تمہاری قوم میں سے ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ کہنے لگے: ''اے عتبہ، تم پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔'' عتبہ نے کہا: ''میری رائے تو یہی ہے، اب تم جو چاہو کرو۔''

جب مشرکین کی یہ چال بھی ناکام ہو گئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ سے باز رکھنے کے لئے ایک اور تجویز پیش کی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کریں گے۔'' آپ ﷺ تو ابھی خاموش ہی تھے کہ اللہ عزّ وجل نے کفار کے جواب میں سورۃ الکافرون (109) (ترجمہ) ''(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اے کافرو، میں ان (بتوں) کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس (اللہ) کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔''

اس کے ساتھ ساتھ الزمر **39**: آیت **64** نازل فرمائی۔

(ترجمہ) ''(اے نبی ﷺ) آپ ان سے فرما دیجئے کہ اے نادانو، کیا تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کروں۔''

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیات کفار کو سنائیں اور ان کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد کفار قریش نے آپ ﷺ کے خلاف سازشیں تیز کر دیں۔ جناب ابو طالب نے کفار قریش کی نقل و حرکت کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ کے بارے میں خطرہ محسوس کیا اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کر کے انہیں اپنے بھتیجے کی حفاظت و

حمایت کی درخواست کی جسے ابولہب کے علاوہ تمام لوگوں نے بخوشی قبول کرلیا۔

قریش کے قبائل کا قبیلہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سے مقاطعہ

دعوت و تبلیغ کو روکنے کے لئے جب مشرکین کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اور انہوں نے یہ دیکھا کہ آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے بنو ہاشم اور بنو مطلب قبائل جمع ہو گئے ہیں تو نبوت کے ساتویں سال تمام قبائل نے مل کر ان دونوں قبائل (بنو ہاشم اور بنو مطلب) سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کا اعلان کر دیا کہ ان کے ساتھ بات چیت، شادی بیاہ، خرید و فروخت نہیں کریں گے اور نہ ان سے کسی طرح کی صلح قبول کی جائے گی جب تک کہ یہ لوگ محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ اس قطع تعلقی کے معاہدہ کو حتمی شکل دے کر انہوں نے ایک صحیفہ پر لکھوا کر اسے خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا اورابولہب کے علاوہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تمام افراد سے لوگوں نے میل جول چھوڑ دیا۔ قبیلہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تمام لوگ شعب ابی طالب (جگہ کا نام) میں اکٹھے ہو گئے۔ قریش نے خورد ونوش کی اشیا ان قبائل کو دینے پر پابندی لگا دی۔ لہٰذا خورد ونوش کی اشیا کم ہونے کی وجہ سے انہیں سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ درختوں کے پتے کھا کر انہوں نے زندگی گزاری۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بچے بھوک کی وجہ سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر بھی سنائی دیتی تھی۔ ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز بھی نہیں پہنچ پاتی تھی اگر پہنچتی بھی تو چھپ چھپا کر اور بہت کم مقدار میں۔

چنانچہ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے کبھی کبھی گیہوں بھجوا دیتے تھے۔ یہ لوگ گھاٹی سے صرف حرمت والے مہینوں (محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ) ہی میں باہر نکلتے اورتاجروں سے کچھ خرید و فروخت کرتے۔ آپ ﷺ اور دیگر مسلمان سخت تکالیف کے باوجود حج کے لئے آنے والوں سے مل کر انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔

تین سال گزرنے کے بعد اس ظلم کے خاتمہ کا وقت آ پہنچا۔ ایک طرف تو اللہ عزّ وجل نے دیمک بھیج کر اس صحیفے سے ظلم و ستم پر مشتمل تمام باتیں چٹ کروا دیں اور

دوسری طرف پانچ سرداران قریش (ہشام بن عمرو بن حارث ،زہیر بن ابو امیہ مخزومی، مطعم بن عدی ،ابو البختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود) کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ صحیفہ کو پھاڑ دیں اور مقاطعہ (بائیکاٹ) کو ختم کر دیں۔ چنانچہ ان پانچوں نے مسجد حرام میں لوگوں کے سامنے مقاطعہ ختم کرنے کے لئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اسی دوران جناب ابو طالب نے آ کر ان سرداروں کو بتایا کہ میرے بھتیجے نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیمک کے ذریعہ ان کے تحریر کردہ صحیفہ کو ختم کر دیا ہے، اس میں صرف اللہ (تعالیٰ) کا نام باقی رہ گیا ہے۔ اب اگر وہ (محمد ﷺ) جھوٹے ہیں تو ہم تمہارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اگر وہ سچے ہیں تو پھر تم ظلم سے باز آ جاؤ اور مقاطعہ ختم کرنے کا اعلان کر دو۔ قریش کے سرداروں نے کہا:-''آپ صحیح بات کر رہے ہیں۔'' چنانچہ مطعم بن عدی صحیفہ کو دیکھنے کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ واقعی صحیفہ کو دیمک نے کھا لیا تھا صرف وہ حصے باقی بچے ہیں جہاں جہاں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی جس کی آپ ﷺ نے خبر دی اور مشرکین نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر اس کے باوجود وہ گمراہی میں پڑے رہے۔ اس کے بعد مقاطعہ ختم کر دیا گیا اور رسول اکرم ﷺ قبیلہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سمیت شعب ابی طالب سے باہر نکل آئے۔

بائیکاٹ کے بعد ایک بار پھر قریش ابو طالب کی خدمت میں

بائیکاٹ ختم ہونے کے بعد نبوت کے دسویں سال ابھی حالات معمول پر آئے ہی تھے کہ جناب ابو طالب بیمار پڑ گئے اور ان کی بیماری دن بہ دن بڑھتی چلی گئی چونکہ ان کی عمر بھی 80 سال سے زیادہ ہو چکی تھی اور فاقے برداشت کرنے کی وجہ سے کافی کمزور بھی ہو چکے تھے۔ کفار قریش نے یہ محسوس کیا کہ اب یہ صحت یاب نہیں ہو سکیں گے۔ لہٰذا وہ ایک مرتبہ پھر جناب ابو طالب کے پاس آئے اور کہا:-'' ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان کچھ عہد و پیمان کرا دیں کہ وہ ہم کو ہمارے دین پر اور ہم انہیں

ان کے دین پر چھوڑ دیں۔'' جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کو بلا کر یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔'' اے چچا جان، میں تو صرف ان سے ایک بات چاہتا ہوں اگر یہ اس کے قائل ہو جائیں تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جائیں گے۔'' یہ سن کر کفار قریش کہنے لگے:۔ ''ہم ایسی ایک بات تو کیا دس باتیں بھی ماننے کو تیار ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔'' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو (اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں) اور اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔'' یہ سنتے ہی کفار قریش وہاں سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے: ''کیا اس نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا ڈالا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔'' (ترمذی)

غموں کا سال (عَامُ الحُزن)

نبوت کا دسواں سال آپ ﷺ پر غموں کا سال گزرا اس لئے کہ اس سال میں آپ ﷺ کے انتہائی شفیق چچا جناب ابو طالب جنھوں نے مسلسل چالیس سال تک آپ ﷺ کی کما حقہ کفالت کی اور ہر طرح کے حالات میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا اور آپ ﷺ کی غمگسار بیوی اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس دنیائے فانی کو چھوڑ دیا۔ جناب ابو طالب گھاٹی سے نکلنے کے بعد مسلسل بیماری میں مبتلا رہے یہاں تک کہ ان کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ ان کے پاس موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''اے چچا جان ، آپ بس ایک کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیجئے، میں اس کلمہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی سفارش کروں گا۔'' یہ سن کر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: ''اے ابوطالب، کیا تم (اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت) اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟'' آپ ﷺ اپنے چچا سے بار بار کلمہ (توحید) پڑھنے کا کہتے رہے یہاں تک کہ جناب ابو طالب کی وفات کا وقت آ پہنچا اور آخری بات جو ان کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مر رہا ہوں پھر ان کا انتقال ہو گیا۔اس موقع پر آپ ﷺ نے **فرمایا:**۔''جب تک (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھے روکا نہ جائے گا (اے چچا جان) میں آپ کے لئے

اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔'' اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں:

(ترجمہ)❶ ''نبی (ﷺ) اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ (مشرکین) ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں، اس حکم کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں۔'' (التوبہ 9: آیت 113)

❷ ''آپ (ﷺ) جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔'' (القصص 28: آیت 56)

آپ ﷺ کو جناب ابوطالب کے اسلام سے محروم رہنے اور دنیا سے رخصت ہونے کا بڑا صدمہ ہوا۔ اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو مندرجہ بالا آیات میں تسلی دیتے ہوئے وضاحت فرما دی کہ آپ کا کام تو صرف لوگوں تک حق پہنچا دینا ہے، ہدایت دینا ہمارا کام ہے۔

جناب ابو طالب کی وفات کا غم ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ابو طالب کی وفات کے تین ماہ بعد اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) آپ ﷺ کو ان کی وفات پر بہت صدمہ پہنچا اس لئے کہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اپنی جان و مال کے ذریعہ خوب تقویت پہنچائی اور آپ ﷺ کی تکالیف و غم میں برابر کی شریک رہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ ''جس وقت لوگوں نے میری رسالت کا انکار کیا تو وہ (خدیجہ رضی اللہ عنہا) مجھ پر ایمان لائیں۔ جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی۔ جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنے مال و دولت میں شریک کیا۔ اللہ عزّ وجل نے ان ہی سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔'' (احمد)

ایک مرتبہ آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تشریف لا رہی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن میں کھانا اور سالن ہے۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچیں تو آپ ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کی اور میری طرف سے سلام کہیں

اور انہیں جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی خوشخبری سنا دیں۔ جس میں نہ شور وغل ہوگا اور نہ ہی پریشانی وتھکاوٹ ہوگی۔ (بخاری)

رسول اکرم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی انہیں یاد رکھا کرتے تھے۔ ان کے لئے دعائے رحمت کرتے اور جب ان کا ذکر آتا تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہوجاتی۔ جب بھی آپ ﷺ کوئی جانور ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ہاں بھی گوشت بھجواتے۔ (بخاری، مسلم)

جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات آپ ﷺ کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ تھا اسی لئے اس سال کو عام الحزن (غموں کا سال) کہا جاتا ہے۔ جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ایک طرف سے مشرکین کھل کر آپ ﷺ کو تکالیف پہنچانے لگے اور دوسری طرف آپ ﷺ کو تسلی دینے والی رفیق حیات دنیا میں باقی نہ رہیں۔ ان صدمات کی وجہ سے آپ ﷺ بہت زیادہ غمگین رہنے لگے۔ ایک مرتبہ ایک کافر نے آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی جسے آپ ﷺ کی بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) دھو بھی رہی تھیں اور ساتھ میں روئے بھی جا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: - ''اے بیٹی، رو نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت فرمائے گا۔'' اور ساتھ ساتھ آپ ﷺ یہ بھی فرما رہے تھے کہ جب تک میرے چچا جان زندہ رہے کسی مشرک کو میرے ساتھ ایسی بدسلوکی کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ پر نبوت کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ بچوں کی کفالت کی ذمہ داری بھی پڑ گئی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے بچوں کی کفالت اور تربیت کی غرض سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بھی پچاس سال تھی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی بھی۔

اہل طائف کو دعوت اسلام دینا

جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کفار مکہ کی طرف سے آپ ﷺ کو انتہائی سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور آپ ﷺ ان کے ایمان لانے سے

مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے مکہ کے اطراف کے لوگوں کو دعوت و تبلیغ پہنچانے کا ارادہ کیا کہ شاید وہ لوگ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرلیں، آپ ﷺ کو پناہ دیں اور آپ ﷺ کی ہر ممکن مدد کریں۔نبوت کے دسویں سال اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے طائف (جو مکہ سے تقریباً 60 میل کے فاصلہ پر ہے) کا سفر کیا۔آپ ﷺ نے اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی لے لیا۔ طائف کے راستہ میں جتنے بھی قبائل رہائش پذیر تھے آپ ﷺ انہیں دعوت اسلام پیش کرتے جا رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ طائف پہنچ گئے۔ طائف پہنچ کر آپ ﷺ نے وہاں کے سرداروں کو دعوت اسلام پیش کی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیااور اس کا الٹا جواب دیا۔آپ ﷺ انہیں چھوڑ کر عام لوگوں کے پاس گئے اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی۔پورے 10 دن آپ ﷺ نے اسی دعوت و تبلیغ میں گزار دئے لیکن ان میں سے کسی نے بھی آپ کی بات نہ مانی۔ آخر کار آپ ﷺ ناامید ہو کر واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا جو آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور آپ ﷺ پر پتھر برسا رہے تھے جبکہ زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو پتھروں سے بچانے کے لئے بھر پور کوشش کر رہے تھے جس کی وجہ سے ان کے جسم پر بھی کئی زخم آئے لیکن اوباش لڑکوں نے مسلسل اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے اور آپ ﷺ کا جوتا خون سے تر ہو گیا۔ انہوں نے یہ ظلم وستم کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے طائف سے 3 میل کے فاصلے پر واقع ربیعہ کے دو بیٹوں (عتبہ اور شیبہ) کے باغ میں پناہ لی اور اس باغ میں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے اس دوران اللہ ربّ العزّت کے حضور یہ دعا مانگی :-

(ترجمہ) ''اے اللہ، میں اپنی کمزوری، بے بسی اور لوگوں کے برے سلوک کا آپ ہی سے شکوہ کرتا ہوں۔ اے بے حد رحم کرنے والے، آپ ہی کمزوروں کے اور میرے رب ہیں، آپ نے مجھے کس کے حوالہ کیا ہے؟ اُس اجنبی کے جو میرے ساتھ انتہائی برا سلوک کرے

یا ایسے دشمن کے جس کو آپ نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا؟ اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں پھر بھی آپ کی طرف سے مجھے جو عافیت مل رہی ہے وہ میرے لئے بڑی کشادہ ہے۔ میں آپ کے چہرہ کے ایسے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے دنیا و آخرت کے تمام معاملات درست ہو جاتے ہیں۔ میں اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر آپ کا غضب نازل ہو یا آپ مجھ سے ناراض ہوں اور میں آپ کی رضا چاہتا ہوں یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں اور میں ہر کام میں آپ ہی کی مدد اور قوت کا طلب گار ہوں۔''

ربیعہ کے دونوں بیٹوں نے جب آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو انہیں آپ ﷺ پر بڑا ترس آیا۔ انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام عداس کو انگور کا ایک خوشہ دے کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا کہ اسے کھالیں۔ آپ ﷺ نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر انگور تناول فرمانا شروع کر دیئے۔ اس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے عداس بڑا متاثر ہوا اور آپ ﷺ سے اسلام کے متعلق چند سوال و جواب کرنے کے بعد کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

ایک دن عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا:۔''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو اُحد والے دن سے زیادہ بھاری گزرا ہو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔''جی ہاں'' طائف والا دن مجھ پر بہت بھاری گزرا۔ جب میں نے طائف والوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہاں سے پتھروں کے سوا مجھے کچھ نہیں ملا۔ میں ایک سڑک کے کنارے سر جھکائے چل رہا تھا اور طائف والوں کی طرف سے مجھ پر پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ جب میں قرنِ منازل (جگہ کا نام) پہنچا تو میں نے اپنے اوپر ایک بادل کو سایہ کئے ہوئے دیکھا جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ پہاڑوں پر مامور ایک فرشتہ بھی موجود تھا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:۔''اے اللہ کے رسول ﷺ، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کا طرز عمل دیکھ لیا اور آپ ﷺ کی دعا بھی سن لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے آپ ﷺ

جو چاہیں اسے حکم دیں، یہ اس کی تعمیل کرے گا۔اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا:۔ ''اے محمد ﷺ، آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔اگر آپ چاہیں تو میں ان دو پہاڑوں کے درمیان ان مشرک لوگوں (طائف والوں) کو پیس کر رکھ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''نہیں، مجھے امید ہے کہ اللہ عزّ وجل ان کی پشت سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (آپ ﷺ کی یہ تمنا پوری ہوئی اور فتح مکہ کے بعد طائف قبیلہ کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے)۔ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

آپ ﷺ کا مختلف مقامات پر تبلیغ کے لئے جانا

طائف سے واپس مکہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے دیگر قبائل کو دعوتِ اسلام دینا شروع کر دی۔ حج کا موسم قریب آ چکا تھا اور مختلف قبائل کے لوگ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ آنا شروع ہو گئے تھے۔آپ ﷺ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر اسے اسلام کی دعوت پیش کی۔آپ ﷺ نے جن قبائل کو جا کر دعوتِ اسلام پیش کی ان میں سے چند مندرجہ ذیل تھے : قبیلہ بنوکندہ ، بنو کلاب ، بنو حنیفہ اور متعدد قبائلِ عرب۔ لوگ عموماً آپ ﷺ کی تردید کیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔آپ ﷺ چاہتے تھے کہ اہل عرب، اسلام کے زیر سایہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیاب اور پر مسرت زندگی بسر کریں۔

چند خوش نصیب اشخاص کا اسلام قبول کرنا

رسول اکرم ﷺ نے جس طرح مختلف قبائل کے سامنے دعوت اسلام پیش کی اسی طرح فرداً فرداً بھی لوگوں کو دعوت اسلام پیش کی۔بعض خوش نصیب لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

سوید بن صامت رضی اللہ عنہ :

یہ عرب کے ایک شاعر تھے جو گہری سمجھ بوجھ رکھنے والے یثرب (مدینہ) کے

رہائشی اور شرف ونسب والے تھے۔ انہیں ان کی قوم نے سمجھ دار اور عقل مند ہونے کی وجہ سے کامل کا خطاب دے رکھا تھا۔ یہ حج وعمرہ کی غرض سے مکہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت پیش کی۔ انہوں نے کہا: جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ میرے پاس بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''تمہارے پاس کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''حکمت لقمان۔'' آپ ﷺ نے کچھ کلام پیش کرنے کا کہا تو اس نے کچھ کلام پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''یہ کلام یقیناً اچھا ہے لیکن جو میرے پاس ہے وہ اس سے بھی اچھا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔ یہ قرآن کریم سے اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً اسلام قبول کر لیا پھر یہ واپس مدینہ گئے جہاں جنگ بُعاث چھڑ گئی تھی۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ اس میں شہید کر دیئے گئے۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

اِیاس بن معاذ رضی اللہ عنہ:

یہ صحابی رضی اللہ عنہ بھی یثرب (مدینہ) کے باشندے تھے، جنگ بُعاث سے کچھ پہلے ان کے قبیلہ کا ایک وفد مشرکین مکہ سے مدد کی درخواست کے لئے آیا تھا یہ بھی اسی کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ جب آپ ﷺ کو ان کی آمد کا علم ہوا تو آپ ﷺ اس وفد کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا:۔ ''آپ لوگ جس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں کیا اس سے بہتر چیز قبول کر سکتے ہیں؟'' انہوں نے پوچھا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''میں اللہ عزّ وجل کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کے پاس یہ دعوت دینے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر اپنی ایک کتاب بھی اتاری ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی کہنے لگے: ''اے میری قوم، یہ واقعی اس سے بہتر ہے جس کے لئے تم لوگ یہاں آئے ہو۔'' ایاس رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور مدینہ جانے کے کچھ دن بعد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ :

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: ''تم ابھی ابھی مکہ جاؤ اور اُس شخص کے متعلق معلومات کرو جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغامات آتے ہیں اور پھر آ کر مجھے بتاؤ۔'' چنانچہ اُن کے بھائی مکہ گئے اور وہاں سے واپس آ کر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ شخص اچھے اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ایسا کلام پیش کرتا ہے جو اشعار نہیں ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے ابھی تسلی نہیں ہوئی میں خود جا کر اُس شخص سے ملتا ہوں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور مسجد حرام میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو پہچانتے تھے اور نہ ہی (خوف کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی سے سوال کر پا رہے تھے آخر کار رات ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں ہی لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر کہا: آپ اجنبی لگ رہے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں، میں اجنبی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ گھر چلو۔ ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل پڑے لیکن ان سے کوئی بات چیت نہ کی۔ اگلے دن پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا: ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر آپ رازداری سے کام لیں اور اس کے بارے میں میری راہ نمائی فرمائیں تو بتاؤں گا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے۔ میں نے کہا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک ایسا آدمی ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی کہتا ہے، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ بات تو بالکل درست ہے، وہ واقعی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ جہاں میں جاؤں تم بھی میرے پیچھے آنا۔'' چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوا دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں جو کچھ فرمایا اسے غور سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی گفتگو سے ہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا دل ایمان کی روشنی سے منور ہو گیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اب تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں بھی یہ(دین اسلام کا) پیغام پہنچاؤ۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:-''اے اللہ کے رسول ﷺ، (بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور آپ کا دعویٰ نبوت برحق ہے) میں اب اس راز کو گھڑی بھر بھی اپنے سینہ میں نہیں چھپا سکتا۔'' یہ کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس سے رخصت ہوئے اور مسجد حرام میں آ کر باآواز بلند یہ کلمہ پڑھنا شروع کر دیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(ترجمہ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے (سچے) رسول ہیں۔''

یہ سنتے ہی لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا یہاں تک آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے۔ تمہیں معلوم نہیں یہ قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے ہیں اور تم تجارت کی غرض سے ملک شام جانے کے لئے انہی کے قبیلہ کے پاس سے گزرتے ہو۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات سن کر لوگ انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اگلے دن پھر صبح ہوتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آ کر دوبارہ آپ ﷺ کی رسالت کا باآواز بلند اعلان کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ان کی جان چھڑائی۔ (بخاری)

اس کے بعد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور جب آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو یہ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔

حضرت ضماد ازدی رضی اللہ عنہ:

حضرت ضماد ازدی رضی اللہ عنہ یمن کے باشندے قبیلہ ازدشنوء ہ سے تعلق رکھتے تھے اور دم جھاڑ کیا کرتے تھے۔ جب یہ مکہ آئے تو وہاں کے لوگوں سے سنا کہ محمد ﷺ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ) ایک پاگل شخص ہیں۔ یہ سن کر حضرت ضماد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

کہا:-’’میں دم جھاڑ کر لیتا ہوں اور اللہ جسے چاہتے ہیں میرے ہاتھ سے شفایاب کر دیتے ہیں لہٰذا آپ مجھے اپنی کیفیت بتا یئے۔‘‘ حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کی بات سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-(ترجمہ)’’بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ہم اس کی ہی تعریفیں بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔‘‘ حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔جب تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کلمات دہرائے تو حضرت ضماد رضی اللہ عنہ نے کہا:-’’اللہ کی قسم،میں نے کاہنوں،شاعروں اور جادوگروں کی باتیں سنیں ہیں لیکن ایسا کلام میں نے کسی سے نہیں سنا۔‘‘ یہ کہہ کرآپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:-’’اپنا ہاتھ بڑھایئے میں اسلام لانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ چنانچہ حضرت ضماد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرکے اسلام قبول کرلیا اور پھر اپنی قوم کے پاس جاکر اسلام کی تبلیغ شروع کردی۔ (مسلم۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ:

طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ایک شاعر اور بڑی سمجھ بوجھ والے شخص تھے۔یمن کے قریب واقع قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ 11ھ نبوی میں یہ جب مکہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر ڈرایا کہ جب یہ مسجد حرام میں تشریف لائے تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر آئے تاکہ انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہی سنائی نہ دے۔جب یہ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز جب ان کے کانوں میں پڑی تو انہیں بہت اچھی لگی۔ یہ دل ہی دل میں کہنے لگے: میں کوئی بیوقوف تو نہیں ہوں۔ میں ایک سمجھ بوجھ رکھنے والا شاعر ہوں۔ مجھ سے اچھا اور برا چھپا نہیں رہ سکتا پھر کیوں میں اس شخص کی بات نہ سنوں۔ اگر اچھی ہوئی تو قبول کرلوں گا اور بری ہوئی تو اسے رد کردوں گا۔نماز پڑھنے

کے بعد جب آپ ﷺ گھر کی طرف چلے تو یہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے گھر میں داخل ہوگئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنا دین پیش کریں۔ آپ ﷺ نے دین اسلام پیش کیا اور قرآن کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہی طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا:۔ ''میری قوم میں میری بات خوب مانی جاتی ہے اور اب میں واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت پیش کروں گا۔ لہٰذا آپ ﷺ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے (ثابت قدمی کی) دعا مانگیے اور مجھے کوئی نشانی بھی عطا کیجئے۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ جب یہ اپنی قوم کے پاس پہنچے تو ان کا چہرہ چراغ کی طرح روشن ہو رہا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسے چہرہ کی بجائے کہیں اور منتقل فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے وہ روشنی ان کی لاٹھی میں منتقل کر دی۔ انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ والد اور بیوی نے فوراً اسلام قبول کر لیا لیکن ان کی قوم نے اسلام لانے میں کچھ تاخیر کی پھر جب صلح حدیبیہ کے بعد انہوں نے مدینہ ہجرت کی تو اس وقت ان کی قوم کے 80 گھرانے بھی ان کے ساتھ تھے۔ (سبل الھدٰی والرشاد)

آپ ﷺ کا سفر معراج

نبوت کے دسویں سال اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کی ہمت بڑھانے اور کفار کو دین اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے آپ ﷺ کو ایک عظیم معجزہ کے طور پر معراج کا شرف عطا فرمایا۔ اس سفر میں اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کو رات کے مختصر حصّہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کروا کر واپس مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''پاک ہے وہ (اللہ) جس نے راتوں رات اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی جس (مسجد اقصیٰ) کے اردگرد ہم نے برکت نازل کر رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ (اللہ) خوب سننے والا، ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل 17: آیت 1)

نبی کریم ﷺ نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:-''میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص (جبرئیل علیہ السلام) آئے اور انہوں نے میرا سینہ مبارک ناف تک چیرا، میرا دل نکالا اور زمزم کے پانی سے دھویا پھر سونے کے ایک طشت میں جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اس میں رکھ دیا پھر دل کو واپس سینہ میں رکھ کر سینہ کو سی دیا۔ اسکے بعد ایک جانور براق (بہت ہی تیز چلنے والا) لایا گیا۔ وہ جانور وہاں قدم رکھتا جہاں اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر چل دیئے یہاں تک کہ ہم بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) پہنچ گئے۔ میں نے بیت المقدس میں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھی پھر باہر نکل کر ہم دونوں چل دیئے یہاں تک کہ ہم نزدیک والے (پہلے) آسمان تک پہنچے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: دروازہ کھولو۔ (اندر سے) پوچھا گیا: ''کون ہے؟'' جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ''میں جبرئیل ہوں۔'' پوچھا گیا: ''تمہارے ساتھ اور کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''محمد ﷺ۔'' پوچھا گیا: ''کیا انہیں بلایا گیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''جی ہاں۔'' اندر والے فرشتہ نے کہا: ''مرحباً (خوش آمدید)'' اور دروازہ کھول دیا۔ میں اندر گیا۔ سوال وجواب کا یہی سلسلہ ہر آسمان کے دروازہ پر ہوا۔ پہلے آسمان پر آدم، دوسرے پر یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر یوسف، چوتھے پر ادریس، پانچویں پر ہارون، چھٹے پر موسیٰ اور ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان پیغمبروں سے ملاقات اور سلام و آداب کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس کی جڑ سے چار نہریں پھوٹتی ہیں۔ دو تو بند (ڈھانپی ہوئی) ہیں اور دو کھلی ہوئی ہیں۔ میں نے پوچھا: ''اے جبرئیل علیہ السلام یہ نہریں کیسی ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''بند نہریں تو جنت میں بہہ رہی ہیں اور کھلی نہریں (دنیا میں) نیل اور فرات ہیں۔'' پھر مجھے بیت المعمور بھی دکھایا گیا۔ اس کے بعد (اللہ تعالیٰ سے پردہ میں گفتگو ہوئی) مجھے میری امت کے لئے **50** نمازوں کی فرضیت کا تحفہ ملا۔ چنانچہ جب میں واپس آرہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا: ''آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا تحفہ ملا؟'' میں نے

کہا: ’’ہر دن رات میں 50 نمازیں فرض ہوئی ہیں۔‘‘ انہوں(موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: ’’آپ ﷺ کی امت 50 نمازیں ہر دن رات میں نہیں پڑھ سکے گی۔ مجھے بہت تجربہ ہے، میں بنی اسرائیل پر بہت کوشش کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ اپنے پروردگار کے پاس واپس جایئے اور اپنی امت کیلئے نمازوں میں کمی کی درخواست کیجئے‘‘ یہ سن کر میں واپس اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے 50 نمازوں میں سے 10 معاف کر دیں۔ میں لوٹ کر آیا تو پھر موسیٰ علیہ السلام ملے انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ میں پھر واپس گیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ 30 پھر 20 پھر 10 اور آخر میں 5 نمازیں فرض کر دی گئیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے دوبارہ جانے کو کہا۔ میں نے کہا: میں اپنے پروردگار سے کئی بار عرض کر چکا ہوں۔ اب مجھے اللہ تعالیٰ سے کمی کی درخواست کرتے ہوئے شرم آرہی ہے لہٰذا میں اس پر راضی ہوں۔‘‘ جب میں تھوڑا آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: ’’میں نے اپنا (50 نمازوں کا) حکم پورا کر دیا (5 نمازیں فرض کر کے) اپنے بندوں پر آسانی کر دی اور میں ہر نیکی (نماز) کا بدلہ دس گنا (بڑھا کر) دوں گا۔

(بخاری، مسلم۔ عن مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات آپ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئی ❶ پانچ نمازیں ❷ سورۂ بقرہ (2) کی آخری (دو) آیات ❸ آپ ﷺ کی امت میں سے ہر اس شخص کے کبیرہ گناہ معاف کرنے کا وعدہ جس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (مسلم)

اللہ عزّ و جل کی طرف سے یہ تحائف لے کر آپ ﷺ اسی رات واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے متعلق خبر دی جو اللہ عزّ و جل نے آپ ﷺ کو دکھلائیں تھیں تو کفار قریش نے اس سچائی (معجزہ) کو ماننے سے انکار کر دیا۔ کچھ کفار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا: اگر یہ بات آپ ﷺ نے کہی ہے تو بالکل سچ ہے۔ لوگوں نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ بھی ان کی

تصدیق کرتے ہیں۔؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:۔ ”میں تو اس سے بھی آگے کی بات کی تصدیق کرتا ہوں جو ان پر صبح و شام وحی کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔“ چنانچہ اسی وقت سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق پڑ گیا۔

جب کفار سے کوئی اور جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ مکہ سے بیت المقدس کا یکطرفہ سفر 40 دن کا ہے۔اتنا لمبا سفر راتوں رات طے کرنا کیسے ممکن ہے؟ مکہ کے جو لوگ بیت المقدس کا سفر پہلے کرتے رہتے تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے متعلق سوالات پوچھنا شروع کر دیئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس سے پہلے بیت المقدس کو دیکھا تھا اور نہ ہی اس کی نشانیوں کو یاد رکھا تھا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت المقدس کے درمیان سے تمام پردے ہٹا دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کو اپنے سامنے دیکھ کر کفار کے سوالوں کا جواب دیتے گئے۔(بخاری،مسلم)

سوالوں کا درست جواب ملنے پر کفار کی زبانیں بند ہو گئیں مگر پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے۔

(معراج کی تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر بنی اسرائیل 17: آیت 1 اور النجم 53: آیات 7 تا 18)

یثرب (مدینہ) کے لوگوں کو اسلام کی دعوت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دیگر قبائلِ عرب کے پاس جا کر ان کے سامنے دین اسلام کی دعوت پیش کیا کرتے تھے۔ نبوت کے گیارہویں سال حج کے موسم میں یثرب (مدینہ) سے ایک وفد کی آمد کی خبر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ یہ لوگ منیٰ میں جمرہ عقبہ کے قریب ایک گھاٹی میں ٹھہرے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارا تعلق یثرب کے قبیلہ خزرج سے ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگ یہود کے حلیف (مدد کرنے کا معاہدہ کرنے والے) ہو؟ انہوں نے کہا: ”جی ہاں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ”میں آپ حضرات سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“ انہوں نے کہا: ”ضرور کیجئے۔“

آپ ﷺ نے انہیں بتایا:۔ ''مجھے اللہ عزّ وجل نے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد ان کے سامنے اسلام کی حقیقت واضح کی اور قرآن مجید کی آیات پڑھ کر انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف دعوت دی۔'' آپ ﷺ کی دعوت سن کر وہ آپس میں کہنے لگے: ''یہ تو وہی نبی لگ رہے ہیں جن کے بارے میں یہود تمہیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔ کہیں وہ اسلام لانے میں تم سے سبقت نہ لے جائیں۔'' چنانچہ انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور کہنے لگے:''اب امید ہے کہ ہماری قوم کے باہمی جھگڑے ختم ہوجائیں گے۔'' انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ واپس جاکر اپنی قوم کو دعوت اسلام دیں گے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ آئندہ سال حج کے موقع پر دوبارہ آپ ﷺ سے ملاقات کریں گے۔

پہلی بیعت عقبہ

قبیلہ خزرج کے لوگوں نے اپنے وعدہ کے مطابق یثرب (مدینہ) واپس لوٹ کر اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت پیش کی جس کے نتیجہ میں نبوت کے بارہویں سال حج کے موسم میں اہل یثرب کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں منیٰ میں جمرہ عقبہ کے قریب ایک گھاٹی میں دین اسلام سکھایا اور فرمایا:

''مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔ چوری، زنا اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور نیکی کے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا، اس کا اجر اللہ ربّ العزّت کے پاس محفوظ ہے اور جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو اگر اسے دنیا ہی میں اس کی سزا دی جائے تو یہ اس کے لئے کفارہ ہو گی۔ اگر اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دے تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چاہے تو اسے سزا دے، چاہے معاف فرمادے۔'' (بخاری۔عن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ)

ان تمام باتوں پر ان لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بطور معلم (استاد) بنا کر ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے خوب دعوت و تبلیغ کی۔ ان کی تبلیغ

پر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ان کی دعوت و تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما جو قبیلہ بنو عبد الاشہل کے سردار تھے، مسلمان ہو گئے۔ ان کے بعد ان کا پورا قبیلہ بھی ایک ہی دن میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔اگلے سال حج کے موسم میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کامیابی کی خوشخبری لے کر مکہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ کئی نئے مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہیں یثرب کے اہل ایمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب (مدینہ) آنے کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تھا۔

دوسری بیعت عقبہ

نبوت کے تیرھویں سال حج کے موسم میں بہت سے مسلمان (مرد و عورتیں) مشرکین کے ساتھ مل کر حج کے لئے مکہ آئے۔ مکہ پہنچ کر ان مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے خفیہ رابطہ کیا اور ایام تشریق (11،12،13ذوالحجہ) کے درمیانی دن (یعنی 12 ذوالحجہ) کی رات کے آخری حصّہ میں جمرہ عقبہ کے پاس ایک گھاٹی میں جمع ہونے پر اتفاق کیا۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حسب دستور اس رات اپنی قوم کے ہمراہ اپنے خیموں میں سوئے تھے(کیوں کہ اس راز کو ہم نے اپنے مشرک ساتھیوں سے خفیہ رکھا تھا) تہائی رات گزر جانے کے بعد ہم ایک ایک دو دو آدمی کر کے اپنے خیموں سے نکل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طے شدہ گھاٹی میں پہنچ گئے۔ ہم سب گھاٹی میں جمع ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ عباس رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن وہ اپنے بھتیجے کے معاملہ میں ساتھ رہتے تھے تا کہ ان کے لئے مکمل اطمینان حاصل کر لیں۔ پہلے عباس رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں سے بات کی کہ دیکھو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے شہر میں اپنی قوم کے ساتھ عزت اور حفاظت کے ساتھ رہ رہے ہیں اگر تم انہیں اپنے پاس بلا رہے ہو تو کیا ان کی حفاظت کے وعدے کو نبھاؤ گے؟ اگر یہ ممکن نہیں تو پھر انہیں یہیں رہنے دو۔ ان کے جواب میں اہل یثرب میں سے ایک شخص حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ہم اپنے وعدے کو

نبھانے اور رسول اکرم ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کا مکمل ارادہ رکھتے ہیں۔اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ خود بات کیجئے اور ہم سے جو عہد و پیمان لینا چاہتے ہیں، لے لیجئے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے گفتگو کی اور سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور اسلام کی ترغیب دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ عہد و پیمان لیا کہ تم صرف اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ اس کے بعد بیعت ہوئی۔مَردوں نے باقاعدہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی اور عورتوں کی بیعت صرف زبان سے ہوئی۔آپ ﷺ نے ان سے مصافحہ نہیں کیا۔

بیعت کی شرائط:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، ہم کس بات پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:- "ان باتوں پر کہ تم (1) چستی اور سستی ہر حال میں میری بات مانو گے۔ (2) تنگی اور خوشحالی ہر حال میں (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کرو گے۔(3) نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔(4) اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے۔ (5) جب میں تمہارے پاس آجاؤں تو میری مدد کرو گے۔ جس طرح تم اپنی جان اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری بھی حفاظت کرو گے۔ یہ تمام کام کرنے پر تمہارے لئے جنت ہے۔" (مسند احمد، مستدرک حاکم)

جب شرط نمبر پانچ کا ذکر ہوا تو مزید وضاحت کی غرض سے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "جی ہاں، اس ذات کی قسم، جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ہم یقیناً اسی طرح آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" حضرت براء رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے بات ہو رہی تھی کہ حضرت ابو الْهَيْثَم بِنْ تَيِّهَان رضی اللہ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا:- "اے اللہ کے رسول ﷺ، ہمارے اور یہود کے درمیان کچھ عہد و پیمان ہیں۔ اس بیعت کے بعد یہ

تعلقات یقیناً ٹوٹ جائیں گے۔کہیں ایسا تونہیں ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائیں تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیں۔'' یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔''(نہیں) بلکہ آپ لوگوں کا خون میرا خون ہے اور آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں آپ لوگوں میں سے ہوں اور آپ لوگ مجھ میں سے ہو جس سے آپ جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا اور جس سے آپ صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا۔'' عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: ''اے لوگو، تمہیں معلوم ہونا چاہئے آپ ﷺ سے بیعت کے بعد تمہیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور تمہارے مالوں کا صفایا کر دیا جائے گا اور تمہارے شریفوں کو قتل کر دیا جائے گا۔اس وقت آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ تو نہیں دو گے؟ اگر اس طرح ہے تو ابھی سے چھوڑ دو کیونکہ پھر دنیا وآخرت میں رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔'' لوگوں نے کہا:''ہم مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کے باوجود آپ ﷺ سے عہد نبھائیں گے۔'' انہوں نے پوچھا:۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ،ہمیں اس کے بدلہ کیا ملے گا۔؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''تمہارے لئے جنت ہوگی۔'' لوگوں نے ایک آواز ہو کر کہا:۔''اللہ کی قسم ہم اس بیعت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی توڑ سکتے ہیں۔'' اس کے بعد تمام لوگوں نے ایک ایک کر کے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جب بیعت مکمل ہو گئی تو آپ ﷺ نے نو آدمی (اسعد بن زُرارہ، سعد بن ربیع، عبد اللہ بن رواحہ،رافع بن مالک، براء بن معرور،عبد اللہ بن عمرو،عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو رضی اللہ عنہم) اورخزرج سے تین آدمی (اسید بن حضیر،رفاعہ بن عبد المنذر اور سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہم)بطور نگران منتخب فرمائے اور انہیں بتایا کہ آپ لوگ اپنی قوم کے تمام معاملات میں میری طرف سے نقیب (اسلام کی تبلیغ کرنے والے) ہو جس طرح حواری عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نقیب تھے اور میں اپنی قوم (مسلمانوں) کا نقیب ہوں۔تمام لوگوں نے بخوشی قبول کر لیا۔(سیرت النبی ﷺ ۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مکہ سے مدینہ ہجرت

دوسری بیعت عقبہ کے بعد کفار نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیئے تو **رسول اکرم** صلی اللہ علیہ وسلم **نے فرمایا:۔** ’’(اے مسلمانو) میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں، میرا خیال تھا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ تو مدینہ (یثرب) تھا۔‘‘ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے بعد مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے بعد کئی مسلمانوں نے پے در پے چھپ چھپا کر ہجرت کی لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے کفار قریش کو چیلنج دیتے ہوئے بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ہجرت کی اور کسی قریشی کو ان کے سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔(بخاری)

اس طرح تمام مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی اور حبشہ ہجرت کرکے جانے والے مسلمان بھی مدینہ آ گئے اور مکہ میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، علی، صہیب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اور وہ کمزور مسلمان باقی رہ گئے جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی غرض سے سامانِ سفر تیار کرلیالیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:۔’’ذرا ٹھہرے رہو، امید ہے مجھے بھی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی) اجازت مل جائے گی۔‘‘ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی امید ہے؟‘‘ **آپ** صلی اللہ علیہ وسلم **نے فرمایا:۔**’’جی ہاں‘‘ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ٹھہرے رہے تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کریں۔ ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں جنہیں انہوں نے سفر ہجرت کی غرض سے خوب تیار کر رکھا تھا۔ (بخاری)

ہجرت کے دوران دشواریاں:

ہجرت کرنے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے یثرب جانے لگے تو کفار نے گھیر کر کہا: صہیب (رضی اللہ عنہ) جب تو مکہ میں آیا تھا تو مفلس وقلاش تھا۔ یہاں رہ کر تجارت کے ذریعہ تو مالدار بنا ہے اور آج یہاں سے سب مال لے کر جانا چاہتا ہے یہ کبھی نہیں ہو گا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا:۔ ’’اچھا اگر میں اپنا سارا مال ومتاع تمہیں دے دوں تب مجھے جانے دو گے؟‘‘ قریش نے کہا: ’’ہاں۔‘‘ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سارا مال انہیں دے کر یثرب (مدینہ) روانہ ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ واقعہ سن کر فرمایا: ’’اس تجارت میں صہیب رضی اللہ عنہ نے خوب نفع کمایا۔‘‘ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اور بچہ کے ہمراہ ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے سسرال والوں نے آ کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:۔ ’’تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو مگر ہماری لڑکی (حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا) کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے ہو۔‘‘ لہٰذا انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی چھین لی۔ اس پر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو غصہ آیا اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے سسرال والوں سے کہا: ’’جب تم نے اس عورت کو ہمارے آدمی سے چھین لیا ہے تو ہم ابوسلمہ کا بیٹا اس عورت کے پاس نہیں رہنے دے سکتے۔‘‘ چنانچہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والے آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹا چھین کر لے گئے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جو دین کے لئے ہجرت کرنا فرض سمجھتے تھے، بیوی اور بچہ کے بغیر اکیلے ہی یثرب (مدینہ) روانہ ہو گئے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا شوہر اور بچے کی جدائی میں روزانہ ابطح مقام (جہاں شوہر سے علیٰحدگی ہوئی تھی) پر جا کر روتی رہتی تھیں یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا۔آخر کار ان کے گھر والوں کو ان پر ترس آ گیا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنے سسرال والوں سے اپنا بچہ حاصل کیا اور مدینہ ہجرت کر گئیں۔راستہ میں ایک آدمی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔ وہ آپ رضی اللہ عنہا کو بحفاظت مدینہ پہنچا کر خود واپس مکہ آ گئے۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

قریش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دارالندوہ میں مشاورت

جب مسلمان ہجرت کر کے بحفاظت مدینہ پہنچ گئے تو کفار کو اپنے دین، اپنی

تجارت، اپنے وجود کے لئے خطرہ محسوس ہوا۔ لہٰذا اس خطرہ کی روک تھام کے لئے وہ ایک دن دار الندوہ (جو قصی بن کلاب کا مکان تھا) میں آپس میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔ اس مشاورت میں ابلیس بھی نجد کے ایک سردار کی صورت میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں لوگ رسول اکرم ﷺ کو ہجرت سے روکنے کے بارے میں مختلف مشورہ دینے لگے۔ ابو البختری نے مشورہ دیا کہ آپ ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا جائے۔ شیطان نے کہا: ''اگر آپ لوگوں نے انہیں قید میں ڈال دیا تو یہ بات ان کے ساتھیوں کو ضرور پہنچ جائے گی اور وہ دوسرے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر تم پر چڑھائی کر دیں گے اور تمہیں مغلوب کر دیں گے۔'' ابو الاسود نے مشورہ دیا: ''اسے اپنی سرزمین سے نکال دو اور اپنا معاملہ درست کر لو پھر ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا کہ یہ کہاں گیا۔'' شیطان کہنے لگا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کی بات کتنی عمدہ اور اس کے بول کتنے میٹھے ہیں؟ یہ کس طرح لوگوں کا دل جیت لیتا ہے۔ لہٰذا یہ جہاں بھی جائے گا لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ پھر وہ ان کی مدد سے تم پر چڑھائی کر دے گا اور جو چاہے گا تمہارے ساتھ سلوک کرے گا۔ پھر ابو جہل نے کہا: میری یہ رائے ہے کہ تم تمام قبائل قریش میں سے ایک ایک نوجوان لو اور وہ (تمام نوجوان) بیک وقت ننگی تلواروں سے رات کو ان پر سوتے میں حملہ کر دیں تو کوئی بھی انفرادی طور پر قتل کا مجرم نہیں سمجھا جائے گا اور اس طرح بنو عبد مناف (آپ ﷺ کے قبیلہ والے) اکٹھے ہو کر بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ شیطان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ابو جہل کی اس رائے کی خوب تعریف کی۔ پھر اتفاق رائے سے ابو جہل کی تجویز کے مطابق فیصلہ کیا گیا اور قریش اس رائے پر عمل کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

آپ ﷺ کی ہجرت

ان حالات کے پیش نظر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنے لگے: اے اللہ، مجھے کسی بہترین جگہ میں لے جایئے جہاں میں آپ کے دین کو صحیح طور پر پھیلا سکوں۔

فرمان الٰہی ہے:۔(ترجمہ) ’’اور (اے پیغمبر ﷺ یہ) دعا مانگا کریں کہ اے میرے رب، مجھے جہاں لے جایئے اچھی طرح لے جایئے اور جہاں سے نکالئے اچھی طرح نکالئے اور میرے لئے اپنے پاس سے مدد دینے والا غلبہ عطا فرمایئے۔‘‘ (بنی اسرائیل **17**: آیت **80**)

اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت کے منتظر تھے۔ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو قریش کے دارالندوہ میں جمع ہوکر آپ ﷺ کے خلاف سازش کی اطلاع دی اور عرض کیا: آج رات آپ ﷺ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور وہ چادر بھی نہ اوڑھیں جو آپ ﷺ حسب معمول رات کو سوتے وقت اوڑھا کرتے ہیں۔ اپنے بستر پر وہی چادر اوڑھا کر کسی اور کو سلادیں۔ دوپہر کے وقت آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل چکی ہے۔(بخاری) اس کے بعد آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کا پروگرام طے کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو دو سواریاں ہجرت کی غرض سے پہلے ہی تیار کر رکھی تھیں وہ عبداللہ بن اُریقط کے حوالے کیں جن سے پہلے ہی سے یہ طے کر رکھا تھا کہ وہ اُجرت لے کر انہیں یثرب (مدینہ) لے جائے گا۔ (بخاری) یہ شخص مکہ سے مدینہ کی طرف جانے والے راستوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ تین راتیں گزر جانے کے بعد وہ سواریاں لے کر ثور پہاڑ کے پاس پہنچ جانا۔اس کے بعد رسول کریم ﷺ واپس گھر آکر حسب معمول کام میں مصروف ہو گئے تاکہ قریش مکہ کو آپ ﷺ کے ہجرت کے پروگرام کا علم نہ ہو سکے۔ رسول کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز عشا کے بعد جلد سو جاتے اور آدھی رات کے بعد مسجد حرام میں جا کر نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ہجرت کی رات بھی آپ ﷺ عشا کی نماز پڑھنے کے بعد کسی دوسرے بستر پر سو گئے اور اپنے بستر پر اپنی چادر اوڑھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلا دیا۔سونے سے قبل آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطمینان دلا دیا تھا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) گھبرانا نہیں، اللہ تعالیٰ آپ (رضی اللہ عنہ) کی حفاظت فرمائیں گے۔ کفار قریش اپنے طے کردہ پروگرام کے مطابق آپ ﷺ کے گھر کے دروازہ

سے باہر جمع ہوکر آپ ﷺ کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے گھر سے نکلتے وقت ایک مٹھی مٹی لے کر سورہ یٰسین (36) کی آیت نمبر 9 پڑھ کر دروازہ کے باہر جمع ہونے والے کفار کی طرف پھینک دی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے چند لمحات کے لئے ان کی بینائی چھین لی اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ پائے۔ آپ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور انہیں ساتھ لے کر بحفاظت مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ثور پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے۔ ادھر کفار آپ ﷺ کے بیدار ہو کر گھر سے باہر نکلنے کے انتظار میں دروازے پر بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ دروازہ سے جھانک کر دیکھا تو آپ ﷺ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (جو اس وقت اٹھ کر بیٹھ گئے تھے) دیکھ کر حیران ہو گئے اور آپ ﷺ کے بحفاظت نکل جانے پر افسوس کرنے لگے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے بارے پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے معلوم نہیں'' اس بات پر کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو مارا اور گھسیٹ کر خانہ کعبہ میں لے جا کر کچھ دیر کے لئے قید کر دیا تاکہ آپ ﷺ کے بارے معلوم کر لیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی معلومات حاصل نہ ہوسکیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر ان کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے معلوم کیا۔ وہاں سے بھی انہیں کوئی خبر نہ ملی۔

اس کے بعد مشرکین سورج طلوع ہوتے ہی آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے یہاں تک کہ غارِ ثور کے قریب جا پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول کریم ﷺ کے غار میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بنا دیا تھا جسے مشرکین قریش دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص اس غار میں داخل ہوتا تو یہ جالا ضرور ٹوٹ جاتا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار کے منہ پر دشمنوں کو دیکھا تو آپ ﷺ سے عرض کیا: ''میں آپ ﷺ کی وجہ سے فکر مند ہوں کہ کہیں کفار اندر داخل ہو کر آپ ﷺ کو قتل نہ کر دیں۔'' اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ 9: آیت 40 نازل فرمائی۔ آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ)، ڈرو نہیں، اللہ (تعالیٰ)

ہمارے ساتھ ہے۔'' (بخاری)

غارِ ثور میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین دن تک ٹھہرے رہے۔ ان دنوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بھی یہیں آ کر رات گزارتے اور صبح ہونے سے پہلے واپس مکہ پہنچ کر قریش کے ساتھ اس طرح صبح کرتے جیسے کہ انہوں نے یہیں رات گزاری ہے۔ وہ آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی سازش کی بات سنتے تو رات کو آ کر آپ ﷺ کو بتا دیتے۔ ادھر طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سارا دن بکریاں چراتے اور جب رات کا ایک حصّہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کو دودھ پی لیتے پھر صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے وہ اپنی بکریوں کو عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قدموں پر ہانکتے ہوئے واپس مکہ پہنچ جاتے تاکہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں اور کفار کو ان کے بارے کوئی علم نہ ہو سکے۔ (بخاری)

نبوت کے تیرھویں سال یکم ربیع الاول (16 ستمبر 622ء) پیر کے دن رات کے وقت وعدہ کے مطابق عبد اللہ بن اُرَیقط دونوں سواریاں لے کر جبل ثور کے پاس آ گئے اور رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سوار کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

کفار قریش نے تین دن تک آپ ﷺ کو تلاش کرنے کی ناکام کوشش کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ جو محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ کر لائے گا اسے 100 اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ چنانچہ سراقہ بن مالک بن جعشم انعام کے لالچ میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں گھوڑے پر سوار ہو کر نکل پڑا۔ اس وقت آپ ﷺ غار ثور سے نکل کر یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور سراقہ نیچے گر گیا۔ پھر سوار ہو کر اس نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا لیکن ہر بار گھوڑے کے پاؤں زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ جب تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو سراقہ یہ سمجھ گیا کہ نبی کریم ﷺ کا معاملہ غالب آ کر رہے گا پھر اس نے اپنی جان کی امان طلب کی تو آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ

ٹھہر گئے۔ سراقہ ان کے پاس پہنچا اور بتایا کہ قریش نے یہ اعلان کر رکھا ہے اور اپنے بارے بتایا کہ وہ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے آیا تھا اور یہ وعدہ کیا کہ اب میں ہر حملہ آور کو پیچھے روکتا رہوں گا۔ آپ ﷺ کے حکم پر اسے امان دے دی گئی۔ پھر جب سراقہ واپس جا رہا تھا تو راستہ میں تلاش کرنے والے لوگوں سے یہی کہتا جا رہا تھا کہ میں ادھر تمام جگہ تلاش کر چکا ہوں۔ اس طرح اس نے آپ ﷺ کا پیچھا کرنے والوں کو واپس کر دیا۔ (بخاری)

آپ ﷺ کا یثرب (مدینہ) میں داخلہ

آپ ﷺ جب مکہ سے روانہ ہوئے تو یثرب (مدینہ) کے مسلمانوں کو آپ ﷺ کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ صبح ہوتے ہی یثرب سے باہر حَرّہ (مقام) پر آ کر آپ ﷺ کا انتظار کرتے اور دوپہر کو سخت دھوپ ہونے پر گھر واپس چلے جاتے۔ ایک دن اہل یثرب کافی انتظار کے بعد واپس اپنے گھروں کو جا چکے تھے کہ اچانک ایک یہودی نے اپنے گھر کی چھت سے آپ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے کہا:- ''اے عرب کے لوگو، جس کا تم انتظار کر رہے تھے، وہ آ رہے ہیں۔'' یہ سنتے ہی مسلمان آپ ﷺ کے استقبال کے لئے جوق در جوق گھروں سے نکل آئے۔ لڑکے زور زور سے کہنے لگے: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ، رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، محمد ﷺ تشریف لے آئے۔'' یثرب (مدینہ) کی معصوم بچیاں دف بجا کر خوشی کے گیت گانے لگیں۔

8 ربیع الاول بروز پیر (23 ستمبر 622ء کو) آپ ﷺ قبا پہنچے اور حرہ مقام پر لوگوں سے ملاقات کی۔ اس کے بعد قبا (جو مدینہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے) میں قیام کیا اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو آج بھی مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ 4 دن وہاں قیام کرنے کے بعد 12 ربیع الاول 1ھ جمعہ کے دن آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے ننھیالی قبیلہ بنو نجار کی معیت میں مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب آپ ﷺ بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچے تو جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے وہیں جمعہ کی نماز پڑھائی جس میں تقریباً ایک سو افراد شریک تھے۔ (بخاری)

جمعہ کی نماز کے بعد آپ ﷺ یثرب (مدینہ) کی جانب رواں دواں ہوئے تو دوبارہ لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے جوق درجوق جمع ہو گئے۔ ہر گھر اور گلی سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح کی آواز بلند ہو رہی تھی۔آپ ﷺ یثرب(مدینہ) کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے لوگوں نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں یثرب کو **مدینۃ النبی** (نبی کریم ﷺ کا شہر) کہنا شروع کر دیا۔اسی دن سے یثرب کا نام مدینہ پڑ گیا جو بعد میں مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔اس وقت مدینہ کی بچیاں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:۔"جنوبی کناروں کی طرف سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔یہ کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے۔ ہم پر اللہ کا شکر کرنا واجب ہے۔ اے ہماری طرف بھیجے گئے (نبی ﷺ) آپ ایسا دین لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت واجب ہے۔"

آپ ﷺ انصار کے جس محلّہ سے بھی گزرتے لوگ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر عرض کرتے:۔ "اے اللہ کے پیغمبر ﷺ، ہمارے ہاں تشریف لائیے۔" لیکن آپ ﷺ فرماتے:۔"اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔" آپ ﷺ کی اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ پر جا کر بیٹھ گئی جہاں اس وقت مسجد نبوی ہے۔آپ ﷺ جیسے ہی اونٹنی سے نیچے اترے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو اپنے اپنے گھر لے جانے کے لئے درخواستیں کیں۔ اتنے میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اونٹنی کا کجاوہ اٹھایا اور اپنے گھر لے گئے پھر انہوں نے آپ ﷺ کی خوب مہمان نوازی کی۔

رسول اکرم ﷺ کی ہجرت وہ عظیم واقعہ تھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کے بعد اسی سال سے سنہ ھ کا آغاز کیا گیا۔

آپ ﷺ کا اہل مدینہ سے پہلا خطاب

رسول اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کو یہ پہلا خطبہ ارشاد فرمایا:

"میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں اور اُسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ہم اپنے نفس کے فتنوں اور برے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کردے اور جسے چاہے اپنے فضل سے ہدایت دے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ

کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں۔سب سے بہتر کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) ہے۔ وہی شخص فلاح پاتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ زینت بخشتا ہے اور اُسے کفر سے ہٹا کر اسلام میں داخل کرتا ہے اور پھر وہ (اللہ) اس شخص کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اب ہدایات اسلام کے علاوہ تمام بدعات (دین میں نئی باتیں داخل کرنے) اور منکرات (بُرے کاموں) کو رد کردے کیونکہ قرآن مجید سے بہتر کوئی کلام نہیں ہے اور یہ ہر طرح کے شکوک وشبہات سے پاک ہے۔ لہٰذا تم اس کے احکامات کی تبلیغ کرو اور دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرو۔ جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بھلائی کرنے کے لئے چن لیتا ہے اوراُسے نیک بنا دیتا ہے۔ سب سے بہترین بات یہ ہے کہ تم دوسروں کو قرآن مجید کے احکام سکھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اورتم تقویٰ اختیار کرو اور ہمیشہ سچ بولو۔ جب بھی گفتگو کرو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف متوجہ ہے۔ جب بھی وعدہ کرو تو اُسے پورا کرو کیوں کہ جو وعدہ خلافی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہے۔'' (بیہقی۔عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

زرارہ بن اوفی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے (یہود کے بڑے عالم) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے اور میں بھی انہی میں شامل ہو گیا۔ جب میری نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پڑی تو میں سمجھ گیا کہ اتنے حسین چہرے والا شخص کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔سب سے پہلے جو کلام میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا وہ یہ تھا۔ ''اے لوگو، سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رحم (رشتہ داری) کو ملاؤ (رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو) اور اس وقت اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں (یعنی تہجد کی نماز پڑھو) تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہود کے بڑے عالم تھے) نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کی خبر سنی تو اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں ایسی تین چیزوں کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کرنا چاہتا ہوں جنہیں نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (1) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ (2) اہل جنت کا سب سے پہلے کھانا کیا ہو گا؟ (3) بچہ اپنے باپ یا ماں کے مشابہہ کیوں ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ابھی جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتایا ہے۔ قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہو گی جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لا کر جمع کر دے گی۔ اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی ہو گی۔ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہہ ہوتا ہے۔“ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ جوابات سنتے ہی کہنے لگے: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزّ وجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔“ پھر عرض کرنے لگے: ”اے اللہ کے رسول ﷺ، یہود بڑے جھوٹے اور بہتان باز لوگ ہیں۔ لہٰذا میرے اسلام لانے کی خبر دینے سے پہلے آپ ﷺ ان سے میرے متعلق پوچھیں (تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا)“ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ خود ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے چند یہودیوں کو بلا کر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے: وہ تو ہمارے عالم، ہمارے عالم کے بیٹے اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ ایمان لے آئیں تو (تم بھی ایمان لے آؤ گے)“ کہنے لگے: اللہ ان کو اسلام لانے سے بچائے رکھے۔ اتنے میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور زبان سے کلمہ شہادت پڑھا۔ اسی وقت وہ یہودی شرمندہ ہو کر کہنے لگے: عبد اللہ تو ہم سب میں سے برا آدمی ہے، برے آدمی کا بیٹا ہے اور مزید برا بھلا کہنے لگے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ (دیکھا آپ ﷺ نے) میں اسی بات سے ڈرتا تھا۔ (بخاری)

حضرت علی، اہل بیت رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں کی ہجرت

آپ ﷺ کی ہجرت کرنے کے تین دن بعد تک علی رضی اللہ عنہ مکہ میں رہے۔

آپ ﷺ نے ان کے پاس جو امانتیں لوگوں کو واپس کرنے کے لئے رکھوائی تھیں وہ انہوں نے واپس کیں اور پھر ہجرت کر کے قبا میں ہی آپ ﷺ سے آ ملے۔ جب آپ ﷺ مدینہ میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو مکہ بھیجا تاکہ وہ اہل بیت (یعنی آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ، بیٹیاں اُم کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن، خادمہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا اور منہ بولے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ) کو مدینہ لے آئیں۔ جب یہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما اہل بیت کو لے کر آنے لگے تو ان کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال بھی آ گئے۔ اس کے علاوہ دیگر کمزور مسلمانوں نے بھی اپنا مال و دولت چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت کے بعد مسلمانوں کے ہاں پیدا ہونے والا پہلا بچہ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ جب قبا (مقام میں) پہنچیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ایک بچہ جنم دیا جسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھایا، ایک کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی، اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ یہ پہلا بچہ تھا جو مسلمانوں کے ہاں ہجرت کے بعد پیدا ہوا۔ اس سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اس لئے کہ کہا جا رہا تھا یہودیوں نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اب ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ (مسلم)

مدینہ میں مہاجرین کو پریشانیوں کا سامنا

مہاجرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی اور وہ بخار اور مختلف امراض میں مبتلا ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے اللہ عزّ وجل سے یہ دعا مانگی:-

''اے اللہ، ہمارے لئے مدینہ کو اسی طرح محبوب بنا دے جیسے کہ ہمیں مکہ سے محبت ہے یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مد (غلہ ناپنے کے پیمانے) میں برکت پیدا فرما۔'' اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور مسلمانوں کو ہر طرح کی بیماریوں سے نجات عطا فرما دی۔ (بخاری۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ کی سرگرمیاں

مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ مدینہ کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے لئے دینی اور دنیاوی کاموں کو منظّم کرنے کا کام بھی شروع کر دیا۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

مدینہ کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنایا۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے لئے جو جگہ پسند فرمائی وہ جگہ دو یتیم بچوں (سہل اور سہیل رضی اللہ عنہما) کی ملکیت تھی۔ آپ ﷺ نے ان بچوں کو اس جگہ کی قیمت ادا کر کے وہ جگہ مسجد کے لئے خرید لی اس میں چند مشرکین کی قبریں اور کچھ کھجور کے درخت تھے۔ آپ ﷺ نے وہ قبریں اکھڑوا دیں اور درخت نکلوا کر قبلہ کی جانب لگوا دیئے اور مسجد نبوی کی باقاعدہ تعمیر شروع کر دی۔ مسجد کی تعمیر کے لئے رسول اکرم ﷺ خود بھی مہاجرین اور انصار کے ساتھ پتھر اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور زبان مبارکہ سے یہ کلمات کہہ رہے تھے :- ''اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے آپ انصار و مہاجرین کو بخش دیجئے۔'' مسجد کی بنیادوں کے لئے تقریباً 3 ہاتھ گہرے گڑھے کھدوائے۔ آپ ﷺ نے مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے تعمیر کرائیں اور اس کی چھت میں کھجور کے درخت کے پتے استعمال کیے۔ مسجد نبوی کے 3 دروازے لگوائے اور زمین پر ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں ڈلوا دیں۔ (بخاری)

مسجد نبوی میں ایک چبوترہ بھی بنایا جہاں پر اصحاب صُفّہ کی رہائش کا اہتمام کیا گیا۔ یہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن کا مدینہ میں کوئی مکان، مال اور اہل وعیال نہیں تھے۔ یہ دن میں محنت مزدوری کرتے اور رات یہاں آ کر عبادت کرتے اور مسجد کے اطراف میں آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات حضرت سودہ بنت زمعہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے لئے حجرے بھی بنوائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسجد نبوی کی تعمیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے اس کی دیواریں پتھروں

سے تعمیر کروادیں لیکن اس کی چھت میں وہی چیزیں استعمال کروائیں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں ہوئی تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی میں نہ صرف کافی توسیع کی بلکہ اس کی دیواروں میں بھی نقش ونگار والے پتھر استعمال کروائے اور اسکے علاوہ مسجد کے فرش میں بھی پتھر کی سلیں لگوائیں۔ (ابوداؤد۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

اذان کا اہتمام:

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد مسلمان باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں حاضر تو ہوتے لیکن اس کے لئے وقت کا اندازا لگایا کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو مصروفیت کی بنا پر نماز کا اصل وقت گزر جانے پر کافی پریشانی کا سامنا تھا۔ ایک دن آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی نشانی رکھی جائے جس سے سب کو نماز کے وقت کا پتہ چل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے پیش کی کہ نماز کے وقت کسی آدمی کو بھیجا جائے جو بلند آواز سے یہ کہے کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا پھر جب رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم سو گئے تو عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان سکھائی گئی، انہوں نے صبح آپ ﷺ کو خواب بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:- ''یہ سچا خواب ہے۔'' انہیں حکم دیا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات سکھا دیں تا کہ وہ ان الفاظ کے ذریعہ اذان دیں اس لئے کہ ان کی آواز زیادہ بلند تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہنا شروع کی، اذان کی آواز سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور کہا: ''اللہ کی قسم، میں نے بھی خواب میں یہی اذان سنی ہے۔'' لہٰذا اس دن سے اذان اسلام کا ایک شعار (اوقات نماز کی اطلاع کا طریقہ) بن گئی۔ (ترمذی)

مسجد نبوی ﷺ کے فضائل

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

1. ''تین مساجد یعنی مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اپنی اپنی جگہ فضیلت رکھتی ہیں۔'' (بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)
2. ''مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔'' (بخاری، مسلم)

❸ ''(مسجد نبوی میں) میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' (بخاری، مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ فضیلت والی ہے یا مسجد قبا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''مسجد نبوی زیادہ فضیلت والی ہے۔''(ترمذی۔عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ)

مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارا

فرمان الٰہی ہے: ۔ (ترجمہ)''اور (یہ مال فے ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان (مہاجرین) کے آنے سے پہلے ہی ایمان لا کر یہاں (مدینہ میں) مقیم تھے۔ وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں چاہے خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔'' (الحشر 59: آیت 9)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے تمام مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت اور بھائی چارا قائم فرما دیا۔ انصار نے پہلے ہی اپنے مہاجرین بھائیوں کے لئے خوب قربانیاں دیں۔ انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا، اپنے کاروبار میں شریک کیا اور اپنی ایک سے زائد بیویوں کو طلاق دے کر اپنے مہاجرین بھائیوں کو ان سے نکاح کرنے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بھائی چارا قائم کرنے کے بعد ان کے آپس کے تعلقات مزید پختہ ہو گئے وہ قرابت (رشتہ) داروں کے بجائے اپنے ان بھائیوں سے زیادہ محبت کرنے لگے یہاں تک کہ یہ مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ بعد میں وراثت کی آیت (الانفال 8: آیت 75) نازل ہونے پر رشتہ داروں کو وارث بنا دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:۔''یہ میرا بھائی ہے۔'' اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو اپنا بھائی بنایا۔ اسی طرح

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ (بخاری۔عن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ)

مہاجرین سے انصار کی محبت کی یہ انتہا تھی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے باغات پیش کئے کہ یہ ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر انہوں نے کہا: اچھا آپ لوگ (مہاجرین) ہمارا کام کردیا کریں تو ہم پھلوں میں آپ کوشریک (حصہ دار) کرلیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا۔

(بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ انصار میں سے بڑے مالدار شخص تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میرا جتنا بھی مال ہے آدھا تقسیم کرلو، میری دو بیویاں ہیں ان میں سے تمہیں جو پسند ہو مجھے بتا دو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، عدت گزر جانے کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔'' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل و عیال میں برکت فرمائے، آپ رضی اللہ عنہ مجھے صرف بازار کا پتہ بتا دیں۔'' انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بنوقینقاع کے بازار کا پتہ بتا دیا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تجارت کرنا شروع کر دی، چند ہی دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا مال عطا فرمایا کہ انہوں نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کرلیا۔ (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

انصار اور مہاجرین کے درمیان معاہدہ

مدینہ کے انصار و مہاجرین اور یہود کے درمیان بھائی چارا اور امن قائم رکھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ کے گھر پر ملاقات (میٹنگ) رکھی جس میں تمام شرکا سے حلف لیا گیا۔ دو معاہدے بھی کئے گئے ۔ان میں سے ایک معاہدہ مدینہ کے مسلم انصار اور مکہ کے مسلم مہاجرین کے درمیان تھا جس میں یہ نکات تحریر کروائے گئے: ''چونکہ مکہ کے مہاجر اور مدینہ کے انصار دونوں اسلامی حکم کے اعتبار سے ایک ہی قوم ہیں اس لئے ان میں سے کسی کا تعلق خواہ مکہ کے کسی قبیلہ سے ہو یا مدینہ کے، تمام مسلمان اپنے معاشی اور دیگر معاملات میں اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا خیال رکھیں اور کسی مسلمان بھائی کو جب

بھی کسی تنگی کا سامنا ہو تو دوسرا مسلمان بھائی اس کی مدد کرنے میں جلدی کرے۔ کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کے درمیان ظلم اور فتنہ و فساد کا ذریعہ نہ بنے نہ ہی کسی غیر مسلم کا مددگار بنے نہ ہی جنگی حالات میں کسی غیر مسلم کی مدد کرے، خواہ وہ غیر مسلم اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ ہر مسلمان اپنے غریب پڑوسی کی مدد کرے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ذمہ داری ہے اور کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ قتل نہ کرے۔ بعض مسلمان یہودیوں کے غلام ہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کو جلد آزاد کرانے میں مدد کریں۔ کوئی مسلمان کسی مشرک کو پناہ نہ دے اور نہ ہی مشرک کو کسی مسلمان پر ترجیح دے۔ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے ہاتھوں بغیر ارادہ کے قتل ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو دوسرے مسلمان بطور انصاف اس کے اہل خانہ کو دیت لینے پر راضی کرنے کی کوشش کریں اور قصاص و انتقام پر اصرار نہ کریں۔ ہر مسلمان کامل مسلمان ہے اس لئے اس کا دین اسلام پر قائم رہنا ضروری ہے اور اگر کسی مسلمان سے کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرے اور احکامِ اسلام کی پابندی کرے ورنہ اس کے برعکس عمل کرنے پر وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک گناہ گار ٹھہرے گا اور دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا۔'' (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

ان نکات کو آپ ﷺ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے سامنے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی یہ بھائی چارگی تاریخ کی سب سے بڑی بلند چوٹی تک پہنچ گئی تھی۔ مشرکین میں سے اکثر سردار مسلمان ہو چکے تھے اور باقی ماندہ میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو سکیں۔

مدینہ کے یہود سے معاہدہ

دوسرا معاہدہ آپ ﷺ نے یہود سے کیا جو مدینہ اور اس کے اطراف میں آباد تھے، اس معاہدہ میں یہ نکات تحریر کروائے گئے: مدینہ کے یہودی اس بات پر متفق ہو جائیں کہ وہ مسلمانوں سے کبھی بھی جنگ نہیں کریں گے۔ مدینہ اور اسکے آس پاس کے یہودی

مسلمانوں کے ساتھ مِل جُل کر پیار و محبت کے ساتھ رہیں گے۔ مسلمان اپنے دین اسلام پر اور یہودی اپنے دین پر قائم رہیں گے۔ ان کے مذاہب الگ الگ سہی مگر وہ ایک دوسرے کے دینی معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔ اگر وہ (دونوں فریق میں سے کوئی) ایک دوسرے کو قتل کردیں تو ان کے درمیان انصاف سے کاروائی کی جائے گی اور مدینہ کے یہودی اور مسلمان انصار ومہاجرین کے درمیان اس معاہدہ کی شرائط وہی ہوں گی جو بنی عوف کے یہود اور مسلمانوں کے درمیان طے ہوئیں تھیں۔ مدینہ کے آس پاس والے یہودیوں کے علاقے مسلمانوں کی تحویل (کنٹرول) میں رہیں گے۔ وہاں سے کسی یہودی کو جانے کے لئے محمد (ﷺ) کی اجازت لینا ضروری ہو گی اور یہودیوں کی مکمل حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہو گی۔ اس معاہدہ کے مطابق مدینہ کے کسی شخص پر کسی قسم کا بلا وجہ دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔ یہودی اور مسلمان جو اس معاہدہ میں شریک ہیں وہ اب اس طرح رہیں گے جیسے ایک ہی گھر کے لوگ رہتے ہیں۔ اگران میں کوئی اختلاف یالڑائی جھگڑا ہو جائے تو محمد (ﷺ) ان میں فیصلہ کریں گے۔ کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دی جائے گی جب تک کہ اُس کا جرم ثابت نہ ہوجائے۔ معاہدہ کے مطابق تمام لوگ برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پرہیزگاروں کی حفاظت فرماتا ہے۔ مدینہ میں ہر شخص کو امن و امان کے ساتھ رہنے کی اجازت ہوگی جب تک کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو معاہدہ کے مطابق منع کیا گیا ہو۔'' (بخاری۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

اس معاہدہ کے ذریعے مدینہ کے سارے باشندے مسلمان، مشرک اور یہودی ایک ہی لڑی میں پرو دیئے گئے۔ مدینہ اور اس کے اطراف میں ایک ایسی اسلامی حکومت قائم ہوگئی جس میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ نافذ تھا اور اس کے سربراہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

قریش کی اسلامی حکومت ختم کرنے کی کوششیں

جب آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی اور آس

پاس کے لوگوں سے معاہدے کر کے ایک پر امن ماحول بنا دیا تو قریش کو اپنی حکومت کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے خاتمہ کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ سب سے پہلے انہوں نے اہل مدینہ کو دھمکی آمیز خط لکھا کہ مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں مدینہ سے باہر نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم (اہل قریش) تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو قیدی بنا لیں گے۔ یہ خط جب مدینہ میں رہنے والے مشرکوں نے پڑھا تو وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تیاری کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی تو وہ اپنے برے ارادہ سے باز آ گئے۔ (ابوداؤد)

دوسری طرف سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ گئے اور وہ ابوصفوان امیہ بن خلف کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ اچانک ان کے سامنے ابوجہل آ گیا۔ اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ تم نے اپنے ہاں بے دین لوگوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور مکہ میں امن کے ساتھ گھوم رہے ہو۔ سنو، اللہ کی قسم، اگر تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو تم واپس اپنے گھر صحیح سلامت نہیں جا سکتے تھے۔ ابوجہل کی یہ بات مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنے کا اعلان تھا۔ (بخاری)
اس کے ساتھ ساتھ قریش نے مدینہ کے یہود سے بھی تعلقات قائم کر لئے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ جب مدینہ کے یہود نے انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا تو انہوں نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی: ''اے مسلمانو، تم یہ نہ سمجھنا کہ تم مکہ سے ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل گئے ہو۔ ہم یثرب (مدینہ) آ کر بھی تمہارا خاتمہ کر دیں گے۔ ان حالات میں مدینہ میں مسلمانوں کو مختلف خطرات لاحق ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت اپنے ساتھ ہتھیار رکھنے لگے اور آپ ﷺ کے پہرے کا بھی انتظام کر دیا یہاں تک کہ اللہ عزّ وجل نے المآئدہ 5 : آیت 67 نازل فرمائی:- (ترجمہ) ''(اے پیغمبر ﷺ)، اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ اللہ عزّ وجل نے خود میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ (ترمذی)

یہ حالات تقاضا کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو کفار سے جنگ کی اجازت دی جائے۔ اللہ ربّ العزّت نے ان مسلمانوں کو جو **14** سال تک ظلم و ستم برداشت کرتے رہے تھے ان کی حالت پر رحمت فرماتے ہوئے انہیں دشمن سے اپنا دفاع کرنے کی اجازت عنایت فرما دی۔مسلمانوں کو اپنے دفاع کی اجازت ملنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔اس سے پہلے ''عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو پونے تین سال تک وعظ و نصیحت کے بعد حکم دیا تھا کہ اپنے کپڑوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو (کر دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار ہو) جاؤ۔'' (لوقا 36 : 22)

مسلمانوں کو جنگ کی اجازت

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''جن (مومنوں) سے (کفار) جنگ کر رہے ہیں۔ اب انہیں بھی مقابلہ (دفاع) کی اجازت دی جاتی ہے، اس لئے کہ ان پر ظلم ہوتا رہا ہے۔ بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا صرف ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے۔ اگر اللہ ایک دوسرے سے لوگوں کو نہ ہٹاتا رہتا تو چھوٹے بڑے گرجے، یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مساجد جن میں اللہ کو کثرت سے یاد کیا جاتا ہے مسمار کر دی جاتیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ بے شک اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' (الحج **22**: آیات **39** تا **40**)

جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی تو اللہ عزّ وجل نے ان حالات میں مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی۔ جنگ کی اجازت ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ فوجی گشت کا انتظام کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کو گشت کے لئے روانہ کرتے اور اس کا امیر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بنا دیتے۔اسے سریہ کہا جاتا ہے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مشرکین سے جنگ کے لئے نکلا کرتے تھے اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔ان سرایا اور غزوات کے مقاصد یہ تھے:

1. دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگانا اور مدینہ کے اطراف کو محفوظ رکھنا تاکہ دشمن اچانک ان پر حملہ نہ کر سکے۔

❷ قریش کے تجارتی قافلوں کو چھیڑ کر ان پر یہ دباؤ ڈالنا کہ اگر انہوں نے اسلام اور مسلمانوں سے صلح نہ کی تو ان کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔

❸ مدینہ کے آس پاس کے قبائل کے ساتھ دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرنا۔

❹ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا اور قول و عمل کے ذریعے اسلام کی دعوت پیش کرنا۔

اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے سب سے پہلا سریہ رمضان 1ھ میں اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا جسے سریہ سیف البحر کہا جاتا ہے۔ اس میں کل تیس (30) مہاجرین تھے۔ یہ قریش کے ایک قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے نکلے جو ابو جہل کی کمان میں شام سے واپس آرہا تھا۔ دونوں فریق جنگ کے لئے تیار ہو چکے تھے لیکن مجدی بن عمرو جہنی نے دونوں میں بچاؤ کرا دیا۔ اس طرح یہ جنگ ٹل گئی۔ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا سریہ اور پہلا فوجی عمل تھا۔ اسلام کا جھنڈا سفید اور اس جھنڈے کو اٹھانے والے ابو مرثد کنانہ بن حصین رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے بعد پے در پے فوجی دستے روانہ کئے گئے۔ صفر 2ھ میں 70 مہاجرین کے ساتھ بذات خود آپ ﷺ پہلی مرتبہ ابواء (مقام) تک تشریف لے گئے لیکن کسی سے سامنا نہ ہوا۔ ادھر مشرکین نے مسلمانوں کو پریشان کرنے کی غرض سے کُرز بن جابر فہری کی قیادت میں مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور مسلمانوں کے کچھ جانور بھی ساتھ لے گئے۔ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ستر (70) مہاجرین کو ساتھ لے کر بدر کے اطراف میں واقع وادی سفوان تک ان کا پیچھا کیا لیکن کُرز بن جابر اپنے ساتھیوں سمیت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اسی وجہ سے اس واقعہ کو ''غزوۂ بدر اولیٰ'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں اور قریش کے درمیان چھوٹے چھوٹے معرکے ہوتے رہے آخر کار ایک فیصلہ کن معرکہ پیش آیا جسے غزوۂ بدر کبریٰ کہا جاتا ہے۔

قبلہ کی تبدیلی

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا

دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ اب آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرلیں اور آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیرلیں۔'' (البقرہ 2: آیت 144)

مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے 17 ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی مگر آپ ﷺ کی تمنا یہ تھی کہ بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کر دیا جائے۔اس لئے آپ ﷺ بار بار آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے تھے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بھی بیت اللہ تھا۔ آخر آپ ﷺ کی تمنا پوری ہو گئی۔ آپ ﷺ 15 رجب 2ھ منگل کے دن بنو سلمہ کی مسجد میں نمازِ ظہر کی دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبلہ کی تبدیلی کا حکم آ گیا۔ آپ ﷺ نے باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھائیں۔ اسی وجہ سے اس مسجد کو مسجدِ قبلتین (دو قبلوں والی مسجد) کہا جاتا ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے تھے۔ تحویلِ قبلہ کے بعد سب سے پہلی (مکمل) نمازِ عصر پڑھی گئی۔ (بخاری)

قبا والوں کو دوسرے دن فجر کی نماز کے دوران ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آکر اطلاع دی کہ رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبلہ تبدیل کرنے کا حکم ملا ہے (اور آپ ﷺ نے قبلہ تبدیل بھی کرلیا ہے) اس لئے سب نمازیوں نے نماز ہی کی حالت میں بیت المقدس کی طرف سے رخ بدل کر بیت اللہ کی طرف کرلیا۔(نسائی)

غزوۂ بدر کبریٰ

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) '' اور اللہ نے (غزوۂ) بدر میں تمہاری مدد کی جب کہ تم نہایت کمزور تھے۔ اس لئے اللہ (کے عذاب) سے ڈرتے رہو تاکہ تم (اس کی نعمتوں کا) شکر ادا کرو۔'' (ال عمران 3: آیت 123)

غزوۂ بدر جمعہ کے دن 17 رمضان المبارک 2ھ میں ہوئی۔ یہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلی فیصلہ کن جنگ تھی۔

غزوۂ بدر کا سبب:

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سربراہی میں ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس آرہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو ان کا پتہ لگانے کے لئے شمال کی جانب روانہ کیا۔ یہ دونوں مقام حَوراء میں ٹھہرے رہے۔ جب حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا قافلہ وہاں سے گزرا تو انہوں نے فوراً مدینہ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں عام اعلان کروادیا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے تجارتی سامان لے کر آرہا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے صرف چالیس افراد ساتھ ہیں لہٰذا اس کے لئے نکل پڑو۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو بطور غنیمت تمہارے حوالے کردے۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نکلنے کا حکم تو دیا لیکن واجب قرار نہیں دیا۔ یہی عمل غزوۂ بدر کا سبب بنا۔

مسلمانوں کی تعداد:

رسول اکرم مدینہ سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر جب میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے تو مسلمانوں کی کل تعداد **313** تھی۔ پورے لشکر کے پاس صرف **2** گھوڑے اور **70** اونٹ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر روانہ ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (جو نابینا تھے) کو مدینہ کا منتظم بنایا لیکن مقام روحاء پر پہنچ کر حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا منتظم بنا کر روانہ فرمایا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے پاس تین جھنڈے تھے جن میں سے ایک سفید رنگ کا جھنڈا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیا اور دو سیاہ رنگ کے جھنڈے تھے۔ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

لشکر سمیت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بحفاظت نکلنا اور مکہ میں اطلاع:

دوسری طرف حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس منصوبہ بندی کی اطلاع مل گئی تو اس نے بڑا محتاط رویہ اختیار کیا اور اپنے قافلہ کا رخ مغرب کی طرف پھیر کر ساحل

کا راستہ اختیار کرتے ہوئے بدر والے راستہ کو چھوڑ دیا اور ساتھ ہی ایک آدمی ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا تاکہ وہ جتنا جلد ہو سکے مکہ والوں کو مسلمانوں کے نکلنے کی اطلاع دے۔ اس نے جیسے ہی خبر مکہ پہنچائی تو اہل مکہ بڑی جلدی سے سازوسامان سے لیس ہو کر جنگ کی مکمل تیاری کر کے نکل پڑے۔ مکہ کے آس پاس کے قبائل بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ کفار کا لشکر جب جُحفہ مقام پر پہنچا تو انہیں ابوسفیان کا یہ پیغام مل گیا کہ میں اپنے قافلہ کو لے کر آگے نکل چکا ہوں اور تم بھی واپس آ جاؤ۔ لوگوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا لیکن ابوجہل تکبر میں آ کر کہنے لگا: ''اللہ کی قسم، ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک کہ بدر جا کر تین دن تک قیام نہ کر لیں۔ وہاں ہم اونٹ ذبح کریں گے، لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، شراب پئیں گے، لونڈیوں سے گانا بجانا سنیں گے اور سارا عرب ہمارے اس سفر کی داستان سنے گا۔ اس طرح سے ہمارا رعب لوگوں پر بیٹھ جائے گا۔'' کفار کا لشکر تیرہ سو (1300) افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سے تین سو (300) افراد ان سے علیحدہ ہو کر واپس چل دیئے اور باقی ایک ہزار افراد نے میدان بدر کے قریب پہاڑ کے پیچھے ایک وسیع میدان میں پڑاؤ ڈال لیا۔

آپ ﷺ کو جب اس صورت حال کا علم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ بحفاظت نکل چکا اور ابوجہل اپنا جنگی سازوسامان سے لیس لشکر لے کر بدر کے میدان کے قریب پڑاؤ ڈال چکا ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کو اپنی حمایت کا مکمل یقین دلایا اور انصار رضی اللہ عنہم کی طرف سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم ہر اعتبار سے آپ ﷺ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔'' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر آپ ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے اور مسلمانوں سے مزید مشورہ طلب کیا۔ اتنے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ

ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم وہاں بھی کود جائیں گے۔ ہم جنگ میں بڑی جرأت کا مظاہرہ کرنے والے ہیں اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائے گا۔'' یہ سن کر آپ ﷺ اور زیادہ خوش ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:۔''خوش ہو جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو گروہوں (مشرکین کے تجارتی قافلہ یا کفار مکہ کے جنگی لشکر) میں سے ایک پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم، اس وقت میں اس قوم (کفار) کی قتل ہونے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ (جو جنگی مہارت رکھتے تھے) کے مشورہ سے میدان بدر میں ایک کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

کفار قریش کے بارے میں معلومات:

رسول کریم ﷺ نے بدر کے قریب قیام فرما کر ایک قافلہ کو کفار قریش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ سیدھے بدر کے چشمہ پر پہنچے۔ وہاں 2 غلام قریشی لشکر کے لئے پانی بھر رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں گرفتار کر کے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے دوسرے لوگوں سے الگ کر کے پوچھا: ''مجھے قریش مکہ کے بارے میں صحیح خبر دو۔'' انہوں نے بتایا:۔''کفار قریش نے اس پہاڑ کے پیچھے جو آپ ﷺ کو سامنے نظر آ رہا ہے اپنے خیمے لگا رکھے ہیں۔''

آپ ﷺ نے ان سے مزید پوچھا:۔''ان کی تعداد کتنی ہے؟ وہ بولے: ''بہت زیادہ'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی صحیح تعداد بتاؤ؟'' وہ کہنے لگے:''یہ تو معلوم نہیں۔'' آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہر دن 9 اور کبھی 10۔ آپ ﷺ نے ان کے جواب سے قریش کے لشکر کی تعداد کا اندازہ لگا کر فرمایا: ''ان کی تعداد 900 سے 1000 تک ہو سکتی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:۔'' قریش کے اس لشکر میں ان کے سرداروں میں سے کون کون ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ان سرداروں میں عُتبہ بن ربیعہ، شَیبہ بن ربیعہ،

ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خُویلد، حارث بن عامر، طیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، سہل بن عمرو اور عمرو بن عبد شامل ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:۔ ''مکہ کے جگر کے ٹکڑے یہی لوگ ہیں جو تمہارے مقابلہ کے لئے آئے ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کو دیکھا جو ایک ٹیلہ پر تھے اور فرمایا:۔ ''یقیناً یہی کفار قریش ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی: ''اے اللہ، جو لوگ اتنا بڑا لشکر لے کر فخر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تیرے ایک ہونے کا انکار کیا اور تیرے رسول کو جھٹلایا۔ لہٰذا اب آپ اپنے اس بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمایئے جس کی مدد کرنے کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ان مغرور لوگوں کو نیچا کردیجئے۔ اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:۔ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک محفوظ اور بلند مقام بنادیا گیا ہے جہاں آرام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کا نظارہ فرماسکتے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں خود تشریف لانا چاہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔'' (بخاری۔عن سعد رضی اللہ عنہ)

لشکر کی ترتیب اور اللہ کی مدد کا نزول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لشکر کی ترتیب فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ فرما رہے تھے کہ یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے، ان شآء اللہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جنگی تیاری کے بعد سو گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس اللہ عزّ وجل کے حضور بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کرنے لگے: اے اللہ، اگر یہ (مسلمانوں کی) جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گڑگڑاتے ہوئے دیکھا تو عرض کی: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بس کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرما لی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا:۔ ''تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کے لئے فرشتوں کو بھیج رہے ہیں۔'' (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اللہ عزّ وجل نے رات میں بارش نازل فرمائی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف کی زمین ریتلی ہونے کی وجہ سے جم گئی اور کفار کی طرف والی زمین کیچڑ کی طرح ہو گئی۔ جمعتہ المبارک کی صبح 17 رمضان المبارک 2ھ کو آمنا سامنا ہوا۔آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفیں درست کیں اور فرمایا:۔''جب دشمن تمہارے قریب آئے تو ان پر تیروں کی بارش کر دینا لیکن اپنے تیروں کو بے جا نہ چلانا بلکہ بچا کر رکھنے کی کوشش کرنا اور دشمن جب تمہارے اندر گھس آئے تو تلوار استعمال کرنا۔''(ابو داؤد)

غزوۂ بدر میں سب سے پہلے قریش کے تین بہادر عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ ان کے جواب میں تین انصاری نوجوان نکلے۔ انہوں نے کہا:''تم واپس جاؤ، ہمارے سامنے ہمارے چچا زاد بھائی آئیں'' چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت حمزہ اور علی رضی اللہ عنہم نکلے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان واروں کا تبادلہ ہوا ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے فوراً آگے بڑھ کر عتبہ کو ہلاک کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر واپس لے آئے۔ان کا پاؤں کٹ گیا تھا جس سے خون بہنے کی وجہ سے یہ پانچ دن بعد مدینہ واپسی کے دوران صفراء (مقام) میں شہید ہو گئے۔ اپنے شہسواروں کی ہلاکت پر مشرکین غصہ میں آ گئے اور مسلمانوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ مسلمان اپنی جگہ جمے رہے اور زبان سے اَللّٰہُ اَحَدٌ (اللہ ایک ہے) کے نعرے لگاتے رہے۔ جنگ کے دوران آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اونگھ آئی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سر اٹھا کر فرمایا:۔''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ، خوش ہو جاؤ۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آ گئی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے ہیں۔ اللہ عزّ وجل نے ایک ہزار فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیج دیا ہے جو زرہ پہنے ہوئے بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زبان سے یہ آیت مبارکہ پڑھ رہے تھے: (ترجمہ) ''عنقریب (کفار کا)

یہ لشکر شکست کھا جائے گا اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' (القمر 54: آیت 45۔بخاری)

اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا: ''کفار کے چہرے بگڑ جائیں'' لہٰذا کوئی بھی مشرک ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں اس مٹی کا کچھ نہ کچھ حصّہ نہ گیا ہو۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جوش دلاتے ہوئے فرمایا:۔''اے لوگو، کفار پر چڑھ دوڑو۔'' چنانچہ مسلمان بڑی بہادری سے لڑنے لگے اور کفار کی گردنیں کاٹنے لگے ۔ایک طرف مسلمان کفار کو مار رہے تھے اور دوسری طرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے فرشتے کفار کی گردنیں اور جوڑوں پر ضرب لگا رہے تھے۔ کفار کے سر اور ہاتھ پاؤں کٹ رہے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کون کاٹ رہا ہے؟ مشرکین کی یہ حالت دیکھ کر شیطان نے سراقہ بن مالک کی شکل میں حاضر ہو کر کفار کو ہمت دلانے کی کوشش کی لیکن جب اس نے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو دیکھا تو شیطان فوراً وہاں سے بھاگ گیا۔

کفارِ قریش کے سپہ سالار ابو جہل کا قتل:

ابو جہل چونکہ تکبر اور غرور کے نشہ میں تھا۔ اللہ ربّ العزّت نے اسے دو مسلمان بچوں کے ہاتھوں قتل کروا کر اس کے تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران میرے دائیں اور بائیں دو انصاری لڑکے موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مجھ سے پوچھا: اے چچا جان، مجھے ابو جہل کے بارے میں بتائیے۔ میں نے کہا: تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں جیسے ہی اس کو دیکھ لوں گا تو اس کے وجود سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ میں اسے قتل کر دوں یا میں خود شہید ہو جاؤں۔ اتنے میں دوسرے لڑکے نے بھی یہی بات کہی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کو دیکھ کر نشاندہی کی۔ وہ دونوں لڑکے ابو جہل پر جھپٹ پڑے اور اپنی تلوار مار کر اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ اتنے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس (ابو جہل) کا سر تن سے جدا کر دیا پھر یہ دونوں لڑکے آپ ﷺ کے پاس

دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے : اے اللہ کے پیغمبر ﷺ، ہم نے ابوجہل کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں جو خون سے رنگین تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''تم دونوں نے قتل کیا ہے۔'' یہ دونوں بچے عفرا کے بیٹے معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما تھے۔ ان میں سے معوذ رضی اللہ عنہ تو اسی غزوۂ (بدر) میں شہید ہو گئے اور معاذ رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ آپ ﷺ نے ابوجہل سے چھینا ہوا مال بھی معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ (بخاری)

یہ چونکہ کفر اور اسلام کا معرکہ تھا۔ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی رشتہ داروں کو قتل کر کے اس بات کا اظہار کیا کہ ہمارا کفار سے اب کوئی تعلق نہیں اسی لئے اس دن کو یوم الفرقان (حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا دن) کہا گیا ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے صرف **14** افراد شہید ہوئے جن میں سے **6** مہاجرین اور **8** انصار تھے۔ انہیں بدر کے میدان میں ہی سپرد خاک کیا گیا۔ مشرکین کے **70** افراد مارے گئے اور **70** ہی قیدی بنائے گئے۔ مرنے والوں میں زیادہ تر سردار اور سرکردہ لوگ تھے۔ (بخاری)۔ آپ ﷺ نے **3** دن بدر میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر کامیاب و کامران ہو کر مال غنیمت کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئے۔

﴿مزید معلومات کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر (ال عمران **3**: آیات **124** تا **125**)﴾

شہداء بدر کی فضیلت:

ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ جنگ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کو کیا درجہ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''بدر میں شریک ہونے والے مسلمان تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔'' جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں شریک ہوئے تھے تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ (بخاری)

جب حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ ایک نامعلوم تیر لگنے سے غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے تو ان کی والدہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، میرا بیٹا شہید ہو کر جنت میں گیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کی

امید رکھتی ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت کے علاوہ کسی اور جگہ پر رکھا ہے تو بتا دیجئے پھر آپ ﷺ دیکھنا میں کیا کرتی ہوں (یعنی کیسے اپنے غم کا اظہار کرتی ہوں)'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔''اے عورت، تمہارا بیٹا تو اس وقت جنت الفردوس میں پہنچ چکا ہے جو سب سے اعلیٰ جنت ہے۔'' (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر فرمایا:۔''جتنے مسلمان کفار کے ہاتھوں آج شہید ہوں گے وہ سب جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کے مقبول بندے ہیں۔'' جب رسول اکرم ﷺ مسلمانوں سے یہ فرما رہے تھے تو اس وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کھجوریں کھا رہے تھے۔ انہوں نے جب آپ ﷺ کا یہ فرمان سنا تو کھجوریں پھینک دیں اور (تلوار اٹھا کر) یہ کہتے ہوئے نکلے: ''اس طرح تو زندگی بہت لمبی ہو جائے گی۔'' پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کفار کی صفوں میں گھستے ہی چلے گئے اور بڑی بہادری کے ساتھ کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ (مسلم۔عن ابی بکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ) اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ

مکہ اور مدینہ میں غزوۂ بدر کی خبر

مکہ میں جیسے ہی غزوۂ بدر میں قریش مکہ کی ناکامی کی خبر پہنچی تو ہر گھر میں غم کی لہر دوڑ گئی مشرکین نے اپنے مقتولین پر نوحہ و ماتم کرنے سے بھی روک دیا تاکہ مسلمان اس سے خوش نہ ہوں اور اہل مدینہ کو جب غزوۂ بدر میں کامیابی کی اطلاع ملی تو ان میں ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی اور مدینہ کے درو دیوار نعرہ تکبیر سے گونج اٹھے۔ مسلمان رسول اکرم ﷺ کو مبارکباد دینے کے لئے بدر کے راستہ میں آ گئے۔ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر میدان بدر سے مدینہ روانہ ہوئے ۔ جب وادی صفراء کے قریب پہنچے تو مال غنیمت تقسیم کرنے کے بارے میں حکم نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے پانچواں حصّہ نکال کر باقی مال غنیمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حصّہ بھی رکھا جو مجبوری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ آپ ﷺ جب مدینہ میں

فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو اس وقت جو یہود اور مشرکین مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا سوچ رہے تھے ان کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا اور بہت سے لوگ تو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔اسی وقت ڈر کی وجہ سے منافقین کے سردار عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

بدر کے قیدیوں کا معاملہ:

مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بدر کے قیدیوں کے بارے مشورہ کیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لے کر انہیں رہا کرنے کا مشورہ دیا جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کر کے اس بات کا اظہار کرے کہ ہمیں کفار سے کوئی محبت نہیں۔آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرماتے ہوئے فدیہ لینا طے کیا جو کم سے کم ایک ہزار اور زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم تک تھا۔ان قیدیوں میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں بطور فدیہ اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔بعض قیدیوں پر احسان کرتے ہوئے انہیں فدیہ کے بغیر ہی رہا کر دیا گیا۔ان قیدیوں میں آپ ﷺ کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بھی تھے۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے لئے فدیہ کے طور پر ایک ہار بھیجا جو آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور انہوں نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رخصت کرتے وقت دیا تھا۔آپ ﷺ نے جب وہ ہار دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ابو العاص کو فدیہ لئے بغیر ہی چھوڑ دیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔آپ ﷺ نے ابو العاص کو رہا کرتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ وہ مکہ جا کر آپ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دے۔چنانچہ ابو العاص نے اس شرط کو پورا کیا اور زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی اجازت دے دی اور وہ مدینہ آ گئیں۔(ابوداؤد)

اس کے بعد 6ھ میں ابو العاص قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے سربراہ کے

طور پر شام سے واپس آرہے تھے کہ اس قافلہ کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا مگر ابو العاص گرفتار نہ ہو سکے اور انہوں نے مدینہ پہنچ کر اپنی بیوی اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لے لی اور ان سے کہا کہ وہ آپ ﷺ سے سفارش کرے کہ ہمارے اس قافلہ کا مال واپس کر دیں۔ چنانچہ زینب رضی اللہ عنہا نے سفارش کی تو آپ ﷺ نے اس قافلہ کا سارا مال واپس کر دیا۔ ابو العاص نے تجارتی سامان مکہ پہنچایا اور لوگوں کی امانتیں واپس کیں پھر مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی نکاح کے تحت ان کو واپس کر دیا۔(ابو داؤد)

آپ ﷺ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات

جس وقت آپ ﷺ غزوۂ بدر کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ آپ ﷺ نے روانہ ہوتے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ان (رقیہ رضی اللہ عنہا) کی تیمارداری کریں، آپ رضی اللہ عنہ کو بدر میں حاضر ہونے والے مجاہدین جیسا اجر اور حصّہ ملے گا۔(بخاری)

چنانچہ آپ ﷺ کے غزوۂ بدر سے واپس آنے سے پہلے ہی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غم کی حالت میں دیکھا تو اپنی دوسری بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین (دو روشنیوں والے) کہا جاتا ہے۔

غزوۂ بدر کے بعد آپ ﷺ کے قتل کی سازش

کفار کو غزوۂ بدر میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمانوں کو اللہ عزّ وجل نے خوب انعام و اکرام سے نوازا۔ لہٰذا کفار نے انتقاماً مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تدابیر سوچنا شروع کر دیں۔ بدر سے واپسی کے تقریباً 3 ماہ بعد قبیلہ بنوسلیم نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ جب مسلمانوں کو علم ہوا تو انہوں نے قبیلہ بنوسلیم کو عبرت ناک سزا دی اور مال غنیمت لے کر بحفاظت مدینہ پہنچ گئے۔ اس واقعہ کے بعد

عمیر بن وہب اورصفوان بن امیہ نے آپ ﷺ کے قتل کی خفیہ سازش تیار کی اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے جب عمیر مدینہ آیا تو اسے گرفتار کرلیا گیا۔ اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس کی سازش سے آگاہ کر دیا تھا۔ لہٰذا جب آپ ﷺ نے اس کے سامنے اس کی سازش کا ذکر کیا تو وہ بہت متاثر ہوا اور فوراً مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد مدینہ میں رہنے والے یہود میں سے بنو قینقاع قبیلہ نے آپ ﷺ سے کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی جس پر آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا تو انہوں نے سخت لہجے میں کہا: ''اے محمد (ﷺ)، تمہیں ابھی تک جنگ سے ناواقف لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اور تم کامیابی پر خوش ہو رہے ہو اگر ہم سے جنگ ہوئی تو تمہیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیسے مرد ہیں۔'' (ابوداؤد)۔ آپ ﷺ نے ان کے سخت جواب پر بھی صبر کیا لیکن انہوں نے اس صبر کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے بازار میں ایک مسلمان عورت کو ازراہ شرارت برہنہ کر دیا جس پر ہنگامہ برپا ہو گیا جس میں ایک مسلمان اور ایک یہودی مارا گیا۔ چونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی تھی اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر بنو قینقاع کا محاصرہ کرلیا۔ 15 دن تک محاصرہ جاری رہا۔ آخرکار انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور شام کی طرف جلاوطن ہونے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے منظور فرما کر انہیں جلاوطن کر دیا۔ (اس غزوہ کو غزوۂ بنو قینقاع کہا جاتا ہے)

ابو سفیان نے جنگ بدر کے بعد یہ نذر مانی تھی کہ اس وقت تک وہ غسل جنابت نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس جنگ (بدر) کا بدلہ نہ لے۔ لہٰذا وہ دو سو افراد پر مشتمل ایک دستہ لے کر مدینہ کے قریب عریض نامی مقام پر میدان میں اُتر آیا۔ وہاں پر کھجور کے کچھ درخت کاٹ دیئے اور کچھ جلا دیئے اور دو صحابہ رضی اللہ عنہما کو قتل کر کے فرار ہو گیا۔ آپ ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر اس کا پیچھا کیا لیکن وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو اور کھانے پینے کا سامان پھینک کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس مہم کو غزوۂ سویق (ستو) کہا گیا ہے۔

غزوۂ اُحد

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''(اے نبی ﷺ) اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ

صبح ہی صبح اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو (غزوۂ اُحد کے موقع پر) جنگی مورچوں پر باقاعدہ بٹھا رہے تھے۔ اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔'' (اٰل عمران 3: آیت 121)

غزوۂ اُحد جمعہ کے دن 6 شوال 3ھ کو پیش آیا۔ اس غزوہ کے پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ کفار قریش کو غزوۂ بدر میں عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ان کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 ہی قیدی بنالئے گئے تھے۔ کفار کے لئے یہ بہت بڑی بدنامی تھی۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست انتقامی جنگ کی تیاری کی جس میں عورتیں بھی شریک ہوئیں۔ آپ ﷺ کو جب یہ علم ہوا کہ کفار غزوۂ بدر کا انتقام لینے کے لئے 3000 افراد پر مشتمل ایک لشکر لے کر اُحد پہاڑ کے نزدیک خیمے لگا چکے ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ میں رہ کر ہی دشمن کا مقابلہ کرنے کا خیال ظاہر کیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے بھی یہی رائے دی لیکن بعض پُرجوش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ سے باہر جاکر دشمن کا مقابلہ کرنے پر اصرار کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مان لی اور جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھنے کے بعد 1000 کی تعداد میں مسلمانوں کا لشکر لے کر اُحد پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ جب آپ ﷺ مقام شیخین پر پہنچے تو لشکر کا معائنہ کیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کم عمر تھے انہیں واپس مدینہ بھیج دیا۔ وہیں پر آپ ﷺ نے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھائیں اور رات گزاری۔ فجر کی نماز سے کچھ پہلے ہی آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے چل پڑے۔ جب آپ ﷺ شوط نامی جگہ پر پہنچے تو فجر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ نماز پڑھنے کے بعد عبداللہ بن اُبی منافق نے بغاوت کر دی اور وہ اپنے 300 ساتھیوں کو لے کر یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا کہ اس جنگ کے بارے میں میری رائے نہیں مانی گئی۔ عبداللہ بن اُبی منافق کے اس عمل سے وقتی طور پر بعض مسلمان بھی متاثر ہوئے۔ قریب تھا کہ وہ بھی واپس پلٹ جاتے لیکن اللہ عزّ وجل نے انہیں ثابت قدم رکھا اور آپ ﷺ 700 صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل لشکر لے کر اُحد پہاڑ کی جانب پیش قدمی کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے اُحد پہاڑ کی ایک گھاٹی میں پڑاؤ ڈالا اور جنگی لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ ان میں

سے 50 تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں عَینَین پہاڑ (جبل رماۃ) کی چوٹی پر مقرر فرمایا کہ اگر پیچھے سے دشمن حملہ آور ہو تو تم تیر مار مار کر انہیں ہم سے دور رکھنا اور جب تک تمہیں میں حکم نہ دوں اس وقت تک اپنی جگہ نہ چھوڑنا چاہے مسلمان فتح یاب ہوں یا شکست کھائیں۔(بخاری)

دوسری طرف کفار نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا اور میدان جنگ کی طرف آگے بڑھے۔ کفار کی عورتیں ان کی صفوں میں دف بجا کر اور ڈانس کر کے انہیں لڑائی کے لئے بھڑکا رہی تھیں۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کی ہمت بڑھانے اور انہیں تازہ دم رکھنے کے لئے اپنا ایک خواب بیان فرمایا: ''میں نے خواب دیکھا کہ میرے سامنے ایک گائے ذبح ہوئی پڑی ہے اور میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اس کا ایک کونا ٹوٹ کر گر گیا پھر میں نے اسے دوبارہ ہلایا تو پہلے سے بھی اچھی حالت میں ہو گیا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب مسلمانوں سے بیان فرماتے ہوئے اس بات کی خوشخبری بھی سنائی کہ اب ہمیں جنگ بدر کے بعد ایک اور فتح نصیب ہوگی۔'' (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ) یہ سن کر تمام مسلمان خوش ہو گئے اور خصوصاً وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو جنگ بدر میں شریک ہونے سے محروم رہ گئے تھے، یہ خواب سن کر خوب جوش میں آ گئے اور کفارِ قریش سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ (بخاری)

جب دونوں لشکر میدان میں آئے تو قریش کا ایک بہادر شخص طلحہ بن ابو طلحہ عبدری اونٹ پر سوار ہو کر آگے بڑھا اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ اس کے مقابلہ کے لئے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور شیر کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور اپنی تلوار سے اسے ذبح کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے خوش ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے ایک دوسرے پر حملے ہونے لگے اور باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ مشرکین کے سپہ سالار خالد بن ولید نے 3 بار مسلمانوں کے پیچھے سے آ کر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تیر اندازوں نے تیر برسا کر انہیں واپس بھگا دیا۔ مسلمانوں نے بڑی بہادری سے ان مشرکین پر خوب حملے کئے جن کے ہاتھوں میں مشرکین

کے جھنڈے تھے۔ جب ان کے ہاتھوں سے جھنڈے نیچے گرے تو مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کی صفیں الٹ دیں۔ اس جنگ میں حضرت ابو دجانہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ آخرکار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک سازش کے تحت شہید کر دیا گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

کفار میں سے ایک شخص جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو خصوصی طور پر حبشہ سے اس لئے بلوایا کہ وہ دور سے خنجر مارنے کا بڑا ماہر تھا۔ جبیر نے وحشی سے کہا: ''اگر تو نے اس جنگ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا تو تجھے آزاد کر دیا جائے گا۔'' جبیر نے یہ سازش اپنے چچا طیمہ بن عدی کا انتقام لینے کے لئے تیار کی تھی جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ غزوہ اُحد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کئی کفار کو قتل کرنے کے بعد جب ایک مشرک سباع بن عرفطہ کو قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے تو جبیر بن مطعم کے وحشی غلام نے چھپ کر اپنا خنجر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف پھینکا جو آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر لگا۔ خنجر لگتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نیچے جھکے اور روح پرواز کر گئی۔ جب وہ غلام اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو (ابوسفیان کی بیوی) ہندہ نے اسے اپنا قیمتی ہار تحفتاً دیا اور انتقام کے طور پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلیجے کو نکال کر چبا ڈالا۔ وحشی اپنے آقا کے وعدہ کے مطابق غلامی سے آزاد ہو کر یمن چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں کسی نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ وحشی بھی معافی کا طلب گار بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور معافی کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا: ''کیا تم وحشی ہو؟'' وہ خوف سے ڈرنے لگا کہ اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قتل کروا دیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بہت صدمہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ''حمزہ رضی اللہ عنہ تمام شہدا کے سردار ہیں۔'' (ترمذی)

غزوۂ اُحد کے دن رسول اکرم ﷺ نے اپنی تلوار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دکھاتے ہوئے فرمایا:۔''میری اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا ؟'' آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم آگے بڑھے لیکن آپ ﷺ نے اپنی تلوار کسی کو نہ دی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ،اس کا کیا حق ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس تلوار کا یہ حق ہے کہ جس مجاہد اسلام کے ہاتھ میں یہ تلوار ہو وہ دشمنوں کی صفوں میں گھس کر خوب لڑے یہاں تک کہ یہ تلوار ٹیڑھی ہو جائے۔''حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کیا:''اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی میں اس تلوار کا حق ادا کر سکتا ہوں ۔'' آپ ﷺ نے ان کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے وہ تلوار ان کو عنایت فرمادی۔

(مسلم۔عن ابی بکر بن عفان رضی اللہ عنہ)

مسلمان جنگ اُحد میں بڑی بہادری اور جواں مردی سے لڑے یہاں تک کہ مشرک شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔مسلمان مشرکین کو مار بھی رہے تھے اور مال غنیمت بھی اکٹھا کر رہے تھے۔جب عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہاڑ پر متعین صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ کفار شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں تو ان میں سے بعض نے سمجھا کہ جنگ کا فیصلہ ہو گیا ہے۔اب ہم بھی جا کر مال غنیمت جمع کرنے میں تعاون کریں۔جبکہ آپ ﷺ نے انہیں ہر حال میں پہاڑ پر موجود رہنے کا حکم دیا تھا۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے کہا کہ یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک جنگ جاری تھی۔اب جنگ ختم ہو چکی ہے لہٰذا 50 میں سے 40 صحابہ رضی اللہ عنہم پہاڑ سے نیچے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالد بن ولید نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پچھلی سمت خالی ہو گئی ہے تو اس نے اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ کے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔مسلمان اس وقت بکھر چکے تھے اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے 9 ساتھی جو پہاڑ پر موجود تھے شہید کر دیئے گئے اور دوسری طرف مشرکین نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے یہ افواہ اڑا دی کہ محمد (ﷺ)

قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس 7 انصار اور 2 مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ آپ ﷺ نے باآواز بلند فرمایا: ''اے اللہ کے بندو، میری طرف آؤ۔'' لیکن اس وقت مشرکین مسلمانوں کی بہ نسبت آپ ﷺ کے زیادہ قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کے ایک دستہ نے آپ ﷺ پر تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیئے۔ ان کی یہ کوشش تھی کہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کا کام تمام کر دیا جائے۔ جب آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''کون ہے جو ان مشرکین کا مقابلہ کرے اس کے لئے جنت ہے۔'' یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے یہاں تک کہ اس طرح 7 صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ آپ ﷺ کو اس دوران مشرکین کی طرف سے ایک پتھر لگا جس سے آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے اور آپ ﷺ کا نچلا دانت مبارک ٹوٹ گیا، نچلا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا، سر اور پیشانی پر بھی کچھ چوٹیں آئیں خود (جنگی ٹوپی) کی کچھ کڑیاں بھی جسم میں پیوست ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے 2 زرہیں پہن رکھی تھیں۔ مشرکین کے سخت حملہ کے باوجود بھی اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما نے اس موقع پر آپ ﷺ کا خوب دفاع کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مشرکین پر خوب تیر برسا رہے تھے اور آپ ﷺ ان سے فرما رہے تھے: ''اے سعد، خوب تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں'' اسی طرح طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تیر اور تلوار کے ذریعہ آپ ﷺ کا دفاع کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کی انگلیاں شل ہو گئیں۔ (بخاری)

اس مشکل ترین گھڑی میں حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی طرف سے سخت مزاحمت کی۔ (بخاری)

اتنے میں کچھ مسلمان بھی واپس آ گئے اور انہوں نے جم کر آپ ﷺ کا دفاع کیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے آپ ﷺ کے جسم مبارک سے خود کی کڑی نکالی جس کی وجہ سے ان کا دانت مبارک بھی گر گیا۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے زخموں کو دھویا اور زخموں سے بہنے والا خون روکنے کے لئے ایک چٹائی جلا

کر زخموں پر لگائی۔مسلمانوں نے دوبارہ منظّم ہو کر کفار پر بڑی جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ اُحد کے دن جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔کفار نے ان کے دائیں ہاتھ پرتلوار ماری جس سے دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ کفار نے اسے بھی کاٹ دیا تو انہوں نے جھنڈے کو سینے اور گردن کے سہارے اٹھائے رکھا یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَـیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ پھیل گئی کیونکہ ایک صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ابوسفیان نے اُحد (پہاڑ) پر چڑھ کر بآواز بلند کہا: ”اے مسلمانو، کیاتم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جواب دینے سے منع فرمادیا اورجب اس نے خاموشی پائی تو خوش ہو کرکہا: ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) توقتل ہو چکے ہیں؟“ کیاتم میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہیں؟ کیاتم میں خطاب کے بیٹے (عمر رضی اللہ عنہ) ہیں ؟“ لیکن ان سب نے جواب نہیں دیاتو وہ خود ہی کہنے لگا: بے شک یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں۔اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ یہ سن کرحضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا۔آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”اے ملعون، ہم سب یہاں موجو د ہیں، اللہ نے تجھے غمگین کرنے والوں کو بچا لیا ہے۔“ اس کے جواب میں وہ کہنے لگا: ”تم نے دیکھا ہمارا ہبل (معبود) کتنا عظیم ہے جس نے آج ہمیں جنگ بدر کا بدلہ دلا دیا ہے“ ابوسفیان کا یہ جواب سن کرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”اب تم اسے جواب دو کہ بلند و بالا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر ابوسفیان نے کہا: ہمارے لئے تو عزّیٰ (مدد گار) ہے تمہارے لئے کوئی نہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:تم اسے جواب دو کہ اللہ ہمارا مولیٰ (مدد گار) ہےتمہارا کوئی مولیٰ نہیں جس کے سوا کوئی معبودنہیں۔“

(بخاری، مسلم ۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد مشرکین نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر مشرکین میں بڑی تیزی سے پھیلی۔ انہوں نے سمجھا کہ اب ہمارا مقصد پورا ہو گیا ہے لہٰذا اب واپس چلو اور جب وہ واپس روانہ ہونے لگے تو اتنے میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خود سے چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے باآواز بلند کہا: اے مسلمانو، خوش ہو جاؤ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں موجود ہیں۔ یہ سن کر مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیزی سے پلٹے۔ مشرکین نے ان مسلمانوں کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور وہ ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے۔ اگرچہ اس غزوہ کے دوران مسلمانوں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار فتح مسلمانوں کو ہی نصیب ہوئی۔ کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور بعد میں مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس جنگ میں جو چند لمحات کے لئے پریشانی کا سامنا کرنا پڑا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے **70** صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے۔ (بخاری)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمیوں کو مدینہ منتقل کرنے اور شہداء کو انہی کپڑوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیا۔ دو دو اور تین تین شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ بعض شہداء کو دفن کرتے وقت کپڑے کم ہونے کی وجہ سے اِذْخِرُ (گھاس) کے ذریعہ ڈھانپا گیا۔ جنہیں قرآن زیادہ یاد تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہلے قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

غزوۂ اُحد کی خبر سن کر مدینہ والوں کی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کو دفن کرنے کے بعد مدینہ روانہ ہوئے۔ ادھر مدینہ والوں کو پہلے ہی سے جنگ اُحد کے بارے خبر مل چکی تھی لہٰذا مرد اور عورتیں مدینہ سے نکل کر اپنے عزیز و اقارب کے بارے معلومات کرنے لگے۔ بنو دینار قبیلے کی ایک خاتون کو لوگوں نے اس کے شوہر، بھائی اور باپ کے شہید ہونے کی خبر دی لیکن اس نے فوراً پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا وہ ٹھیک ہیں۔ جب اس کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

پر پڑی تو فوراً کہنے لگی: آپ ﷺ کو دیکھنے کے بعد میری ہر مصیبت ختم ہو گئی ہے۔

غزوۂ حمراء الاسد

جب آپ ﷺ غزوۂ اُحد سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے بڑا محتاط رویّہ اختیار کیا اور دشمن کی نقل وحرکت پر خوب نظر رکھی۔ آپ ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر مشرکین نے راستہ میں سوچا کہ جنگ میں ہمارا پلہ بھاری تھا اس کے باوجود بھی ہم نے خاطرخواہ فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں اس پر ندامت ہو گی اور وہ راستہ سے پلٹ کر اہل مدینہ پر دوبارہ حملہ کریں گے اس لئے آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ صبح ہوتے ہی دشمن کا تعاقب کیا جائے تاکہ ان کے ذہن سے یہ بات نکل جائے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعلان فرمایا کہ دشمن سے مقابلہ کے لئے چلنا ہے اور اس لشکر میں وہی لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو غزوۂ اُحد کے موقع پر موجود تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فوراً کہا: ''ہم نے آپ ﷺ کی بات سن لی اور ماننے کو تیار ہیں۔'' آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور مدینہ سے 8 میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد (مقام پر) پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ دوسری طرف مشرکین نے مدینہ سے 36 میل دور روحاء مقام پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تھا اور وہ اہل مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مشورہ کر رہے تھے ساتھ ہی اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ ایک بہترین موقع ہم نے ہاتھ سے جانے دیا۔ اگر تھوڑی سی اور کوشش کرتے تو مسلمانوں کا صفایا ہو جاتا۔ اسی دوران آپ ﷺ کے خیر خواہوں میں سے ایک شخص معبد بن ابو معبد خزاعی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُحد کے واقع پر آپ ﷺ سے تعزیت کی۔ آپ ﷺ نے اسے کہا: ''تم مشرکین کے پاس جا کر ابوسفیان سے ملو اور اس کی حوصلہ شکنی کرو۔ چنانچہ معبد مشرکین کے پاس روحاء مقام پر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ مشرکین دوبارہ پلٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ اس نے انہیں کہا: ''محمد (ﷺ) اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں نکلے ہیں کہ میں نے اتنا بڑا لشکر کبھی دیکھا نہیں اور وہ تم پر اتنا زیادہ غصہ کر رہے ہیں کہ اس جیسا غصہ

میں نے پہلے کبھی دیکھا نہیں۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ تمہارے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ہی تم ان کے لشکر کے کچھ افراد کو ٹیلے کے پیچھے سے آتا ہوا دیکھ لو گے۔'' یہ سنتے ہی مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے اور ابوسفیان نے صرف زبانی کلامی مسلمانوں کو دھمکانے کے لئے چند افراد کو بھیجا کہ مسلمانوں سے کہو، تم ہمارا پیچھا کرنے کے لئے نکلے ہو جبکہ تمہارے خلاف بہت سارے لوگ اکھٹے ہو چکے ہیں، لہٰذا تم ان سے ڈرو۔ اس نے یہ بات اس لئے کہلوائی تا کہ مسلمان ان کا پیچھا نہ کریں اور وہ جلدی سے روانہ ہو کر مکہ پہنچ جائیں۔ اس کی دھمکی کا مسلمانوں پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ایمان میں اور زیادہ اضافہ کر دیا اور انہوں نے کہا (لوگوں کے مقابلہ میں) اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے جو بہترین کارساز ہے۔ جب ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا تو اللہ عزّ وجل نے بھی خوش ہوتے ہوئے انہیں اپنی نعمت وفضل کے ساتھ واپس لوٹایا اور کسی کو کوئی پریشانی نہ ہوئی۔

﴿تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الِ عمران 3: آیات 121 تا 175﴾

غزوۂ اُحد کے بعد دشمنانِ اسلام کا طرزِ عمل

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی کمزوری کو دیکھ کر دشمنانِ اسلام کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ کھل کر اسلام کی مخالفت کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے لگے۔ صفر 4ھ میں عضل اور قارہ قبائل کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''آپ ہمیں دین سکھانے کے لئے کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیجیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ روانہ کیا اور ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جب یہ لوگ رجیع مقام پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک بہت بڑی سازش کی کہ قبیلہ عضل کے لوگوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک اونچی جگہ پر چڑھ گئے اور ان کفار سے لڑنا شروع کر دیا۔ 7 صحابہ رضی اللہ عنہم تو اسی وقت شہید ہو گئے لیکن 3 صحابہ رضی اللہ عنہم کو انہوں نے دھوکے سے گرفتار کر لیا۔ ایک کو تو راستہ میں ہی شہید کر دیا اور 2 کو مکہ لے جا کر کفار کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

ان 2 صحابہ رضی اللہ عنہما میں سے ایک خبیب بن عدی اور دوسرے زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما تھے۔ کفار نے ان سے انتقام لینے کے لئے کچھ عرصہ تک تو انہیں قید میں رکھا اور پھر خبیب رضی اللہ عنہ کو **تنعیم** (مقام پر) لے جا کر شہید کر دیا اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو بعد میں انتقاماً شہید کر دیا۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ہی ایک اور دردناک واقعہ پیش آیا۔ ایک مشرک ابو براء عامر بن مالک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل نجد کے پاس تبلیغ کے لئے چند افراد بھیج دیں تو اہل نجد اسلام قبول کر لیں گے اور ان آدمیوں کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن رہیں۔ ان کی حفاظت کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 70 قاریوں کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ آدمی صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر روانہ ہوا اور راستہ میں ''بئر معونہ'' (مقام) پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں پر حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت اسلام لے کر وہاں کے حاکم عامر بن طفیل کے پاس گئے تو اس نے دعوت اسلام قبول کرنے کے بجائے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور پھر اس کے بعد چند قبائل کو ساتھ ملا کر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر کے شہید کر دیا۔ ان 70 صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے 2 کعب بن زید اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما شہید ہونے سے بچ گئے۔ کعب رضی اللہ عنہ کو تو دشمن نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا پھر بعد میں انہیں آزاد کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں واقعات پر بڑا صدمہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے قاتلوں پر ایک ماہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی۔ (بخاری)

غزوۂ بنی نضیر

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''(اللہ) وہی تو ہے جس نے پہلے ہی حملہ میں اہل کتاب کے کفار کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ (اتنی آسانی سے مدینہ سے) نکل جائیں گے اور وہ (کفار) خود بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔ ان پر اللہ (کا عذاب) ایسی جگہ سے آیا جہاں سے انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں (مسلمانوں کا) ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ خود ہی اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے

لگے۔ پس اے اہل بصیرت تم (اس واقعہ سے) عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ نے ان کے مقدر میں جلا وطنی نہ لکھی ہوتی تو وہ (اللہ) انہیں دنیا میں ہی سخت سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔" (الحشر 59: آیات 2 تا 3)

غزوۂ بنی نضیر 4ھ ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیش آیا۔ قبیلہ بنو نضیر جو مدینہ کے اطراف میں رہائش پذیر تھا۔ آپ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد ان سے بھی دیگر قبائل کی طرح معاہدہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی ہمارے خلاف کاروائی کرے گا تو تم ہمارا ساتھ دو گے اور اگر کوئی تمہارے خلاف کاروائی کرے گا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے لیکن یہ قبیلہ سازش میں پیش پیش اور موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔ غزوۂ اُحد کے بعد تو انہوں نے کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کر دیا اور مسلمانوں کی مخالفت میں مشرکین کی حمایت کی۔ رجیع اور بئر معونہ کے واقعات سے یہ (یہود) اس قدر دلیر ہو گئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کر لی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے پاس آئیں اور انہیں قرآن اور دین اسلام کی تعلیم دیں تاکہ وہ مطمئن ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ اندرونِ خانہ انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے خنجر کو چھپا کر لائے گا اور جیسے ہی نبی ﷺ تھوڑے غافل ہوں گے ہم اچانک حملہ کر دیں گے مگر اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کو ان کے اس برے ارادہ سے آگاہ فرما دیا اور آپ ﷺ نے انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنو نضیر کے پاس گئے اور معاہدے کے مطابق چند مقتولوں کی دیت کی ادائیگی میں مدد کرنے کو کہا۔ انہوں نے کہا: آپ ﷺ یہاں تشریف رکھئے ہم ابھی آپ (ﷺ) کا مطالبہ پورا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک دیوار کے اوپر سے ان کے سر پر پتھر گرا دے۔ اس کام کے لئے ایک بدبخت یہودی عمرو بن جحاش اٹھا جیسے ہی وہ اپنی سازش کی تکمیل کے لئے جانے لگا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ جلدی سے اُٹھ کر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آ گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ

بنونضیر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اب تم مدینہ سے نکل جاؤ۔ تم کسی صورت مدینہ میں نہیں رہ سکتے۔ تمہیں صرف 10 دن کی مہلت ہے۔ 10 دن کے بعد تمہارے خلاف کاروائی کی جائے گی۔ یہ پیغام ملنے کے بعد قبیلہ بنونضیر نے جلا وطنی کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ تم ہرگز یہاں سے نہ جاؤ۔ ہم ہر اعتبار سے تمہارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے متعلق کسی کی بات نہیں مانیں گے اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہ سن کر بنونضیر نے آپ ﷺ کو یہ پیغام بھیج دیا کہ ہم جلا وطن نہیں ہوں گے۔ آپ لوگوں نے ہمارے خلاف جو کرنا ہے کر لیں۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور مدینہ کا انتظام حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا اور علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھما کر بنونضیر کے علاقہ کی طرف چل پڑے اور وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے اپنے قلعوں کے اندر سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ ان کے کھجور کے درخت اور باغات ان کے لئے حفاظت کا کام دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ جب مسلمانوں نے آپ ﷺ کے حکم سے ان کے درخت کاٹے اور جلائے تو قبیلہ بنونضیر کے حوصلے پست ہو گئے اور اللہ عزّ وجل نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ ایک طرف تو انہیں اپنے ہاتھوں سے تیار کئے ہوئے درختوں کے کاٹے اور جلائے جانے کا صدمہ اور دوسری طرف منافقین کی طرف سے کسی بھی مدد کے نہ آنے کا غم۔ لہٰذا انہوں نے 6 دن محصور رہنے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں ہتھیاروں کے سوا دوسرا سامان، جتنا ہم لے جا سکیں اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے یہ اجازت دے دی۔ انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے کھڑکیاں اور چھتوں کی کڑیاں تک اکھاڑ لیں اور جلاوطن ہو کر کچھ لوگوں نے خیبر میں قیام کیا اور کچھ ملک شام میں چلے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی زمین اور جائیدادیں

محفوظ کر لیں۔ اس میں سے آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا سال بھر کا خرچہ نکالتے اور جو باقی بچ جاتا اسے جہاد کی تیاری میں خرچ کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھیئے ترجمہ وتفسیر الحشر 59: آیات 1 تا 14﴾

غزوۂ خندق

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اے ایمان والو، اللہ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو۔ جب تمہارے مقابلہ کے لئے کثیر تعداد میں (کفار کے) لشکر آئے پھر ہم نے ان پر تیز آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور تم جو بھی کرتے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔'' (الاحزاب 33: آیت 9)

غزوۂ خندق 5ھ شوال کے آخر اور ذوالقعدہ کے شروع میں پیش آیا۔ غزوۂ اُحد کے بعد مسلمانوں کو سنبھلنے میں کچھ وقت لگا لیکن آپ ﷺ نے حکمت عملی کے تحت مسلمانوں کو بڑا منظّم کیا اور ان کی قوت کا اظہار کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ چونکہ 3ھ غزوۂ اُحد کے موقع پر ابوسفیان نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگلے سال مسلمانوں سے پھر جنگ ہوگی۔ شعبان 4ھ میں آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر بدر کے مقام پر پہنچے وہاں 8 دن تک ابوسفیان اور اس کے لشکر کا انتظار کرتے رہے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر موجود تھا۔ دوسری طرف ابوسفیان بھی دو ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر ''مَرّ ظُّہران'' (مقام پر) پہنچا لیکن اللہ عزّ وجل نے اس پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری کر دیا کہ وہ لشکر وہیں سے واپس ہو گیا۔ جب مسلمان میدان بدر میں چند دن ٹھہر کر واپس آئے تو دشمن پر ان کا رعب بیٹھ چکا تھا۔ لہٰذا آس پاس کے جو قبائل مسلمانوں کے خلاف سازش کا حصّہ بننے کے لئے تیار تھے وہ بھی خاموش بیٹھ گئے۔ ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا اور آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ دور دور تک پھیلنے لگی لیکن یہود جو کہ شروع ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں انہوں نے پس پردہ سازشیں کرنا شروع کر دیں۔ قریش اور مختلف قبائل سے رابطہ کر کے وہ ایک زبردست لشکر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ اس جنگ میں کفار قریش کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سے

قبائل شامل ہو چکے تھے اس اعتبار سے اس غزوۂ کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عربی زبان میں احزاب کا معنیٰ ''گروہ'' ہے اور اسے غزوۂ خندق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اہل مدینہ کا دفاع کرنے کے لئے مدینہ کے اطراف میں خندق کھودی گئی تھی تاکہ دشمن شہر مدینہ کے اندر نہ آسکے۔

اس کا مختصراً پس منظر یہ ہے کہ یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے **20** سرداروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل بدعہدی کی وجہ سے مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا۔ یہ قبائل خیبر اور شام میں جا کر آباد ہوئے۔ انہوں نے کفارِ مکہ کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا۔ اسی طرح دیگر قبائل بنوغطفان اور نجد وغیرہ کو بھی کچھ لالچ دے کر مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق تمام قبائل اور مشرکین مکہ ایک ہی وقت میں مدینہ کے قریب اُحد پہاڑ کے پاس جمع ہو گئے اور پھر مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس غزوہ کے موقع پر کفار اور مشرکین کی تعداد 10,000 جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف 3000 تھی اس کے ساتھ ساتھ کفار نے مدینہ کے جنوب میں رہائش پذیر یہود کے قبیلہ بنوقریظہ کو بھی ورغلا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا جبکہ بنوقریظہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسرے کا دفاع کا معاہدہ تھا۔ یوں مسلمان چاروں طرف سے دشمن کے شکنجہ میں گھر گئے۔ اس موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے اطراف میں **14** گز چوڑی اور **14** گز ہی گہری خندق کھودی گئی جس کی وجہ سے دشمنان اسلام کا لشکر مدینہ کے اندر نہیں آسکا۔

غزوۂ خندق پیش آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہودیوں کے کچھ سردار کفار قریش کے پاس مکہ گئے اور ان سے کہا: اگر تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے واقعی جنگ کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری مدد کو تیار ہیں۔ ان کے جواب میں کفارِ قریش نے کہا: ''تم خود بھی تو اہل کتاب ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب اور تمہارا مذہب تو ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے پھر تم کس وجہ سے ہماری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمارا اختلاف تو مذہب کی بنیاد پر ہے۔'' یہودیوں نے جواب دیا: ''ہمارے نزدیک تمہارا مذہب قدیم، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے مذہب سے بہتر ہے اور ہم محمد (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہرگز نہیں مانتے۔'' کفارِ قریش یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اپنی غزوۂ بدر کی شکست کی تلافی کے لئے ان (یہود) سے مسلمانوں کے خلاف مدد کرنے کا معاہدہ کرلیا۔ اس کے بعد یہ یہودی خوشی خوشی قبیلہ بنوغطفان کے پاس گئے اور انہیں بھی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار کرلیا۔

دفاع کے لئے خندق کی کھدائی اور منافقین کی بے وفائی:

جب نبی کریم ﷺ کو کفار کی اس سازش کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ خود بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر خندق کھدوانے میں مصروف ہوگئے۔اس موقع پر کچھ منافقین تو اپنی کمزوری کا بہانہ بنا کر خندق کھودنے سے معذرت کرنے لگے اور کچھ (منافقین) نے رسول اکرم ﷺ کو دکھانے اور آئندہ الزام سے بچنے کے لئے تھوڑا سا کام کیا اور بعد میں وہ بھی آپ ﷺ سے اجازت لئے بغیر چلے گئے۔ (ابو داوٗد)

نبی کریم ﷺ نے صبح کے وقت مجاہدین کو اس حال میں دیکھا کہ وہ سخت سردی کے باوجود پسینہ سے بھیگے ہوئے ہیں اور بھوکے پیاسے رہنے کے باوجود نہایت چستی کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مصروف ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:-''اے اللہ، بے شک اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔آپ انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما دیجئے۔'' جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے یہ الفاظ سنے تو عرض کیا: ''ہم تو وہ لوگ ہیں جو رسول اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر اپنی جانیں دینے کے لئے بیعت کرچکے ہیں اور جب تک زندہ رہیں گے ہمیشہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے لڑتے رہیں گے۔'' (بخاری۔عن معاویہ بن عمرو رضی اللہ عنہ)

خندق کی کھدائی کے دوران کھانے پینے کی جو چیزیں آتیں۔ آپ ﷺ تمام چیزیں ان 3000 مجاہدین میں تقسیم فرمادیتے اور تھوڑا بہت آپ ﷺ خود بھی چکھ لیتے۔ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی۔ آپ ﷺ نے اس پر ایک کدال ماری جس کی وجہ سے وہ بھربھری ریت میں بدل گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:-''اس میں مجھے شام

کی فتح کے آثار نظر آ رہے ہیں'' پھر فرمایا: ''مجھے اس میں کسریٰ کے محلات اور ملک فارس کی فتح کی نشانیاں بھی نظر آ رہی ہیں'' اور آخر میں فرمایا: ''اس مٹی میں یمن و صنعاء کی فتح کے آثار بھی ہیں جنہیں مسلمان جلد فتح کر لیں گے۔'' (اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ)

منافقین نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی محنت و مشقت کو دیکھ کر ان کو طعنہ دیتے کہ تم لوگوں کو تو تمہارے نبی (ﷺ) نے خندق کھدوانے کے چکر میں قیصر و کسریٰ کے محلات کے خواب دکھا دیئے۔ (بخاری، مسند احمد، نسائی)

قبیلہ بنو قریظہ کی غداری:

آپ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد یہود کے قبیلہ بنو قریظہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنے پر معاہدہ کر رکھا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ کو ان کی غداری کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لئے بھیجا مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ انہوں نے تو یہاں تک کہا: ''کون محمد (ﷺ)؟ وہی جس نے تم لوگوں کو فارس و روم اور قیصر و کسریٰ کے خواب دکھائے ہیں۔ اس مرتبہ وہ ہم سے اپنی جان ہی بچالیں تو بڑی بات ہے کیوں کہ ہم اُن (محمد ﷺ) کی بات میں آنے والے نہیں ہیں۔'' ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا اور کہا: ''تم لوگ مشرکین کا ساتھ مت دو بلکہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔'' مگر وہ نہ مانے۔ جب ان دونوں نے واپس آکر نبی کریم ﷺ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''مجھے بنو قریظہ کی طرف سے یہی اُمید تھی۔ ہم نے اپنی طرف سے حجت قائم کردی ہے'' لہٰذا جب یہود نے صلح کرنے سے انکار کردیا تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ انہوں نے ایک زبان ہو کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، اس وقت اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ (ﷺ) سے جو چاہتا ہے آپ (ﷺ) وہی کریں۔ ہم اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی آخر دم تک آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ استقلال دیکھ کر آپ ﷺ کو اطمینان ہوگیا۔

خندق کھودنے کی حکمت عملی اور جنگ کا اختتام:

کفار اورمشرکین نے جب مدینہ کے اطراف خندق دیکھی تو حیران رہ گئے اور ان میں سے کوئی خندق کو پار کرنے کی کوشش کرتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر تیر اور پتھر برساتے جس کی وجہ سے وہ واپس چلا جاتا۔کفار نے کئی مرتبہ خندق پار کرنے کی کوششیں کیں لیکن مسلمان بھی اپنے دفاع میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو وقت پر نماز عصر پڑھنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور سورج غروب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر بددعا فرمائی: ''اے اللہ،ان لوگوں کی قبروں کو آگ سے بھر دینا جنہوں نے ہمیں بیچ والی نماز (عصر) پڑھنے سے غافل رکھا۔سورج غروب ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے عصر پھر مغرب کی جماعت کروائی۔(بخاری،مسلم)

جب کفار کا اور کوئی چارا نہ چلا تو انھوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لئے مدینہ کا محاصرہ کرلیااور ایک ماہ تک محاصرہ قائم رکھا۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے قبیلہ بنوغطفان کے ایک شخص نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام کی شمع روشن کر دی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ،میری قوم کو میرے اسلام لانے کے بارے معلوم نہیں ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے جو کام لینا چاہیں، میں کرنے کو تیار ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کفار کے درمیان آپس میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرو اس لئے کہ جنگ ہوشیاری کا نام ہے۔'' چنانچہ نعیم رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنوقریظہ کے پاس جا کر کہا: ''آپ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے خصوصی محبت ہے۔ میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں،تم اسے راز میں رکھنا؟'' وہ کہنے لگے :''ضرور بتایئے'' حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بنو قینقاع اور بنونضیر قبائل کے بارے آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے تو اپنے مفاد کی خاطر مشرکین مکہ کا ساتھ دیا ہے۔جبکہ آپ کا علاقہ (قریظہ) تو مدینہ سے بہت قریب ہے تمہارے بیوی بچے اور مال و دولت بھی یہاں ہیں۔ اگر تم لوگ ان کا ساتھ دو گے تو جنگ

کے بعد تمام لوگ اپنے اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے جو کہ مدینہ سے دور دراز ہیں اور تمہیں اپنے علاقہ میں ہی رہنا ہوگا پھر مسلمان جب چاہیں گے تم سے انتقام لے لیں گے۔ یہ سنتے ہی وہ چونک گئے اور کہنے لگے: ''اے نعیم، اب کیا کریں؟'' حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جب تک وہ اپنے چند آدمی تمہارے پاس بطور گروی نہ رکھیں اس وقت تک تم جنگ میں کفار اور مشرکین کا ساتھ نہ دینا۔'' یہ بات یاد رکھو وہ کبھی بھی اپنے افراد بطورِ گروی تمہارے پاس نہیں رکھیں گے۔ لہٰذا وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا: ''آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ کا بہت زیادہ خیر خواہ ہوں۔'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں'' نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ اسے راز میں رکھئے گا۔'' انہوں نے کہا: ''ضرور۔'' نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہودیوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کی ہے۔ اب وہ اس پر شرمندہ ہیں کہ آپ لوگ تو انہیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور مسلمان جو چاہیں ان کے ساتھ سلوک کریں گے۔ اس لئے انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات چیت کر لی ہے کہ آپ لوگوں سے کچھ بندے بطور گروی لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیں گے اور پھر آپ لوگوں کے خلاف ان سے اپنا معاملہ درست کر لیں گے اور اس پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی راضی ہو گئے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ چوکنا رہیئے گا اگر وہ آپ لوگوں سے کچھ افراد کا مطالبہ کریں تو آپ ہرگز نہ دیجئے گا۔'' نعیم رضی اللہ عنہ نے یہی بات غطفان قبیلہ والوں کو بھی کہی۔ ان کی اس دانش مندی سے کفار کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ چنانچہ ابوسفیان نے ہفتہ کی رات کو بنو قریظہ کے پاس ایک وفد بھیجا کہ کل زور کی جنگ کرنی ہے لہٰذا تم ہمارا ساتھ دو۔ بنو قریظہ نے جواب دیا: ایک بات تو یہ ہے کہ کل ہفتہ کا دن ہے جو ہماری عبادت کا دن ہے۔ دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ جب تک آپ لوگ ہمیں چند افراد بطور گروی نہیں دیں گے ہم آپ کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس پر غطفان اور قریش کے لوگوں نے سوچا کہ نعیم نے سچ کہا تھا۔ قریش نے یہود کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم آپ کو کوئی فرد بطور گروی نہیں دیں گے۔ لہٰذا بغیر کسی شرط کے آپ لوگوں کو جنگ میں ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔ یہ سنتے ہی

یہود نے سوچا واقعی نعیم نے سچ کہا تھا۔ اس طرح ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلے پست ہو گئے اور ادھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے خوب دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ، اے کتاب (قرآن کریم) اتارنے والے، اے جلد حساب لینے والے، انہیں (کفار کو) شکست دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے۔(بخاری)

اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ایک ایسا تندو تیز طوفان آیا جس نے ان کے خیموں کو اکھاڑ پھینکا۔ جانور رسّیاں توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور تمام کفار بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔(بخاری)

اس جنگ میں صرف چند افراد مارے گئے تھے 10 مشرکین میں سے اور 6 مسلمانوں میں سے۔ اس جنگ کے دوران حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہو تو اس کے لئے مجھے زندہ رکھنا ورنہ اسی زخم کو شہادت کا سبب بنا دینا اور ساتھ ساتھ یہ بھی دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ، اس وقت تک مجھے موت نہ دینا جب تک کہ بنو قریظہ کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ اللہ عزّ وجل نے ایسا ہی کیا۔

غزوۂ بنو قریظہ

یہ غزوہ 5ھ ذوالقعدہ کے ابتدائی دنوں میں غزوہ خندق کے فوراً بعد پیش آیا۔ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ سے آپ ﷺ نے معاہدہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی ہمارے خلاف کاروائی کرے تو تم ہمارا ساتھ دو گے اور اگر تمہارے خلاف کوئی کاروائی کرے گا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر بنو قریظہ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کفار اور مشرکین کا ساتھ دیا۔ غزوۂ خندق کے ختم ہوتے ہی آپ ﷺ نے ابھی اپنے ہتھیار بھی نہیں اتارے تھے اور کپڑے بھی تبدیل نہیں کئے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنو قریظہ کے خلاف جہاد کا حکم لے کر حاضر ہوئے اور کہا: ''اے اللہ کے پیغمبر ﷺ، میں ابھی آپ ﷺ سے پہلے فرشتوں کی ایک جماعت لے کر

بنو قریظہ جا رہا ہوں۔ میں ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب ڈالوں گا۔لہٰذا آپ ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر فوراً وہاں پہنچیں۔ (بخاری)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی اللہ ربّ العزّت کا حکم سننے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ علان کروا دیا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کو سننے اور ان پر عمل کرنے پر قائم ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر ادا کرے۔صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کا حکم سنتے ہی بنو قریظہ کی طرف نکل پڑے اور آپ ﷺ نے مدینہ کا انتظام حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور خود بھی نکل پڑے۔ بنو قریظہ نے جب شروع میں پہنچنے والے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو آپ ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اتنے میں آپ ﷺ نے بہت سے مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر بنو قریظہ پہنچ کر ''انا'' نامی کنویں کے پاس پڑاؤ ڈال لیا۔اللہ عزّ وجل نے بنو قریظہ کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔لہٰذا انہیں مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت ہی نہ ہوئی اور وہ اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے۔آپ ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔پچیس (25) دن تک محاصرہ جاری رہا۔پچیس دن کے بعد یہود بنو قریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے آپ کو آپ ﷺ کے حوالہ کر دیا کہ آپ ﷺ جو مناسب سمجھیں فیصلہ فرما دیں۔ آپ ﷺ نے مَردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے علیٰحدہ علیٰحدہ جگہ پر قید کر دیا۔یہ دیکھتے ہی انصار کے قبیلہ اوس کے لوگ (جو مسلمان ہو چکے تھے) کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ ہمارے حلیف رہے ہیں اس لئے ان کے ساتھ بھی خزرج کے حلیفوں (قبیلہ بنو نضیر) کی طرح احسان فرماتے ہوئے یہاں سے جلاوطن ہونے کی اجازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ''کیا آپ لوگ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان یہود کے متعلق آپ ہی کی قوم (اوس) کا ایک آدمی فیصلہ کر دے۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ معاملہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا جسے تمام لوگوں نے بخوشی قبول کیا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ

غزوۂ خندق میں زخمی ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ غزوۂ بنو قریظہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہیں سواری پر آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ اوس قبیلہ کے لوگوں نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا سلوک کیجئے گا۔سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا کہ بنو قریظہ بھی ان کا فیصلہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا: ''ان کے تمام بالغ مَردوں کو قتل کر دیا جائے،عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے تمام اموال بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔'' یہ فیصلہ سنتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سعد،تم نے بنو قریظہ کے لوگوں کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' (بخاری)

یہ فیصلہ بظاہر سخت لگ رہا تھا لیکن یہود کی شریعت کے مقابلہ میں یہ بہت ہی نرم تھا۔اس فیصلہ کے مطابق آپ ﷺ نے بنو قریظہ کے بالغ مَردوں کو قتل کروا دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا اور ان کے اموال میں سے پانچواں حصّہ نکال کر باقی مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔بنو قریظہ کے وہ چند افراد جو مسلمان ہو چکے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں کچھ بھی نہ کہااور ان کا مال انہی کے پاس رہنے دیا۔بنو قریظہ کی قیدی عورتوں میں سے ایک عورت ریحانہ بنت زید بن عمرو رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے اپنے لئے منتخب فرما لیا اور انہیں مسلمان ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے باقاعدہ نکاح کر لیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنہوں نے غزوۂ بنو قریظہ میں بنو قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کر کے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔انہوں نے غزوۂ خندق کے موقع (یہود بنو قریظہ کی معاہدہ کی خلاف ورزی) پر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا یہاں تک کہ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔اللہ عزّ وجل نے ان کی دعا قبول فرمائی۔غزوۂ خندق کے موقع پر انہیں جو زخم لگا تھا اس فیصلہ کے کچھ دن بعد اسی زخم سے خون بہنے لگا اور اتنا خون بہا کہ وہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ

نے انہیں اتنا اعلیٰ مقام عطا فرمایا کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان کا جنازہ فرشتوں نے بھی اٹھایا اور ان کی موت پر رحمٰن کا عرش لرز اٹھا۔ (بخاری، مسلم)

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

محرم 6ھ میں یمامہ قبیلہ کے سردار ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ اور دین اسلام کے سخت مخالف تھے۔ مسیلمہ کذاب (نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے) کے حکم سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے نکلے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس (30) صحابہ رضی اللہ عنہم کو قبیلہ بنو بکر بن کلاب (جو کہ مسلمانوں کا مخالف تھا) کے خلاف کاروائی کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے واپس آتے ہوئے ثمامہ کو دیکھا تو انہیں گرفتار کر کے مدینہ لے آئے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: ''اے ثمامہ تمہارے پاس کیا ہے؟'' ثمامہ نے کہا: اے محمد (ﷺ)، میرے پاس تو خیر ہے اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک خون (قصاص) والے آدمی کو قتل کرو گے۔ اگر احسان کرو گے تو ایک قدر دان پر احسان کرو گے۔ تمہیں مال و دولت چاہیے تو مانگو تمہیں مل جائے گا۔ آپ ﷺ نے انہیں اسی حال پر چھوڑ دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ دوسرے دن بھی آپ ﷺ نے وہی سوالات کئے جو پہلے دن کئے تھے اور ثمامہ رضی اللہ عنہ کے وہی جوابات تھے جو اس نے پہلے دن دیئے تھے۔ تیسرے دن بھی پہلے دو دنوں کی طرح سوال وجواب ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے آزاد کر دیا۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے قریب ہی ایک باغ میں جا کر غسل کیا اور (خوب سوچ بچار کے بعد) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم، آج سے پہلے روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چہرہ آپ ﷺ کے چہرہ سے زیادہ قابل نفرت نہیں تھا لیکن اب آپ ﷺ کا چہرہ میرے نزدیک تمام چہروں سے زیادہ محبوب بن چکا ہے۔ آپ ﷺ کا دین روئے زمین پر میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا لیکن اب میرے نزدیک آپ کا دین سب سے زیادہ محبوب بن چکا ہے۔ اس کے بعد

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لے گئے۔قریش کو جب ان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے خوب ملامت کی۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: سنو، تمہارے پاس اب یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دے دیں۔عمرہ سے واپس یمامہ پہنچ کر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو گندم بیچنے پر پابندی لگا دی جس کی وجہ سے وہ مشکل میں پڑ گئے آخر کار اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر خط لکھا کہ وہ ثمامہ رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کو گندم بیچنے کی اجازت دے دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ثمامہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو گندم بیچنا شروع کردی۔ (بخاری)

غزوۂ بنولحیان

یہ غزوہ 6ھ ربیع الاول کے مہینہ میں پیش آیا۔ بنولحیان وہی قبیلہ ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو رجیع کے مقام پر 4ھ میں دھوکے سے قتل کر دیا تھا۔ چونکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر دشمنوں سے نمٹنے میں مصروف تھے۔اس لئے ان سے قصاص نہ لے سکے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں سے کچھ مطمئن ہو گئے تو دوسو (200) صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر بنولحیان قبیلہ کی طرف چل پڑے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''بطن غران'' (مقام) تک پہنچے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہید کیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں قیام کیا اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دعائے رحمت کی۔ جب قبیلہ بنولحیان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو وہ فوراً اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور ان کا کوئی بھی آدمی مسلمانوں کے ہاتھ نہ آسکا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 افراد پر مشتمل ایک دستہ کو ''کراع الغمیم'' (مقام) تک بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کی قوت سے مرعوب ہو جائیں۔ 14 دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

غزوۂ بنو مصطلق

یہ غزوہ شعبان 6ھ میں پیش آیا۔ بنو مصطلق کا قبیلہ خزاعہ قبیلے کی ایک شاخ ہے جو کفار مکہ کے طرفدار تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ یہ لوگ بھی مسلمانوں کے

خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں تو آپ ﷺ سات سو (700) صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر قبیلہ بنو مصطلق کو سبق سکھانے کے لئے چل پڑے۔ آپ ﷺ نے قریب ہی کے ایک کنواں مریسیع کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ اسی اعتبار سے اس غزوہ کو غزوۂ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اچانک قبیلہ بنو مصطلق پر حملہ کر دیا اور اللہ کی مدد سے فتحیاب ہوگئے۔ قبیلہ بنو مصطلق کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کے اموال اور جانور اپنے قبضہ میں لے لئے گئے۔ قیدی عورتوں میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو مدینہ آ کر مسلمان ہوگئیں تو آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔آپ ﷺ کا حسن اخلاق دیکھتے ہوئے اس قبیلہ کے ایک سو گھرانے مسلمان ہو گئے جنہیں آپ ﷺ کے حکم سے آزاد کر دیا گیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لئے بڑی بابرکت خاتون ثابت ہوئیں۔ اس غزوہ میں جہاں مسلمانوں کو خوشیاں ملیں وہاں دو بڑے تکلیف دہ حادثات بھی پیش آئے ان میں سے ایک منافقین کا کھل کر نفاق کا اظہار کرنا اور دوسرا عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا ہے۔

غزوۂ بنی مصطلق میں منافقین کا کردار:

منافقین جو ابتدا ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دل میں بغض و عداوت رکھتے تھے۔ غزوۂ بنو مصطلق کے موقع پر ان کی بغض و عداوت کا کھل کر اظہار ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مریسیع نامی ایک کنویں کے قریب قیام کیا۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس چشمہ سے پانی لینے گئے تو ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان پہلے پانی لینے میں جھگڑا ہوگیا۔ انصاری نے آواز لگائی: اے انصار کی جماعت، اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرین کی جماعت، یہ سنتے ہی انصار اور مہاجرین میں سے چند افراد جمع ہوگئے اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہو جاتی اتنے میں آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ ﷺ جلدی سے تشریف لائے اور دونوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا:۔''ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جا رہی ہے۔ اے لوگو، اسے (ہمیشہ کے لئے) چھوڑ دو، یہ عصبیت تو

بڑی بُری چیز ہے۔'' یہ سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظریں جھک گئیں اور وہ واپس اپنے خیموں میں آ گئے۔ چونکہ اس غزوہ میں منافقین کی بھی ایک جماعت موجود تھی اور ان کا سردار عبد اللہ بن اُبی تھا۔ اسے جیسے ہی یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: ہمارے ہی علاقہ میں ہمارے حریف ہمارے مقابل آ گئے ہیں۔ اللہ کی قسم، مدینہ پہنچ کر ہم میں سے معزز ترین لوگ ذلیل ترین لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔ (عزّت والوں سے مراد اس نے اپنے آپ اور اپنے منافقین ساتھیوں کو لیا اور ذلّت والوں سے مراد آپ ﷺ اور مسلمانوں کو لیا) عبد اللہ بن ابی کی اس گفتگو کو ایک انصاری صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سن رہے تھے۔ انہوں نے یہ ساری باتیں آپ ﷺ کو بتا دیں۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا کر اس گفتگو کے بارے پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے کہ رسول کریم ﷺ کہیں مجھے جھوٹا سمجھ کر مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے فوراً سورۃ المنافقون (63) اتار کر منافقین کے تمام راز کھول دیئے۔ (بخاری، مسلم)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، مجھے اجازت دیں، میں اس منافق (عبد اللہ بن ابی) کی گردن اُڑا دوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''اے عمر رہنے دو، لوگ کہیں گے کہ یہ (کیسے رسول ﷺ ہیں کہ) اپنے ساتھیوں (کلمہ پڑھنے والوں) کو بھی قتل کرتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ جو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے تھے۔ انہیں جب اپنے باپ کی اس گستاخانہ گفتگو کے بارے علم ہوا تو وہ تلوار اٹھا کر مدینہ میں داخل ہونے والے راستہ پر کھڑے ہو گئے اور اپنے باپ سے کہا: اللہ کی قسم، میں اس وقت تک تمہیں یہاں سے آگے جانے کی اجازت نہیں دوں گا جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں اجازت نہ دے دیں اس لئے کہ آپ ﷺ خوب عزّت والے ہیں اور تم ہی ذلیل آدمی ہو۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھجوایا کہ اپنے باپ کا راستہ چھوڑ دو۔ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کو اس طرح ناکام بنا دیا گیا۔ (سیرت النبی ﷺ۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کا بہتان اور اللہ عزّ وجل کی طرف سے پاکدامنی کا اعلان:

غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالا اور پھر رات ہی میں وہاں سے چلنے کا حکم دے دیا۔ اس سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ وہ قضائے حاجت کے لئے نکلیں اور ان کا ہار وہاں کھو گیا جسے تلاش کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں اور وزن بھی بہت کم تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا ہودج (اونٹ کا کجاوہ جس میں وہ تشریف فرما ہوتیں تھیں) اٹھا کر یہ سمجھتے ہوئے اونٹ پر رکھ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہا اس میں موجود ہیں اور قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ لٰہذا آپ رضی اللہ عنہا جب ہار کو تلاش کر کے واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ وہاں سے رخصت ہو چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا وہیں بیٹھ گئیں کہ جب لوگ انہیں ہودج میں نہیں پائیں گے تو تلاش کرنے کے لئے واپس یہیں آئیں گے۔ اتنے میں آپ رضی اللہ عنہا کی آنکھ لگ گئی اور سو گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جن کی ذمہ داری لشکر کے پیچھے گری پڑی چیزیں اٹھانے کی تھی۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پہنچے تو فوراً پہچان گئے کہ یہ تو اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اس لئے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے وہ آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَـيْـهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا جسے سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا جاگ گئیں اور فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کو بٹھایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں اور وہ اونٹ کی نکیل تھام کر پیدل سفر کرتے ہوئے لشکر سے آ ملے۔ عبد اللہ بن اُبی منافق کو اس واقعہ سے شر پھیلانے کا خوب موقع ملا اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتے ہوئے اس واقعہ کو خوب ہوا دی یہاں تک کہ کئی مومن بھی اس کے دھوکے میں آ گئے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں اور ان کی بیماری تقریباً ایک ماہ تک رہی لیکن انہیں اپنے اوپر لگنے والے بہتان کے بارے کوئی علم نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خبر گیری کے لئے آیا تو کرتے تھے لیکن پہلے جیسا محبت والا انداز اختیار نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے بہت زیادہ غم زدہ تھے اور اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کر رہے تھے اور اس عرصہ میں وحی بھی نہ آئی۔

آخر کار آپ ﷺ نے اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے مشورہ کیا۔ بعض نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علیٰحدہ کرنے کا اور بعض نے ساتھ رکھنے کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ اسی پریشانی میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو اس شخص سے نجات دلانے کی طرف توجہ دلائی جس سے آپ ﷺ کا گھرانہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ آپ ﷺ کا اشارہ عبداللہ بن ابی منافق کی طرف تھا۔ اوس قبیلہ کے لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس منافق کو قتل کر دیا جائے لیکن خزرج کے لوگ بیچ میں آڑے آ گئے۔ قریب تھا کہ ان میں اختلاف پیدا ہوتا لیکن آپ ﷺ نے انہیں خاموش کرا دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا جب صحت یاب ہو گئیں تو ایک رات اُم مسطح رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر قضائے حاجت کے لئے نکلیں۔ راستہ میں ان کا پیر چادر میں اُلجھ گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے مسطح کو برا بھلا کہا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ٹوکا کہ وہ تو ایک بدری (غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے) صحابی ہیں اور آپ انہیں برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ اس پر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ میرا بیٹا مسطح بھی اس معاملہ (آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں) میں شریک ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر آنے کے بعد آپ ﷺ سے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر اپنے والدین کے پاس چلی گئیں اور ان سے واقعہ کی تحقیق کی۔ جب بہتان لگنے کے بارے مکمل یقین ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب رونے اور گڑگڑانے لگیں۔ دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گزار دیئے۔ دوسری رات کے بعد کی صبح آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے تمہارے بارے میں ایسی ایسی بات کہی گئی ہے اگر تم حقیقت میں پاک ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری براءت نازل فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو اور خوب توبہ کرو اس لئے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو رک گئے اور زبان سے وہی جملہ نکلا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی زبان سے نکلا تھا:۔ (ترجمہ) ''بس اب صبر ہی بہتر ہے اور تم لوگ جو بھی کہتے ہو اس پر اللہ کی مدد درکار ہے۔'' (یوسف 12: آیت 18)

اسی وقت آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا۔ وحی مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا، تمہیں اللہ نے پاک دامن قرار دے دیا ہے۔'' اس پر آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے کہا: اٹھو اور آپ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں آپ ﷺ کا نہیں بلکہ اس اللہ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری براءت (پاکدامنی) نازل فرمائی ہے۔ اللہ عزّ وجل نے آپ رضی اللہ عنہا کی براءت میں سورۂ نور (**24**) کی آیات **11** تا **20** نازل فرمائیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے خطبہ کے بعد یہ آیات تلاوت فرمائیں اور جو مسلمان اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس سازش میں شریک ہو گئے تھے انہیں 80 کوڑے لگائے گئے۔ (بخاری)

منافقین کو دنیا میں سزا نہیں دی گئی لیکن آخرت میں انہیں ضرور سزا مل کر رہے گی۔

صلح حدیبیہ

فرمان الٰہی ہے :-(ترجمہ) ''بے شک اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم یقیناً مسجد حرام میں امن کے ساتھ اپنے سر منڈواتے اور بال کٹواتے ہوئے داخل ہو گے۔ تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا پس اللہ ان امور کو جانتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ چنانچہ اس نے اس سے پہلے ہی تمہیں ایک قریب کی فتح (خیبر) عطا فرما دی۔'' (الفتح **48**: آیت **27**)

6 ھ ذوالقعدہ کے مہینہ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ آپ ﷺ کو صلح حدیبیہ سے پہلے خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ پُرامن ہو کر مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں اور کچھ سروں کو منڈوا رہے ہیں اور کچھ بال چھوٹے کروا رہے ہیں۔ اس خواب میں یہ متعین نہیں تھا کہ ایسا کس سال ہوگا؟ آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا جسے سنتے ہی مدینہ اور اس کے اطراف کے بہت سے مسلمان عمرہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے لہٰذا آپ ﷺ پیر کے دن یکم ذوالقعدہ **6** ھ کو **1400** مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف چل پڑے۔ آپ ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کے

لئے سفر کا آغاز اس لئے کیا کہ اس میں عرب لوگ جنگ سے پرہیز کرتے تھے اور ان کی طرف سے ہر ایک کو بلا روک ٹوک مکہ آنے کی اجازت ہوتی تھی۔ ذُوالْحُلَیْفَہْ (مقام پر) پہنچ کر آپ ﷺ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور پھر آگے سفر شروع کر دیا۔ جب آپ ﷺ عسفان (مقام پر) پہنچے تو آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش مکہ مسلمانوں کو بیت اللہ کا عمرہ کرنے سے روکنے اور ان سے جنگ کرنے کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں اور اس کاروائی کے لئے انہوں نے خالد بن ولید کو 200 افراد کا لشکر دے کر کَرَاعُ الْغَمِیْم بھیج دیا ہے تاکہ مدینہ سے مکہ آنے والے راستہ کو بند کر دیں اور ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی تیار کر لیا تاکہ مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا جا سکے۔ آپ ﷺ نے عسفان مقام پر ہی پڑاؤ ڈال دیا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ (بخاری)

خالد بن ولید نے مسلمانوں کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا: کاش کہ ہم نے ان پر اسی رکوع یا سجدہ کی حالت میں حملہ کر دیا ہوتا۔ آخرکار اس نے یہ طے کیا کہ آئندہ جب یہ نماز پڑھیں گے تو ان پر اچانک حملہ کر دیں گے۔ اللہ ربّ العزّت نے مسلمانوں پر مہربانی فرماتے ہوئے اسی وقت نماز خوف (خطرہ کے وقت کی خاص نماز جس میں امام اپنے مقتدیوں کے دو گروپ بناتا ہے، ایک گروپ امام کے ساتھ ایک رکعت اور دوسری خود پڑھتا ہے اسی طرح دوسرا گروپ بھی جو کفار کے سامنے تھا نماز ادا کرتا ہے یعنی ایک ساتھ تمام لوگ سجدہ نہیں کرتے تھے) کا حکم نازل فرما دیا۔ (ابوداؤد)

عصر کی نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ راستہ تبدیل کرتے ہوئے مکہ کے دائیں جانب ''ثَنِیَّۃُ الْمَرَارِ'' پہنچے جہاں سے حدیبیہ جاتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کی قصواء نامی اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہ اٹھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: ''قصواء'' اڑ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''قصواء اڑی نہیں اور نہ ہی اس کی یہ عادت ہے بلکہ اس کو اس ہستی نے روک رکھا ہے جس نے (ابرہہ کا فرجو

بہت بڑا لشکر لے کر بیت اللہ کو گرانے آیا تھا کے) ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو اس نے اٹھ کر چلنا شروع کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے تھوڑا آگے جا کر حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری)

حدیبیہ میں ایک ہی چشمہ تھا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، یہاں تو دور دور تک پانی نہیں ہے اس لئے یہاں قیام نہ کروائیں چونکہ آپ ﷺ قیام کا فیصلہ کر چکے تھے اس لئے وہیں قیام کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو صراحی کے پانی سے وضو فرماتے ہوئے دیکھ کر حیرت سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہاں وضو تو کیا پینے کے لئے بھی پانی نہیں مل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اُسی صراحی کے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا (یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا)۔ (بخاری۔ عن جابر رضی اللہ عنہ)

جب آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیام کر چکے تو قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص بُدَیل بن ورقہ اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو بتایا کہ قریش مکہ آپ ﷺ کو بیت اللہ سے روکنے اور آپ لوگوں سے جنگ کرنے کا مکمل انتظام کئے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ ہم تو محض عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں لڑائی کے لئے نہیں آئے اور ہم تو قریش سے صلح کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ ہاں اگر قریش نے لڑائی پر مجبور کیا تو ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہمارا سر تن سے جدا نہ ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ نہ ہو جائے۔ (بخاری)

بدیل نے جا کر قریش کو یہ ساری بات بتائی تو قریش نے کہا:۔ "محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا مقصد کچھ بھی ہو ہم انہیں کسی صورت مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے کیوں کہ ہم اہل عرب ہیں اور اہل عرب اپنی زبان کے پکّے ہوتے ہیں۔"

اس کے بعد کفارِ قریش نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنی طرف سے کئی لوگوں کو بھیجا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہ آیا۔ البتہ قریش کا جو بھی ایلچی آپ ﷺ کے پاس

آیا وہ آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ان ایلچیوں میں سے ایک عروہ بن مسعود بھی تھا جس نے واپس جا کر کفار قریش کو یہ کہا: ''اے میری قوم، میں قیصر، کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ اللہ کی قسم، میں نے کسی بھی بادشاہ کے ایسے جانثاروں کو نہیں دیکھا جیسے محمد (ﷺ) کے جانثاروں کو دیکھا ہے۔ محمد (ﷺ) کے جانثار ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے اور ان کے بالوں کو بھی تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ کر لیتے ہیں۔ وہ جب انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو اس کی بجا آوری کے لئے سب ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانیں گے کیوں کہ وہ لوگ محمد (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں۔ بس میں نے جو وہاں دیکھا تھا وہ تمہارے سامنے بیان کر دیا لہٰذا تم ان کی (صلح والی) تجویز قبول کر لو۔'' (بخاری)

ابھی آپ ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان ایلچیوں کے ذریعہ گفتگو چل ہی رہی تھی کہ کفار قریش کے 80 نوجوانوں نے رات کی تاریکی میں ہنگامہ آرائی کی غرض سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی جنہیں مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن آپ ﷺ نے صلح کی خاطر درگزر کرتے ہوئے ان سب کو آزاد کر دیا۔ ﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھیئے ترجمہ و تفسیر (الفتح 48: آیت 24)﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارت اور بیعت رضوان:

جب قریش کی طرف سے آنے والے ایلچی صلح کرنے میں ناکام رہے تو آپ ﷺ نے یہ طے کیا کہ اب مسلمانوں میں سے کوئی ایک ہمارا سفیر بن کر قریش مکہ کے پاس جائے اور انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں لہٰذا ہمیں عمرہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ اس کام کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر قریش مکہ کو آپ ﷺ کا پیغام پہنچایا اور انہیں

یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں لہٰذا ہمیں عمرہ کی اجازت دے دیں مگر قریش نے کہا: ''ہم صرف آپ (رضی اللہ عنہ) کو عمرہ کی اجازت دے سکتے ہیں۔ آپ (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی اور کو اجازت نہیں دے سکتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ کفارِ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا اور اِدھر مسلمانوں میں یہ افواہ پھیلا دی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:۔ ''ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ ہم ان لوگوں سے (عثمان رضی اللہ عنہ کا) بدلہ نہ لے لیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں پر ایک درخت کے نیچے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے موت اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت لی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا:۔ ''یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے۔'' (بخاری)

جیسے ہی بیعت مکمل ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ اس بیعت کو اللہ عزّ وجل کی پسندیدہ بیعت ہونے کی وجہ سے بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ بیعت رضوان کا معنٰی ہے اللہ تعالٰی کی پسندیدہ بیعت۔ اللہ تبارک وتعالٰی نے اس بیعت کا ذکر قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔'' (الفتح 48: آیت 18)

صلح حدیبیہ کی شرائط:

کفارِ قریش کو جب بیعت رضوان کے بارے علم ہوا تو ان پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا اور وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے سہیل بن عمرو کو صلح کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے کافی دیر گفتگو فرمائی۔ آخر کار چند شرائط کی بنا پر صلح کی گئی جو مندرجہ ذیل ہیں:

1. رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں

آئندہ سال مکہ آئیں اور 3 دن مکہ میں قیام کریں لیکن اس دوران کوئی مسلمان سرعام ہتھیار لے کر نہ آئے۔

❷ فریقین میں 10 سال تک باہمی صلح رہے گی اور آپس میں کوئی جنگ نہیں ہوگی۔

❸ مکہ اور مدینہ کے آس پاس والے قبائل قریش سے ملنا چاہیں تو ان سے مل سکتے ہیں اور جو مسلمانوں میں شامل ہونا چاہیں وہ ان میں شامل ہو سکتے ہیں انہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔

❹ قریش کا جو آدمی مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس مدینہ چلا جائے اسے قریش کے حوالے کرنا ہوگا لیکن مسلمانوں کا کوئی آدمی قریش کے پاس آجائے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

آخری شرط سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم گھبرا گئے لیکن آپ ﷺ نے صلح کی غرض سے اس شرط کو بھی منظور فرما لیا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر انہیں صلح نامہ تحریر کرواتے ہوئے فرمایا:''لکھو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' اس پر سہیل نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا ہے؟ اس لئے آپ (ﷺ) یہ لکھوائیں ''بِاسۡمِكَ اللّٰھُمَّ'' (ترجمہ) ''اے اللہ، آپ کے نام سے۔'' آپ ﷺ نے یہی لکھوا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لکھوایا: یہ وہ شرائط ہیں جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی۔ جب آپ ﷺ کا نام ''محمد رسول اللہ ﷺ'' لکھا گیا تو سہیل نے دوبارہ کہا کہ اگر ہم آپ (ﷺ) کی رسالت ہی کا اقرار کرلیں تو پھر جھگڑا کس بات پر؟ اس لئے آپ (ﷺ) یہاں ''رسول اللہ'' کے بجائے ''محمد بن عبداللہ'' لکھوائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''تم اگرچہ نہ مانو میں تو اللہ کا رسول ہوں'' پھر آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا نام مٹانا گوارا نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ''رسول اللہ'' کو مٹا دیا۔ (بخاری)۔اس پوری دستاویز کے دو نسخے تحریر کئے گئے ایک نسخہ کفار مکہ کے لئے اور دوسرا نسخہ مسلمانوں کے لئے۔

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی واپسی:

ابھی صلح نامہ تحریر کیا ہی جا رہا تھا کہ اتنے میں مشرکین مکہ کے نمائندہ

سہیل بن عمرو کا بیٹا (حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ) بیڑیاں گھسیٹتا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے آ کر گر پڑا۔ (مسلمان ہونے کے جرم میں سہیل بن عمرو نے اسے بیڑیوں میں باندھ کر قید کر رکھا تھا) سہیل نے فوراً اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تو ہم نے معاہدہ کی تحریر مکمل ہی نہیں کی'' سہیل نے کہا: ''اللہ کی قسم، ہم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح ہی نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے کہا: ''تم اس ایک آدمی کو میری خاطر چھوڑ دو۔'' سہیل نے کہا: ''یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔'' پھر سہیل نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا تو ابوجندل رضی اللہ عنہ نے مومنوں سے کہا: ''کیا میں مشرکین کی طرف واپس کر دیا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان بن کر آیا ہوں؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائیں؟'' مسلمان یہ دردناک منظر دیکھ کر تڑپ گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:- ''اے ابوجندل (رضی اللہ عنہ)، تم اس صلح نامہ پر صبر کرو۔ یہ صلح نامہ تمہارے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے بھلائی کا باعث بنے گا۔ اس صلح نامہ میں ہمارا اور قریش کا معاہدہ ہے اور ہم معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔'' جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہوگئی اور دونوں طرف سے دستخط ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:- ''اٹھو، قربانی کرو اور سر منڈوا دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اپنے جانوروں کو ذبح کیا اور اپنا سر منڈوا لیا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے بھی وہیں پر اپنے جانور قربان کر دیئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سر منڈوا دیئے اور بعض نے بال چھوٹے کروائے۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بال منڈوائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اللہ عزّ وجل سے رحمت کی دعا فرمائی۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف بال کٹوائے تھے انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے لئے بھی دعا فرمایئے۔'' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین مرتبہ بال منڈوانے والوں کے لئے اور چوتھی مرتبہ بال کٹوانے والوں کے لئے دعا رحمت فرمائی۔ (مسلم)

صلح حدیبیہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم پریشانی کے عالم میں تھے۔ ایک پریشانی تو یہ تھی

کہ وہ اتنی دور سے سفر کر کے آئے اور عمرہ کئے بغیر واپس جا رہے تھے اور دوسری پریشانی یہ تھی کہ معاہدہ میں فریقین کے درمیان برابری نہیں تھی۔ ظاہراً معاہدہ قریش مکہ کے حق میں نظر آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تسلی دی اور انہیں معاہدہ کی شرائط اور اس کے فوائد سمجھائے۔ اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو جو خواب دکھایا تھا اس کی تعبیر صلح حدیبیہ کے صرف دو سال بعد فتح مکہ کی صورت میں پوری ہوئی۔

صلح حدیبیہ کے فوائد:

❶ صلح کی وجہ سے کفار کی مدینہ اور مسلمانوں کی مکہ آمدورفت شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کو عام عربوں سے ملنے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا موقع ملا۔ چنانچہ لوگ کثرت سے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ صرف 2 سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد میں اتنا زیادہ اضافہ ہوا کہ اتنا زیادہ اضافہ 19 سالوں میں بھی نہیں ہوا تھا اور قریش کے سرکردہ لوگوں میں سے خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم اسی دور میں مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کے مسلمان ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔'' (بخاری)

❷ جو کمزور مسلمان مکہ میں مشرکین کے ہاتھوں مختلف مصائب کا شکار تھے ان میں سے عتبہ بن امیہ (ابوبصیر رضی اللہ عنہ) مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ گئے لیکن آپ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق انہیں دو مشرکین کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان دو مشرکین میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ گیا۔ خود ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے سمندر کے ساحل پر جا کر بسیرا کر لیا۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بھی قید سے آزاد ہو کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے آ کر مل گئے۔ اس طرح بہت سے کمزور مسلمان مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر سمندر کے ساحل پر جمع ہو گئے اور قریش کا جو قافلہ بھی ملک شام سے آتا جاتا تو یہ اسے لوٹ لیتے۔ ان سے تنگ آ کر قریش مکہ نے خود آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ ﷺ معاہدہ کی اس شرط کو ختم کر دیں جس میں قریش کی طرف سے مدینہ جانے

والے آدمی کو واپس کیئے جانے کا ذکر ہے اور آپ ﷺ ساحل سمندر پر بسنے والے لوگوں کو مدینہ بلا لیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اس شرط کو ختم کر دیا اور ساحل سمندر پر بسیرا کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدینہ بلا لیا اور یہ بہت بڑی مشکل ٹل گئی۔ اس طرح وہ شرط جو ظاہراً مسلمانوں کے خلاف نظر آ رہی تھی وہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔

مہاجر عورتوں کا معاملہ:

جیسے ہی صلح مکمل ہوئی اور لوگوں نے احرام کھول دیئے تو کچھ مومن عورتیں جو مشرکین مکہ نے قید کر رکھی تھیں وہ بھی مسلمانوں کے پاس آ گئیں۔ قریش مکہ نے معاہدہ یاد دلاتے ہوئے انہیں واپس کرنے کا مطالبہ کیا لیکن آپ ﷺ نے ان عورتوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ عورتیں تو اس معاہدہ میں شامل ہی نہیں ہیں اور اللہ عزّ وجل نے مومنہ عورتوں کے بارے میں الممتحنہ 60: آیت 10 نازل فرما کر مومنوں کو یہ تعلیم دی کہ جب تمہارے پاس مومنہ عورتیں آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد انہیں مشرکین کے حوالے نہ کرو۔ اسی طرح اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ کو یہ بھی حکم دیا کہ جب آپ (ﷺ) کے پاس مومنہ عورتیں آئیں تو آپ (ﷺ) ان سے بیعت لیا کریں۔ آپ ﷺ مومنہ عورتوں سے زبانی بیعت لیا کرتے تھے ان سے مَردوں کی طرح مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ (بخاری)

غزوۂ ذی قِرَد

یہ غزوہ ماہ محرم 7ھ میں پیش آیا۔ صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ 10 سال تک جنگ بند رہے گی۔ آپ ﷺ اس شرط کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ سے مطمئن ہو کر خیبر اور اس کے آس پاس کے شرپسند یہود کے خلاف کاروائی کرنے کی تیاری کر رہے تھے کہ اس دوران غزوۂ ذی قِرَد پیش آیا۔ آپ ﷺ نے اپنے اونٹ اُحد پہاڑ کے ایک طرف غابہ (جنگل) میں چرنے کے لئے بھیج رکھے تھے اور وہاں آپ ﷺ کا غلام رباح اونٹوں کا چرواہا اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ایک دن عبدالرحمٰن بن عیینہ فزاری نے اچانک وہاں حملہ کیا اور چرواہے کو قتل

کر کے تمام اونٹ لے گیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حادثہ کی اطلاع رباح رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بھیجی اور خود بھی ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر زور سے آواز لگائی: ''یا صباحاہ'' (یہ خطرناک حالات میں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ایک پوشیدہ لفظ تھا) پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ مسلسل ان ڈاکوؤں پر تیر برساتے رہے اور انہیں زخمی کرتے رہے۔ دشمن نے مجبور ہو کر تمام اونٹ چھوڑ دیئے لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ پھر بھی ان پر تیر برساتے رہے یہاں تک کہ دشمنوں نے بوجھ کم کرنے کے لئے اپنی **30** چادریں اور **30** نیزے بھی پھینک دیئے تاکہ جلد سے جلد فرار ہو سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر سورج غروب ہونے کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے صرف **200** آدمی دے دیں میں ان کے جانوروں سمیت انہیں پکڑ کر یہاں لے آؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''اے اکوع کے بیٹے، تم واقعی کامیاب ہو گئے ہو لیکن اب نرمی کا مظاہرہ کرو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم واپس آ گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی بہترین کارکردگی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا اور جو دشمن سے مال حاصل ہوا تھا اس میں سے **2** حصّے انہیں عطا فرمائے۔ یہ حادثہ غزوۂ خیبر کی روانگی سے صرف **3** دن پہلے پیش آیا۔

غزوۂ خیبر

فرمان الٰہی ہے:

(ترجمہ) ''یقیناً اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو خلوص تھا اسے اس نے جان لیا اور ان پر سکون و اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریبی فتح عنایت فرمائی۔'' (الفتح **48**: آیت **18**)

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزّ وجل نے حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریبی فتح (غزوۂ خیبر) کی خوشخبری سنائی۔ یہ غزوہ بھی ماہ محرم **7** ھ میں پیش آیا۔ خیبر میں بسنے والے یہودی مسلسل سرکشی میں مصروف تھے۔

انہوں نے آپ ﷺ کو تکلیف دینے کے لئے ایک طرف آپ ﷺ پر جادو کرایا دوسری طرف ایک مسلمان لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اس کے علاوہ اور بھی مختلف سازشیں کرنے میں پیش پیش تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان کے خلاف کاروائی کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع پر ان لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہونے کی اجازت چاہی جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن آپ ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ غزوۂ خیبر کے لئے ہمارے ساتھ صرف وہی لوگ جا سکتے ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ 1400 صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر خیبر کی طرف چل پڑے۔ جب آپ خیبر کے بالکل قریب وادی صہبا میں پہنچے تو سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ آپ ﷺ نے نمازِ عصر پڑھائی اور کھانا منگوایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ستو کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا وہی آپ ﷺ کو پیش کر دیا جسے آپ ﷺ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر تناول فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مغرب اور عشا کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچتے تو اس وقت تک ان پر حملہ نہ کرتے تھے جب تک صبح نہ ہو جاتی۔ آپ ﷺ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر خیبر کی آبادی میں داخل ہوتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور فرمایا:- ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ، خیبر برباد ہو گیا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت ہی بری ہوتی ہے۔'' دوسری طرف خیبر کے یہودی بے خبری میں اپنے کام کاج کے اوزار لے کر اپنی زمینوں کی طرف نکلے جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور اسلامی لشکر کو دیکھا تو خوفزدہ ہو کر بھاگے اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم، محمد (ﷺ) لشکر سمیت آ گئے۔'' (بخاری)

آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے خیبر کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن تک فریقین میں تیر اندازی ہوئی پھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ''کل صبح میں اسلامی جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسول ﷺ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے چاہا تو خیبر بھی اُسی کے ہاتھوں فتح ہوگا۔''اس کے بعد ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ آرزو تھی کہ اسلامی جھنڈا اسے ملے۔ لیکن جیسے ہی صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو آشوب چشم (آنکھوں کی بیماری) میں مبتلا ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صحیح ہوگئے پھر آپ ﷺ نے اسلامی جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی یہ حکم فرمایا کہ پہلے قلعہ خیبر کے اطراف میں لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دینا اگر ایک بھی شخص اسلام لے آئے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے ورنہ اُن کے خلاف جہاد کرنا۔ (بخاری)

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل کیا اور قلعہ خیبر کے لوگوں کو پکار پکار کر اسلام کی دعوت پیش کی مگر انہوں نے اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان میں سے ایک مشہور پہلوان مرحب نے سامنے آ کر آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میں ابو طالب کا بیٹا علی ہوں'' اس نے کہا: ''ہم نے اپنی کتاب (تورات) میں یہ نہیں پڑھا کہ ''علی'' نام کا کوئی شخص اس قلعہ کو فتح کرے گا اس لئے تم یہاں سے چلے جاؤ'' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودی کا یہ جواب سنا تو آپ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے تمام مجاہدینِ اسلام کے ساتھ مل کر اس قلعہ پر چڑھائی کردی۔ مرحب مقابلہ کے دوران مارا گیا اور قلعہ خیبر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ (بخاری۔ عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ)

فتح خیبر کے بعد یہودیوں کی درخواست پر آپ ﷺ اور ان کے درمیان طے پایا کہ یہودی خیبر کی زرعی زمینوں اور باغات کی دیکھ بھال کریں گے جس کے عوض سالانہ آمدنی میں سے آدھا حصّہ وہ رکھیں گے اور آدھا مدینہ پہنچائیں گے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے حساب وکتاب کی ذمہ داری حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردی۔

وہ غلہ کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے کہ جو حصّہ چاہو لے لو۔ یہود ان کے اس عدل و انصاف پر حیران ہو جاتے پھر وہ دوسرا حصّہ مدینہ منورہ پہنچا دیتے۔(بخاری، مسلم)

فتح خیبر کے بعد نبی ﷺ نے چند دن خیبر میں قیام کیا اور یہود کو مکمل امن و امان دیا گیا لیکن ان کا رویہ مفسدانہ ہی رہا۔ ایک دن سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کی۔ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ ﷺ نے ایک لقمہ لے کر چبایا پھر اسے تھوک دیا اور فرمایا: ''یہ زہر آلودہ بکری ہے۔'' آپ ﷺ نے اس عورت سے دریافت کیا تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہا: ''میں نے سوچا کہ اگر آپ بادشاہ ہیں تو ہم آپ سے راحت پا جائیں گے اور اگر نبی ہیں تو زہر آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' آپ ﷺ نے اس جرم پر یہود اور اس عورت کو معاف کر دیا لیکن وہی کھانا ایک صحابی حضرت بِشر بن براء رضی اللہ عنہ نے بھی کھا لیا تھا جس کی وجہ سے وہ انتقال کر گئے۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو اس صحابی رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کروا دیا۔ (بخاری)

اس جنگ میں قید ہونے والوں میں حضرت صفیہ بنت حُیی بن اخطب بھی تھیں جو ایک سردار کی بیٹی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام پیش کیا تو انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

فریقین کے مقتولین:

غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے شہداء کی تعداد 16 جب کہ یہود کے مقتولین کی تعداد 93 تھی۔

غزوۂ خیبر کے اختتام کے بعد آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

غزوۂ ذات الرَّقاع

یہ غزوہ ماہ جمادی الاوّل 7ھ ہجری میں پیش آیا۔ خیبر سے مدینہ واپس آ کر آپ ﷺ نے سنا کہ چند قبائل (بنو انمار، ثعلبہ اور محارب) مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے 700 صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر ان قبائل کا رخ کیا۔

جب آپ ﷺ مقام ''نـــخـــل'' پر پہنچے تو آپ ﷺ کا سامنا قبیلہ بنو غطفان کی ایک جماعت سے ہوا لیکن آپس میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اللہ ربّ العزّت نے دشمن کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور ان کا جمع کیا ہوا لشکر خود بخود منتشر ہو گیا۔ اس غزوہ کو ذات الرّ قاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ رقاع کا معنیٰ ہے پٹی۔ چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قدم پیدل چلنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے اور ان زخموں پر انہوں نے پٹیاں لپیٹ رکھی تھیں۔ (بخاری)

غزوۂ ذات الرّ قاع کے دوران دلچسپ واقعہ:

اس غزوہ کے دوران آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے سایہ دار درختوں کے نیچے پڑاؤ ڈالا۔ آپ ﷺ بھی ایک سایہ دار درخت کی ایک ٹہنی سے اپنی تلوار لٹکا کر نیچے سو گئے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مختلف درختوں کے سائے میں جا کر سو گئے۔ اس دوران ایک مشرک نے آکر آپ ﷺ کی تلوار اٹھائی اور کہنے لگا: ''تم مجھ سے ڈرتے ہو؟'' آپ ﷺ فوراً بیدار ہو گئے اور فرمایا:- ''نہیں'' اس نے کہا: ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' آپ ﷺ نے (بڑی تسلی سے) فرمایا:- ''اللہ'' یہ سنتے ہی مشرک کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہی تلوار آپ ﷺ نے اٹھا کر فرمایا:- ''اب بتاؤ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' اس نے کہا: ''آپ ﷺ بڑے اچھے انسان ہیں (آپ مجھ پر احسان کیجئے) اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت پیش کی وہ مسلمان تو نہ ہوا لیکن اس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ کبھی مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک نہیں ہو گا پھر وہ (آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ سے اتنا متاثر ہوا کہ) اپنی قوم کے پاس جا کر کہنے لگا: ''میں اس وقت سب سے اچھے انسان سے ملاقات کر کے آیا ہوں۔'' (بخاری)

غزوۂ فتح مکہ

یہ غزوہ ماہ رمضان المبارک 8ھ ہجری میں پیش آیا۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے کچھ عرصہ بعد کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی

اور کمزور مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے سے باز نہیں آرہے تھے۔ مکہ کے اطراف میں بسنے والے قبائل میں سے قبیلہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کے درمیان شروع ہی سے کشمکش چلی آرہی تھی۔حدیبیہ کے معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دونوں قبائل میں سے جو جس کے ساتھ ملنا چاہے مل سکتا ہے تو قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کے ساتھ اورقبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ چنانچہ قبیلہ بنو بکر نے قریش مکہ سے ملنے کے بعد موقع پا کر شعبان 8ھ ہجری میں رات کے وقت قبیلہ بنوخزاعہ (جو کہ مسلمانوں کے حمایتی تھے) پر حملہ کیا توان بیچاروں نے بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی لیکن قبیلہ بنو بکر نے انہیں بے دریغ قتل کیا۔ یہ مظلوم اللہ کا واسطہ بھی دیتے رہے لیکن انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ قبیلہ بنو بکر نے قبیلہ بنوخزاعہ کے 20 سے زیادہ افراد قتل کر دیئے اور ان کے بہت سے افراد کو اٹھا کر مکہ لے گئے۔قریش مکہ نے بھی پس پردہ ان کی مدد کی۔آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔"(اے بنوخزاعہ کے لوگو) اللہ کی قسم، میں جس چیز سے اپنی حفاظت کرتا ہوں اس سے تمہاری بھی ضرور حفاظت کروں گا۔ دوسری طرف قریش نے بھی اپنی غلطی محسوس کی اور نتائج سے خوفزدہ ہو کر ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ وہ صلح حدیبیہ والے معاہدہ کو مضبوط کریں اور اس کی مدت میں اضافہ کروائیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے آپ ﷺ کے پاس آکر گفتگو کی تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پھر وہ حضرت ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم کے پاس بھی علیٰحدہ علیٰحدہ گیا۔ انہیں آپ ﷺ سے سفارش کرنے کو کہا لیکن انہوں نے معذرت کر لی۔آخرکار وہ ناکام ہو کر واپس لوٹ گیا اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوہ کی تیاری کرنے کا حکم دے دیا لیکن ساتھ ساتھ اسے مخفی رکھنے کے لئے بھی کہا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: "اے اللہ، جاسوسوں اور مخبروں کو قریش تک پہنچنے سے روکے رکھنا یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے سروں پر پہنچ جائیں۔" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی اور کسی طرح سے بھی قریش کو اس کا علم نہ ہونے دیا۔ ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو اس راز سے آگاہ کرنے کے لئے خفیہ طور پر ایک خط لکھا۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس خط سے آگاہ کر دیا۔علی رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں:۔ ''رسول اکرم ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ'' روضہ خاخ'' (مقام) تک جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ ہم تینوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے روضہ خاخ (مقام پر) پہنچے۔ وہاں ہمیں ایک عورت ملی۔ ہم نے اسے کہا: تمہارے پاس جو خط ہے وہ نکال دو؟ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے اسے کہا کہ وہ خط ہمیں دے دو، ورنہ ہم تیری تلاشی لیں گے۔ چنانچہ اس عورت نے اپنی مینڈھیوں سے وہ خط نکال کر ہمارے حوالہ کر دیا۔ ہم وہ خط لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ خط میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ کو رسول اکرم ﷺ کی اہل مکہ پر چڑھائی کی اطلاع دی تھی۔ خط پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، میں ایسا آدمی ہوں جو اصل میں قریشی تو نہیں لیکن کفار قریش میں میرے رشتہ دار موجود ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ میں ان پر کوئی ایسا احسان کر دوں تاکہ وہ میرے رشتہ داروں کی مدد کریں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ، میں نے یہ کام کفر یا اپنے دین سے پھر جانے کی وجہ سے نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:۔'' اے حاطب، تم نے سچ کہا۔'' عمر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی کہنے لگے :۔''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔''اے عمر، یہ (حاطب) وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جو (غزوۂ) بدر میں شریک ہوئے تھے اور (غزوۂ) بدر میں شریک ہونے والوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ تم جو بھی عمل کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' (بخاری)

10 رمضان 8ھ ہجری کو آپ ﷺ نے مدینہ کا رخ کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت 10 ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ نے مرالظہران جگہ پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور کھانا پکانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے الگ الگ آگ جلائی۔ ادھر کفار قریش کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر پہنچی تو ان میں سے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بُدیل بن ورقاء انتہائی خوف

کی وجہ سے آپ ﷺ کی خبر معلوم کرنے کے لئے مکہ سے باہر نکلے۔ جب وہ مر الظہران کے قریب پہنچے تو انہیں جگہ جگہ پر کثرت سے آگ دکھائی دی۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''یہ آگ کیسی ہے؟'' ابھی ان کی آپس میں گفتگو جاری تھی کہ آپ ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں دیکھ لیا اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابو سفیان آپ ﷺ کے پاس پہنچتے ہی مسلمان ہو گئے۔ (بخاری)

پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو عزت دیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان دی جائے گی اور جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان دی جائے گی اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان دی جائے گی۔ پھر صبح ہوتے ہی آپ ﷺ مکہ روانہ ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تاکہ وہ مسلمانوں کی شان و شوکت کا نظارہ کریں۔ عباس رضی اللہ عنہ انہیں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے قبائل اپنے پرچم لئے وہاں سے گزرنے لگے۔ جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابو سفیان پوچھتے یہ کون سا قبیلہ ہے؟ عباس رضی اللہ عنہ انہیں بتاتے کہ یہ فلاں قبیلہ ہے۔ آخر کار آپ ﷺ مہاجرین اور انصار کے درمیان تشریف لائے تو ابو سفیان نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا یہ انصار اور مہاجرین ہیں اور ان کے درمیان میں آپ ﷺ ہیں۔ ابو سفیان نے کہا: اب ان سے جنگ کی کسے طاقت ہے؟ تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی زبردست ہو گئی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:- ''آج کعبہ کی تعظیم کی جائے گی اور کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے پرچم حضرت سعد کے بیٹے قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور اسلامی لشکر کو یہ ہدایات دیں کہ جو شخص ہتھیار پھینک دے یا خانہ کعبہ میں جا کر پناہ لے لے یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور لڑائی میں حصّہ نہ لے یا ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے یا زخمی ہو جائے یا قید میں آ جائے اسے قتل نہ کرنا اور بھاگنے والے کا بھی پیچھا نہ کرنا۔ اس کے بعد آپ ﷺ آگے چل پڑے۔

آپ ﷺ کے آگے نکل جانے کے بعد ابوسفیان نے بڑی تیزی سے مکہ پہنچ کر باآواز بلند کہا: ''اے قریش کے لوگو، یہ محمد (ﷺ) اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ تمہارے اندر ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔''

یہ سنتے ہی لوگ تیزی سے اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف بھاگے۔

آپ ﷺ چلتے چلتے صفا پہاڑی پر پہنچ گئے۔ اتنے میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، قریش کی جماعت ختم ہو گئی۔ آج کے بعد قریش میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس کے فوراً بعد انصار صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ''رسول اکرم ﷺ کو اپنے وطن کی محبت غالب آ گئی اور اپنے خاندان پر ترس آ گیا ہے۔'' ان کا یہ کہنا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ وحی کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:- ''اے انصار کی جماعت'' وہ فوراً حاضر ہو گئے۔آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم نے یہ بات کہی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:- ''ایسا ہرگز نہیں ہے (جیسا تم سمجھ رہے ہو) میں محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ اب میری زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور موت بھی تمہارے ساتھ۔'' یہ سنتے ہی انصار رضی اللہ عنہم رونے لگے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم، ہم نے جو کچھ بھی کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور حرص میں کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:- ''اللہ اور رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔'' (مسلم)

اس کے بعد آپ ﷺ قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر کداء نامی جگہ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ زبان مبارکہ سے سورہ فتح (48) کی تلاوت فرما رہے تھے۔(ترجمہ) ''(اے پیغمبر ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو واضح (شاندار) فتح عطا فرمائی ہے تا کہ اللہ آپ کی

اگلی پچھلی ہرلغزش سے درگزر فرمائے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے اور آپ کو سیدھی راہ پر چلائے اور اللہ آپ کو زبردست مدد دے۔'' (الفتح 48: آیات 1 تا 3)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنے دستہ کے ساتھ مکہ کی بلند ترین جگہ سے شہر میں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ کچھ مشرکین نے مزاحمت کی کوشش کی لیکن آخر کار انہیں بھاگنا پڑا۔ باقی تمام دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر میں داخلہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر جنگی ٹوپی تھی کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی ٹوپی اتار کر اپنے سر پر سیاہ عمامہ (کالے رنگ کی پگڑی کو) باندھ لیا اور مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حجون مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے لشکر کے درمیان مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے آس پاس 360 بت نصب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک نوک دار لکڑی تھی جس سے بتوں کو ضرب لگاتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ آیت تلاوت کرتے جا رہے تھے۔ (ترجمہ) ''حق آ گیا اور باطل چلا گیا، یقیناً باطل جانے ہی والا تھا۔'' (بنی اسرائیل 17: آیت 81) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ضرب سے بت چہروں کے بل گرتے جا رہے تھے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے بیت اللہ کی کنجی طلب کر کے بیت اللہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے تو وہاں بھی بہت سے بتوں کو پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کو باہر نکال کر توڑنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک بیت اللہ کے اندر رہے۔ کعبہ کے کونوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیریں کہیں اور دعا مانگی اور 2 رکعت نماز (شکرانہ) پڑھی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ (بخاری)۔ اس وقت مکہ کے اکثر سردار اور عام لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اسی وقت بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ ان میں سے جن لوگوں کے ناموں کے معنٰی درست نہیں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ناموں کو تبدیل کر دیا۔ فتح مکہ کے

موقع پر آپ ﷺ نے بیت اللہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ دیا اور جاہلیت کے امور (کاموں) اور غرور و تکبر کے خاتمے کا اعلان کیا اور فرمایا:۔ ’’اے قریش کے لوگو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے بندہ (محمد ﷺ) کی مدد فرمائی اور تمام مخالفین کا غرور توڑ دیا۔ اے قریش کے لوگو، جاہلیت کا غرور اور نسب اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔ یاد رکھو، تمام لوگ آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:۔ (ترجمہ) ’’بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہارے خاندان اور تمہارے قبائل بنائے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بلاشبہ اللہ خوب علم والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔‘‘ (الحجرات 49: آیت 13)

پھر آپ ﷺ نے قریش سے مخاطب ہوتے ہوئے سوال کیا:۔ ’’آج تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟‘‘ انہوں نے جواب دیا: آپ ﷺ کریم بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔ لہٰذا ہمیں آپ ﷺ سے صرف بھلائی اور خیر کی امید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ’’آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی سزا نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا:۔ ’’اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تم لے لو۔ تم سے جو بھی یہ کنجی چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔‘‘ (بخاری)

تجدید بیعت:

بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے کے بعد آپ ﷺ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تجدید کی اور نئے لوگوں سے بھی بیعت لی۔ اسی دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جس سے آپ ﷺ کو

بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ مَردوں سے بیعت لینے کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی۔ بیعت کرنے والی عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھی نقاب اوڑھ کر اور اپنا بھیس تبدیل کر کے آئیں تاکہ آپ ﷺ انہیں صحیح طرح پہچان نہ پائیں۔ انہوں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ جنگ اُحد میں آپ ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا دل نکال کر چبانے کی وجہ سے یہ گھبرا رہی تھیں کہ کہیں آپ ﷺ انہیں اس کے بدلہ میں قتل نہ کروا دیں۔(بخاری)

اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:-"اے لوگو، آج سے پہلے مکہ سے ہجرت کرنے والے ہجرت کا ثواب لے گئے۔ اب فتح مکہ کے بعد (مکہ سے مدینہ کی طرف) کوئی ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو ضرور نکل پڑو۔ بے شک اللہ نے اس مکہ شہر کو اس دن سے حرمت والا (قابل احترام) بنایا جس دن اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور یہ قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔ بے شک اللہ نے ہاتھی والوں (ابرہہ اور اس کے لشکر) کو مکہ آنے سے روک دیا تھا لیکن اس نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا فرمایا۔ یاد رکھو، نہ مجھ سے پہلے کبھی کسی کے لئے یہاں جنگ حلال ہوئی تھی اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گی۔ میرے لئے صرف کچھ دیر کے لئے جنگ حلال ہوئی تھی۔

خبردار، اب اس گھڑی سے لے کر قیامت تک کے لئے یہاں جنگ و جدال کرنا حرام ہے۔ نہ ہی یہاں کے درختوں کو کاٹا جائے نہ درختوں کے کانٹے توڑے جائیں نہ یہاں کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ ہی یہاں کسی کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ البتہ جو لوگ گری پڑی چیزوں کا اعلان کرنے (اور اصل مالک تک پہنچانے) والے ہیں وہ اٹھا سکتے ہیں۔ جس شخص کا کوئی بھی رشتہ دار قتل ہو جائے تو اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو وہ بطور قصاص بدلہ لے لے یا اس کے بدلہ میں فدیہ لے لے۔"

آپ ﷺ کا یہ خطبہ سنتے ہی یمن کے ایک شخص ابو شاہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ، مجھے یہ خطبہ لکھوا دیجئے۔" آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:-"اسے یہ خطبہ لکھ کر دے

دو۔" (بخاری) ﴿وضاحت: معلوم ہوا آپ ﷺ کے دور میں بھی احادیث لکھی گئیں﴾

پھر آپ ﷺ نے اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر فتح مکہ کی خوشی میں شکرانہ کے طور پر 8 رکعت نفل نماز (نماز چاشت) پڑھی اور ہر 2 رکعت بعد سلام پھیرا۔ اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا:- "اے اُم ہانی رضی اللہ عنہا، جسے آپ نے پناہ دے دی ہے ہم نے بھی اسے پناہ دی۔" (بخاری)

جب مکہ کی فتح مکمل ہو گئی تو انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آپ ﷺ مکہ میں ہی مستقل قیام پذیر نہ ہو جائیں۔ انہوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:- "اب میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔" اس سے انصار رضی اللہ عنہم مطمئن ہو گئے پھر آپ ﷺ نے مکہ اور اہل مکہ کو جاہلیت سے پاک کرنے کے لئے یہ اعلان کروایا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے گھر میں کوئی بت باقی نہ رہنے دے بلکہ توڑ دے اور مشرکین کے بڑے بڑے بت عزّیٰ، سواع اور منات کو توڑنے کے لئے آپ ﷺ نے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا جنہوں نے ان تمام بتوں کو توڑ کر بت خانوں کا صفایا کر دیا۔

غزوۂ حنین

یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ماہ شوال 8ھ ہجری میں پیش آیا۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو مکہ کے اطراف میں رہنے والے اکثر قبائل مسلمانوں کے مکہ فتح کرنے کے انداز سے مرعوب ہو گئے لیکن بعض قبائل نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپس میں مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ثقیف اور ہوازن قبیلے (جو وادی حنین کے قریب رہائش پذیر تھے) آپس میں جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) اپنی قوم کی جنگ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اب ان کا رخ ہماری طرف ہو گا۔ کیوں نہ ہم خود ہی پہل کر دیں۔ لہٰذا انہوں نے جنگ کا فیصلہ کر لیا اور اپنے سپہ سالار مالک بن عوف نصری کی قیادت میں ایک بہت بڑا لشکر لے کر جنگ کے لئے نکل پڑے۔ انہوں نے اپنے ساتھ عورتیں، بچے اور

اپنے مویشی بھی لے لئے۔ آپ ﷺ کو جب قبیلہ ثقیف اور قبیلہ ہوازن کی جنگی تیاریوں کے بارے معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوۂ حنین کی تیاری کرنے کا حکم دے دیا۔ معلومات ملنے پر آپ ﷺ 6 شوال کو 12 ہزار افراد پر مشتمل اسلامی لشکر لے کر وادی حنین کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قبیلہ ہوازن اپنی عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بکریوں سمیت میدان میں نکل آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔
''کل اِنْ شَآءَ اللّٰہُ یہ سب مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا۔'' (ابوداؤد)

اس موقع پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی لشکر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ آج ہم مغلوب نہیں ہوں گے۔ اللہ ربّ العزّت کو یہ بات اچھی نہیں لگی اور اس کا خمیازہ مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔ ادھر دشمنوں کے سپہ سالار مالک بن عوف نے پہلے ہی حنین پہنچ کر اپنی فوج راستوں، گزرگاہوں، گھاٹیوں، پوشیدہ جگہوں اور مختلف درّوں میں پھیلا رکھی تھی جس سے مسلمان بالکل بے خبر تھے۔ جیسے ہی اسلامی لشکر اطمینان کے ساتھ وادی حنین میں داخل ہوا تو اچانک ان پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور پھر دشمنوں نے یک دم حملہ کر دیا۔ اچانک حملہ سے مسلمان سنبھل نہ سکے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ آپ ﷺ چند انصار اور مہاجرین کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اس وقت آپ ﷺ فرما رہے تھے:۔ ''اے لوگو، میں جھوٹا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے اللہ عزّ وجل سے مدد کی دعا مانگی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔ ''آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلائیں۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: ''اے درخت (بیت رضوان) والو۔'' یہ سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم فوراً آپ ﷺ کی طرف لوٹ آئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے گرد صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت جمع ہو گئی اور اللہ عزّ وجل نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنے نبی کی دعا کے نتیجہ میں سکینت نازل فرمائی اور (فرشتوں کا) ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''یقیناً اللہ نے (اس سے پہلے) بہت سے مواقع

پر تمہاری مدد کی ہے اور (غزوۂ) حنین کے دن بھی جب کہ تمہیں تمہاری کثرتِ تعداد نے خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا لیکن وہ (تعداد کی کثرت) تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے۔اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) اور مومنوں پر اپنی طرف سے سکینت نازل فرمائی۔ اس نے (تمہاری مدد کے لئے) ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آ رہے تھے اور جن لوگوں نے بھی کفر کیا انہیں خوب عذاب دیا اور کفار کی تو یہی سزا ہے۔'' (التوبہ 9: آیات 25 تا 26)

پھر آپ ﷺ نے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور فرمایا:۔''ان کے چہرے بگڑ جائیں۔'' یہ مٹی دشمنوں کی آنکھوں میں پڑی ان کے حوصلے ٹوٹ گئے یہاں تک کہ وہ میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ ان کے بہت سے فوجیوں، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔دشمن بہت سارا مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ گئے جس میں 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں، 4 ہزار اوقیہ چاندی، 6 ہزار عورتیں اور بچے تھے۔آپ ﷺ نے ان سب کو ''جِعِرَّانہ'' (مقام) پر جمع کروایا اور حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو اس کی نگرانی پر مقرر فرما کر آپ ﷺ نے دشمن کے تعاقب کے لئے طائف کا رخ کیا۔ جب آپ ﷺ طائف پہنچے تو دشمن اس سے پہلے ہی ایک سال کی خوراک کا انتظام کر کے ایک قلعہ میں بند ہو چکا تھا۔آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کر لیا اور دشمن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں لیکن کوئی بھی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آ جائیں وہ آزاد ہیں۔ اس پر 23 غلام قلعہ کی دیواریں پھلانگ کر آپ ﷺ سے مل گئے۔ انہی غلاموں میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔مسلمانوں نے 20 دن تک طائف کا محاصرہ کئے رکھا لیکن دشمن قلعہ سے باہر نہ آئے۔آخر کار آپ ﷺ نے واپسی کا اعلان فرمایا اور راستہ میں ان کے لئے یہ دعا فرمائی :۔''اے اللہ، ثقیف (طائف کا قبیلہ) کو ہدایت دے اور ان سب کو مسلمان بنا کر میرے پاس لے آ۔'' آپ ﷺ نے طائف سے واپس

''جِعِرَّانہ'' مقام پر آ کر 10 دن تک قیام کیا اور اس انتظار میں رہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ توبہ کر کے آ جائیں تو انہیں ان کا مال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں لیکن جب کوئی بھی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم شروع کی اور قرآنی حکم کے مطابق پانچواں حصّہ نکال کر سب سے پہلے تالیف قلب کے لئے کمزور مسلمانوں کو دیا اور کچھ ایسے لوگوں کو بھی دیا جو مسلمان نہیں ہوئے تھے تاکہ ان کی نظر میں اسلام سے محبت پیدا ہو جائے۔ حضرت ابو سفیان، ان کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ رضی اللہ عنہم کو 40 اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اسی طرح حکیم بن حزام، صفوان بن امیہ اور ان جیسے دوسرے قریش کے اکابرین کو بھی مال غنیمت میں سے خوب حصّہ عطا فرمایا یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ محمد ﷺ اس طرح بے دریغ عطیہ دے رہے ہیں کہ انہیں غربت کا کوئی اندیشہ ہی نہیں۔ کتنا عجیب سماں ہو گا کہ وہ لوگ جو کئی سال تک آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے رہے۔ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مختلف تکالیف میں مبتلا کرتے رہے۔ آج آپ ﷺ کے ہاتھوں خود عطیات وصول کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے تالیف قلب کے لئے قریش کے لوگوں میں خوب مال غنیمت تقسیم کیا تو انصار میں سے کچھ لوگوں نے اس پر تعجب کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:۔ ''اے انصار کے لوگو، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو لے کر اپنے شہر میں جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک فرد ہوتا اگر تمام لوگ ایک راہ پر چلیں اور انصار دوسری راہ پر تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔ اے اللہ، انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں اور پوتوں پر بھی رحم فرما۔'' یہ سنتے ہی انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے:۔ ''ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے حصّہ میں رسول اکرم ﷺ آئے۔'' (بخاری)

جب مال غنیمت تقسیم ہو چکا تو ہوازن قبیلہ کا ایک وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا، آپ ﷺ کے ہاتھ پر

بیعت کی اور پھر یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ نے جن عورتوں کو گرفتار کیا ہے ان میں آپ ﷺ کی رضاعی ماں، بہنیں، پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم پر احسان فرمایئے اور ان عورتوں پر بھی احسان کیجئے جو آپ کی رشتہ دار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:- ''مجھے سچ بات بہت زیادہ پسند ہے۔ میں تو خود منتظر تھا کہ کوئی آئے لیکن مجبوراً مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ اب جو قیدی بنو ہاشم کے حصّہ میں آئے ہیں ان کو تو میں تمہارے حوالے کر دیتا ہوں۔ باقی قیدیوں کے لئے مسلمانوں کے مجمع عام میں نماز کے بعد بات کروں گا۔'' نماز کے بعد آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں سے قیدی واپس کرنے کی سفارش کی۔ مہاجرین اور انصار کہنے لگے:- ''اے اللہ کے پیغمبر ﷺ، ہمارا حصّہ حاضر ہے، واپس کر دیجئے۔'' صرف بنو سلیم اور بنو فزارہ کے چند لوگوں نے کہا کہ اس جنگ میں ہمیں خوب مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب ہم بغیر معاوضہ کے ہی قیدی واپس کر دیں؟ آپ ﷺ نے انہیں فی قیدی 6 اونٹ دے کر ان قیدیوں کو بھی رہا کروا دیا۔ اس طرح پورے 6 ہزار قیدی آزاد کر دیئے گئے اور ہر قیدی کو آپ ﷺ نے ایک ایک قبطی چادر بھی عطا فرمائی۔ (بخاری)

مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ''جِعِرَّانہ'' مقام سے ہی عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (بخاری)

راستہ میں قبیلہ بنو تمیم نے بھی اسلام قبول کیا۔ قبیلہ بنو طے پر مسلمانوں نے اچانک چھاپہ مارا اور ان کے کئی اونٹ، بکریاں، عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ آئے جنہیں قید کر لیا گیا۔ ان ہی میں حاتم طائی کی بیٹی ''سفانہ'' بھی موجود تھیں۔ مدینہ لانے کے بعد جب آپ ﷺ کو یہ علم ہوا کہ یہ حاتم طائی کی بیٹی ہیں تو آپ ﷺ نے احسان کرتے ہوئے فدیہ لئے بغیر ہی انہیں آزاد کر دیا اور واپسی کے لئے انہیں سواری بھی مہیا کی۔ انہوں نے جا کر اپنے بھائی عدی کو اس حسن سلوک کا سارا واقعہ سنایا تو وہ بھی فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے دائرہ اسلام میں داخل

ہو گئے۔ (مسند احمد)۔ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان شروع سے جو محاذ آرائی چلی آ رہی تھی وہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد ختم ہو گئی۔ اب امید تھی کہ مسلمان جنگوں سے چھٹکارا پا لیں گے لیکن چند دنوں بعد ہی آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ شام میں موجود عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے تیاری شروع کر دی جس کے نتیجہ میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔

غزوۂ تبوک

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''(اے ایمان والو) تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں جانتے اور نہ دین حق (اسلام) قبول کرتے ہیں جو اہل کتاب میں سے (کافر) ہیں (ان سے جہاد کرو) یہاں تک کہ وہ چھوٹے بن کر رہیں اور اپنے ہاتھ سے تمہیں جزیہ ادا کریں۔'' (التوبہ 9: آیت 29)

﴿ وضاحت: جزیہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو غیر مسلموں سے ان کے مال و جان کی حفاظت کے بدلہ میں وصول کیا جاتا ہے ﴾

یہ غزوہ ماہ رجب 9ھ میں پیش آیا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے جمادی الاولیٰ 8ھ ہجری میں مختلف بادشاہوں اور امرا کو خطوط لکھے۔ اسی سلسلہ میں آپ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دے کر بصرہ کے امیر شرحبیل بن عمرو غسانی کے پاس بھیجا تو اس نے سفارتی قوانین کا لحاظ نہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے قاصد (حارث رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا جو کہ اعلان جنگ کے مترادف تھا۔ آپ ﷺ نے اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی 3 ہزار افراد پر مشتمل لشکر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں سے جہاد کے لئے شام روانہ کیا۔ ان کے مقابلہ میں دشمن 2 لاکھ کا لشکر مع ساز و سامان لے کر نکل پڑے۔ موتہ مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ دشمن ہتھیاروں سے لیس ہونے کے باوجود بھی اپنے بہت سے بہادروں سے ہاتھ دھو بیٹھا اور مسلمانوں کی اس مختصر سی نفری

کو شکست دینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مسلمان حضرت زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دشمن کو مرعوب کرتے ہوئے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس معرکہ موتہ کا رومی قوت کے حق میں اچھا اثر نہیں پڑا کیونکہ اس میں صرف 3 ہزار مسلمانوں نے 2 لاکھ رومی لشکر کو شکست دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ رومیوں کی یہ کمزوری دیکھ کر شام کے کچھ عرب قبائل اپنی آزادی اور خود مختاری کے خواب دیکھنے لگے جس کے نتیجہ میں اہل روم نے مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رومیوں کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس جنگ کے لئے تیاری کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر بھی کافی لمبا تھا اور اس وقت لوگ قحط سالی سے بھی دوچار تھے۔ دوسری طرف پھل پکنے کے لئے تیار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالدار لوگوں کو اس جنگ میں سازو سامان کے لئے تعاون کی خوب رغبت دلائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا پورا سامان لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:- ''اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے۔'' کہنے لگے:- ''ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ آیا ہوں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا آدھا مال لے آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس غزوہ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور 10 ہزار دینار، 3 سو اونٹ سازو سامان سمیت اور 50 گھوڑے دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: ''آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو بھی کریں انہیں نقصان نہیں ہوگا۔'' (مسند احمد)

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور بعض عورتوں نے تو اپنے زیورات تک اس غزوہ میں تعاون کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیئے۔ تنگدست صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا مطالبہ کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ''میرے پاس تو کوئی سواری نہیں ہے۔'' پھر جب وہ واپس ہوئے تو ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ موجود نہیں۔ اس موقع پر منافقین نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلط زبان

استعمال کی جنہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر مال خرچ کرنے میں حصّہ لیا تھا اور جن بے چاروں کے پاس خرچ کرنے کے لئے کم تھا ان کا مذاق بھی اڑایا۔ جب آپ ﷺ نے منافقین سے اس بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے:۔''ہم تو محض دل لگی کر رہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس عمل کو سورۂ توبہ 9: آیت 79 میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔(ترجمہ)

''وہ لوگ ان مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں پس یہ ان کا مذاق (بھی) اڑاتے ہیں۔ اللہ بھی ان کا مذاق اڑائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

غزوۂ تبوک کی تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کا انتظام محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو سونپا۔ عورتوں اور بچوں کی نگرانی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور کیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟'' آپ ﷺ نے انہیں (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا:۔''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے ہارون (علیہ السلام) تھے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' (بخاری)

آپ ﷺ جب روانہ ہوئے تو سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا اور چھوٹے چھوٹے جھنڈے دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمائے۔ 30 ہزار کا لشکر لے کر آپ ﷺ روانہ ہوئے۔ سواریوں اور کھانے پینے کی اشیاء کی بہت زیادہ قلت تھی۔ 18، 18 آدمی ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہو رہے تھے اور خوردونوش کی اشیاء کم ہونے کی وجہ سے لوگوں کا بہت بُرا حال تھا۔ راستہ میں وہ جگہ بھی آئی جہاں قومِ ثمود ہلاک ہوئی تھی۔ آپ ﷺ بڑی تیزی سے اس وادی سے آگے نکل گئے اور راستہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور اسی طرح مغرب اور عشا کی نمازیں بھی جمع کر کے پڑھیں۔ (مسلم)

اس کے بعد آپ ﷺ نے چلتے ہوئے تبوک مقام پر پہنچ کر ایک چشمہ کے قریب پڑاؤ ڈالا اور دشمن کا انتظار کرنے لگے۔ دوسری طرف رومیوں کو جب یہ علم ہوا کہ

رسول اکرم ﷺ ایک بہت بڑا لشکر لے کر تبوک مقام پر تشریف لا چکے ہیں تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ انہیں مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی اور وہ قلعہ کے اندر محصور ہو گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں 20 دن تک قیام کیا لیکن رومی خوف کی وجہ سے قلعہ سے باہر نہ آئے۔ ان 20 دن کے قیام کے دوران مختلف وفود آپ ﷺ کے پاس آتے رہے جو جزیہ دینے کی شرط پر آپ ﷺ سے صلح کرتے رہے لیکن مسلمان نہ ہوئے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 420 صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل دستہ دے کر ''دومۃ الجندل'' کے اُکیدر نامی آدمی کی طرف روانہ کیا اور ساتھ ہی فرمایا:- ''اے خالد، تم اُکیدر نامی آدمی کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔'' چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ جب ان کے قلعہ کے قریب پہنچے تو ایک نیل گائے نکلی۔ اُکیدر بھی اس کے شکار کے لئے نکلا تو خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً آگے بڑھ کر اسے گرفتار کر لیا اور لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس نے 2 ہزار اونٹ، 8 سو غلام، 4 سو ذرہیں اور 4 سو نیزے دینے کے بدلہ میں آپ ﷺ سے صلح کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے واپسی مدینہ کی راہ اختیار کی۔ راستہ میں منافقین کی بنائی ہوئی ایک مسجد ''مسجد ضرار'' کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے گرانے کا حکم دیا اس لئے کہ وہ مسجد منافقین نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے بنائی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر آپ ﷺ کو حقیقت بتائی اور اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی آپ ﷺ کو منع کر دیا۔ آپ ﷺ کے مدینہ میں پہنچنے کی خبر سنتے ہی لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے نکل پڑے۔ آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے، 2 رکعت نماز پڑھی اور پھر لوگوں سے ملاقات کے لئے وہیں پر بیٹھ گئے۔ جو لوگ اس جہاد میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ اپنے اپنے عذر پیش کرنے لگے۔ منافقین نے خوب جھوٹی قسمیں کھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ظاہری عذر قبول کر لیا۔ اس غزوہ میں 3 صحابہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم سستی کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے، انہوں نے سچ سچ بات آپ ﷺ کو آ کر بتا دی۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا

انتظار کرو اور تمام مسلمانوں کو ان سے بات کرنے سے روک دیا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت زیادہ پریشان ہو گئے اور انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے زمین وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ 40 دن گزرنے کے بعد انہیں اپنی بیویوں کے قریب جانے سے بھی روک دیا گیا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور خوب گڑگڑا کر توبہ کی۔ جب 50 دن پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول ہونے کی قرآن کریم میں وضاحت فرما دی۔ فرمان الٰہی ہے:۔(ترجمہ) ''اور ان تین اشخاص پر بھی (اللہ نے مہربانی فرمائی) جن کا معاملہ (حکم الٰہی کے انتظار میں) ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کے غضب) سے انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی مگر یہ کہ اسی (اللہ) کی طرف رجوع کیا جائے پھر اس (اللہ) نے ان کے حال پر (اپنی مہربانی سے) توجہ فرمائی تا کہ وہ (آئندہ بھی) توبہ کر سکیں۔ بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (توبہ 9: آیت 118)

ان کی توبہ سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔''میری زندگی کا یہ مبارک دن تھا۔'' (بخاری)

غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی (جو مسلمان ہو گیا تھا) فوت ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری)

مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے بعد مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت پیش کی اور انہیں ان کی دوہری ذمہ داری بھی یاد دلائی۔ فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے اے لوگو، میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔'' (الاعراف 7: آیت 157)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ بادشاہ اس خط کو نہیں پڑھتے جس پر مہر لگی ہوئی نہیں

ہوتی لہٰذا آپ ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بطور مہر بنوائی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ﴿محمد رسول اللہ﴾ کندہ (لکھا ہوا) تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ نقش نہ کھدوانے کا حکم دیا تھا۔ آپ ﷺ اسے سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے۔ (بخاری، ابوداؤد)

حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے نام:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

هٰذَا كِتَابٌ مِّنۡ مُّحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلَى النَّجَاشِيِّ الۡاَ صۡحَمِ ، عَظِيۡمِ الۡحَبَشَةِ

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَشَهِدَ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ، لَمۡ يَتَّخِذۡ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ وَاَدۡعُوۡكَ بِدِعَايَةِ الۡاِسۡلَامِ فَاِنِّىۡ اَنَا رَسُوۡلُهٗ، فَاَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ فَاِنۡ اَبَيۡتَ فَعَلَيۡكَ اِثۡمُ النَّصَارٰى مِنۡ قَوۡمِكَ (مستدرک حاکم)

شروع اللہ کے نام جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط اللہ کے نبی محمد (ﷺ) کی طرف سے نجاشی اَصۡحَمَہ بادشاہ حبشہ کے نام ہے۔

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لے آئے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے نہ تو کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ ہی بیٹا اور بے شک محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول (ﷺ) ہیں۔

(اے بادشاہ) میں آپ کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ

کا رسول (ﷺ) ہوں لہٰذا آپ اسلام لے آئیں، آپ ہر اعتبار سے سلامت رہیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ بھی تحریر کروائی: (ترجمہ) ''آپ کہہ دیجئے ، اے اہل کتاب، ہم ایسی بات پر متفق ہوجائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو بھی اللہ کے سوا رب نہ بنائے پھر اگر وہ اس (دعوت) سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔'' (ال عمران 3: آیت 64)

(اے بادشاہ) اگر آپ نے اسلام کی یہ دعوت قبول نہ کی تو آپ پر اپنی قوم کے عیسائیوں کا گناہ بھی ہوگا۔

آپ ﷺ کا یہ خط حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ لے کر نجاشی (حبشہ کے بادشاہ) کے پاس گئے۔ نجاشی بادشاہ نے اسے پڑھنے کے بعد فوراً اسلام قبول کر لیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔ آپ ﷺ اس کے اس عمل پر بہت خوش ہوئے اور جب یہ بادشاہ غزوۂ تبوک کے بعد ماہ رجب 9ھ ہجری میں فوت ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی وفات کی اطلاع ملتے ہی باقاعدہ غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ (بخاری)

ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسَ

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَشَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ، فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ فَاِنْ اَبَيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمَجُوْسِ

(تاریخ الرسل والملوك ، تاریخ اصبهان)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا حکمران ہے۔

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لے آئے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بے شک محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول (ﷺ) ہیں۔

(اے بادشاہ) میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں کا رسول (ﷺ) ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے (عذاب الٰہی سے) ڈرایا جائے اور جو حق کا انکار کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا قول (عذاب) ثابت ہو جائے۔(اے بادشاہ) آپ مسلمان بن جاؤ تو سلامت رہو گے ورنہ مجوسی قوم (آتش پرستوں) کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہو گا۔

آپ ﷺ کا یہ خط عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔جب یہ خط کسریٰ کے سامنے پڑھا گیا تو اس نے غصّہ میں آ کر اس خط کو پھاڑ دیا اور کہا کہ میری ہی رعایا کا ایک ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔آپ ﷺ کو جب اس کے اس رویہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔’’بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کی بادشاہت کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہی ہوا۔اس کے لشکر نے رومیوں سے جنگ کی جس میں انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔خسرو کے اپنے ہی بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کر کے اس کی بادشاہت پر قبضہ کر لیا۔ پورے علاقہ میں جگہ جگہ بغاوت شروع ہو گئی اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کر کے اس پر اسلامی حکومت قائم کر دی اور اس کی بادشاہت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ (بخاری)

روم کے بادشاہ قیصر کے نام:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنۡ مُّحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ اِلٰى هِرَقۡلَ عَظِيۡمِ الرُّوۡمِ

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ، فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ وَ یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اِثْمَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ، قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

(تاریخ الیعقوبی ، المنتظم، تاریخ الاسلام للذہبی)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ، بے حد رحم کرنے والا ہے

یہ خط اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے۔

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ (اے بادشاہ) میں آپ کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آئیں سلامت رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائیں گے اور اگر آپ نے اسلام سے منہ موڑ لیا تو یاد رکھو، تمہاری رعایا کا بھی تم پر گناہ ہوگا۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ بھی تحریر کروائی: (ترجمہ) ''آپ کہہ دیجئے ، اے اہل کتاب، ہم ایسی بات پر متفق ہوجائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو بھی اللہ کے سوا رب نہ بنائے پھر اگر وہ اس (دعوت) سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔'' (ال عمران 3: آیت 64)

آپ ﷺ کا یہ خط حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر قیصر کے پاس گئے۔ جیسے ہی یہ خط بادشاہ کو ملا تو اس نے اپنے کارندوں سے کہا کہ عرب کا کوئی ایسا آدمی لے کر آئیں جو اس نبی (محمد ﷺ) کو پہچانتا ہو۔اسی دوران عرب کا ایک قافلہ ابوسفیان کی سربراہی میں ایلیاء (روم کے ایک مقام) میں گیا ہوا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے کارندوں نے اس قافلہ کو ہرقل کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے اپنے وزرا اور مشیروں کے سامنے اس قافلہ والوں سے

پوچھا کہ تم میں سے کون آپ ﷺ کے رشتہ داری کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابوسفیان۔ اس نے ابوسفیان کو قریب بلایا اور دوسرے لوگوں سے کہا کہ میں اس سے اس نبی ﷺ کے بارے چند سوال کروں گا اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ بتا دینا۔ پھر اس نے ابوسفیان سے یہ سوال کیا کہ اس نبی ﷺ کا نسب تم میں کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا:۔ ''وہ نبی ﷺ بڑے اعلیٰ نسب والا ہے۔'' ہرقل نے سوال کیا:۔ ''کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا:۔ ''نہیں'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''نہیں'' ہرقل نے سوال کیا:۔ ''یہ بتاؤ کہ مالدار لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا غریب لوگوں نے؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''غریب لوگوں نے۔'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''کیا اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''جی ہاں، بڑھ رہی ہے۔'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''کیا اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی مرتد بھی ہوا ہے؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''نہیں'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''کیا اس نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم نے اس سے کوئی جھوٹ سنا؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''نہیں'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''نہیں، ہاں اس وقت ہم نے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا ہے معلوم نہیں کہ وہ اسے پورا کرے گا یا نہیں۔'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''کیا تم نے اس سے کبھی جنگ کی ہے؟'' ابوسفیان نے کہا:۔ ''جی ہاں'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''تمہاری جنگ کیسی رہی؟'' ابوسفیان نے جواب دیا:۔ ''کبھی وہ ہمیں شکست دیتے ہیں اور کبھی ہم انہیں شکست دیتے ہیں۔'' ہرقل نے پوچھا:۔ ''وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا:۔ ''وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے، نماز پڑھنے، سچائی، پرہیز گاری، پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ تمہارے باپ دادا جو بھی کرتے تھے اسے چھوڑ دو۔''

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے کہا کہ تم نے یہ بتایا کہ وہ اونچے نسب والا ہے، ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ ہر پیغمبر اپنی قوم میں سے اونچے نسب والا ہوتا ہے۔تم نے یہ بتایا کہ اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ نہیں گزرا ہے اگر اس کے خاندان میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو یہ شخص بھی اپنے باپ دادا کی بادشاہت کا طلب گار ہوتا۔تم نے یہ بتایا کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جب اس نے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو وہ اللہ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔تم نے یہ بتایا کہ غریب لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ غریب لوگ ہی پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔تم نے یہ کہا کہ اس کے ماننے والے دن بہ دن بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا معاملہ ہی ایسا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے۔تم نے یہ بتایا کہ کوئی آدمی بھی اس کا دین قبول کرنے کے بعد مرتد نہیں ہوتا۔حق بات یہ ہے کہ ایمان جب دلوں میں گھر کر جاتا ہے تو پھر مرتد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔تم نے یہ کہا کہ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ یہ تو پیغمبروں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے۔تم نے بتایا کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کی تعلیم دیتا ہے اور بت پرستی سے روکتا ہے۔نماز پڑھنے، سچائی اختیار کرنے، پرہیز گار بننے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ جو کچھ بھی تم نے بتایا ہے اگر یہ سچ ہے تو وہ شخص بہت جلد میرے ان قدموں کی جگہ (ملک) کا مالک بھی بن جائے گا۔ میں یہ تو جانتا ہوں کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا۔ اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس کے پاؤں دھوتا۔اس کے بعد ہرقل نے آپ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔اسی وقت اس کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے شوروغل شروع کر دیا۔ ابوسفیان اور اس کے قافلہ کو باہر بھیج دیا گیا اور ابوسفیان کہنے لگا:۔ ''ابو کبشہ کے بیٹے (محمد ﷺ) کا معاملہ تو بہت مضبوط ہو چکا ہے، اس سے تو بنو اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈر رہا ہے۔'' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس دن سے یہ یقین

ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد ہرقل نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تحفے تحائف دے کر واپس روانہ کر دیا اور اپنی جماعت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:۔ ''اے لوگو، اگر تم کامیابی چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بادشاہت برقرار رہے تو اس نبی (ﷺ) کی پیروی کر لو۔'' (بخاری)

دمشق کے گورنر حارث بن ابوشمر غسّانی کے نام:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى الْحَارِثِ بْنِ اَبِىْ شِمَرِ الْغَسَّانِىِّ

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَصَدَّقَ وَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ اِلٰى اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ يَبْقٰى لَكَ مُلْكُكَ (التاریخ الرسل والملوك)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے دمشق کے امیر حارث بن شمر غسانی کے نام ہے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ (اور اس کے رسول ﷺ) پر ایمان لے آئے اور اسے سچا (معبود) مانے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بے شک محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہیں۔

(اے امیر دمشق) میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ آپ کے پاس آپ کی حکمرانی باقی رہے گی۔

آپ ﷺ کا یہ خط حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ حارث بن ابوشمر نے جب یہ خط پڑھا تو اسے پھینک دیا اور کہا ایسا کون ہے جو مجھ سے میری حکمرانی چھین سکے؟ اور پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنے صاحب (محمد ﷺ) کو یہ ساری صورتحال بتا دینا۔ اس نے قیصر (شاہِ روم) سے آپ ﷺ کے خلاف جنگ کی اجازت مانگی لیکن قیصر نے اسے اس بات سے منع کر دیا۔ اس

لئے اس نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو تحفے تحائف دے کر بڑے اچھے انداز میں واپس کر دیا۔

امیر یمامہ ہوذہ بن علی کے نام:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنۡ مُّحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ اِلٰى هَوۡذَ ةَ بۡنِ عَلِيٍّ

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى وَاعۡلَمۡ اَنَّ دِيۡنِىۡ سَيَظۡهَرُ اِلٰى مُنۡتَهَى الۡخُفِّ وَالۡحَافِرِ فَاَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ وَاَجۡعَلُ لَكَ مَا تَحۡتَ يَدَ يۡكَ (عیون الاثر)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہوذہ بن علی (امیر یمامہ) کے نام ہے۔

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ (اے ہوذہ) آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آ کر رہے گا اس لئے آپ اسلام لے آؤ آپ سلامتی سے رہو گے اور تمہارے ماتحت جتنا بھی علاقہ ہے میں اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ ہوذہ نے ان کی خوب عزت کی اور انہیں تحفے تحائف دے کر واپس بھیجا اور ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ کر بھیجا کہ آپ جس کی دعوت مجھے دے رہے ہیں وہ تو بہت عمدہ چیز ہے۔ میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں اس لئے آپ اپنے علاقہ کا کچھ حصّہ میرے حوالے کر دیں تو میں آپ کی پیروی کر لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اس کی تحریر پڑھی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ''اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگے گا تو میں اسے نہیں دوں گا۔ وہ خود اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے تمام تباہ و برباد ہو جائے گا۔'' (عیون الاثر)

عمان کے حکمران جلندیٰ کے بیٹوں جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَبۡدِاللّٰهِ اِلٰى جَيۡفَرٍ وَعَبۡدٍ ابۡنَى الۡجُلَنۡدٰى

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ : فَاِنِّیْ اَدْعُوْ کُمَا بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمَا تَسْلَمَا فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً لِاُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکَافِرِیْنَ وَاِنَّکُمَا اِنْ اَقْرَرْتُمَا بِالْاِسْلَامِ وَلَّیْتُکُمَا وَاِنْ اَبَیْتُمَا اَنْ تُقِرَّا بِالْاِسْلَامِ فَاِنَّ مُلْکَکُمَا زَائِلٌ عَنْکُمَا وَخَیْلِیْ تَحُلُّ بِسَاحَتِکُمَا وَتَظْهَرُ نُبُوَّتِیْ عَلٰی مُلْکِکُمَا (عیون الاثر)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے جلندیٰ کے بیٹوں جیفر اور عبد کے نام ہے۔

سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ حمد و صلاۃ کے بعد میں تم دونوں کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں لہٰذا تم اسلام لے آؤ، سلامتی کے ساتھ رہو گے اور میں تمہیں یہ دعوت اس لئے دے رہا ہوں کہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تا کہ جو زندہ ہے میں اسے آخرت کی پریشانیوں سے آگاہ کر دوں اور انکار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بات (عذاب) ثابت ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر دو گے تو میں تم دونوں کو تمہاری سلطنت پر قائم رکھوں گا اور اگر تم نے اسلام کا انکار کیا تو یاد رکھو، تمہاری بادشاہت بہت جلد ختم ہو جائے گی اور تمہاری زمین پر ہمارے گھوڑوں کی یلغار ہو گی اور میری نبوت تمہاری بادشاہت پر غالب آ جائے گی۔ (عیون الاثر)

آپ ﷺ کا یہ خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ عبد نے ان سے پوچھا:۔ ''تم کس کی دعوت دیتے ہو؟'' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:۔ ''ہم اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے علاوہ جس کی بھی پوجا کی جاتی ہے ہم اسے چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اے لوگو، یہ گواہی دو کہ محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔'' پھر عبد نے سوال کیا:۔ ''تمہارے نبی کس بات کا حکم دیتے ہیں؟'' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:۔ ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا حکم

دیتے ہیں، اس کی نافرمانی سے منع کرتے ہیں، نیکی کرنے، صلہ رحمی کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، زنا کاری، شراب نوشی، ظلم و زیادتی، پتھر، بتوں اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔'' عبد نے کہا:۔ ''یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اگر میرا بھائی بھی یہ بات مان لیتا ہے تو ہم اس نبی پر ایمان لے آئیں گے۔'' پھر وہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو لے کر اپنے بھائی جیفر کے پاس گیا۔ جیفر نے خط پڑھ کر پوچھا:۔ ''قریش نے کیا کیا ہے؟'' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جیفر نے دوسرے دن تک کے لئے اپنا معاملہ مؤخر کر دیا اور اپنے بھائی سے تنہائی میں مشورہ کیا۔ دوسرے دن دونوں بھائی مسلمان ہو گئے۔ عبد اور جیفر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خط بھیجا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بادشاہوں کو خطوط صلح حدیبیہ کے بعد بھیجے تھے۔

بصریٰ کے امیر کے نام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بصریٰ کو اسلام کی دعوت پیش کی اور حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر روانہ کیا۔ حارث رضی اللہ عنہ جب موتہ مقام پر پہنچے تو شرحبیل بن عمرو غسانی امیر بصریٰ نے انہیں شہید کروا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غمزدہ ہوئے اور اس کا بدلہ لینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 8ھ ہجری میں تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا جو کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوبصورت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد نہ تو بہت زیادہ لمبا تھا اور نہ ہی چھوٹا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور تلوے مبارک گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں ریشم سے بھی زیادہ نرم تھیں۔ ایڑیوں پر گوشت کم یعنی پتلی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں سفید اور چمک دار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا اور ہڈیوں کے جوڑ کشادہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے لے کر ناف تک باریک بال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمک دار تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خوشی کا اظہار کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ایسے

چمکتا جیسے چاند کا ٹکڑا۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک خوبصورت اور چمک دار تھے۔ آپ ﷺ کا دہن مبارک کشادہ تھا۔ آپ ﷺ کی پلکیں سیاہ اور آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ آپ ﷺ کی ناک انتہائی خوبصورت تھی۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک ٹھنڈے اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے۔ آپ ﷺ نہ تو بہت زیادہ سفید رنگ کے تھے اور نہ ہی گندمی رنگ کے بلکہ آپ ﷺ کا رنگ سفیدی کے ساتھ سرخی کی طرف مائل انتہائی خوبصورت تھا۔ آپ ﷺ کے سر کے بال نہ تو بالکل سیدھے اور نہ ہی گھنگریالے بلکہ اس کے درمیان تھے۔ آپ ﷺ کے بال نہ تو بہت زیادہ لمبے اور نہ چھوٹے بلکہ درمیانے تھے جو کانوں اور کندھوں کے درمیان تک رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی اور بال سیاہ تھے اور سر اور داڑھی میں گنتی کے چند بال سفید بھی تھے۔ آپ ﷺ کی بغلوں میں سفیدی تھی۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایسی خوشبو پھوٹتی تھی کہ اس جیسی خوشبو نہ عنبر اور مشک میں اور نہ ہی کسی اور چیز میں تھی۔ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے بھی بہترین خوشبو آتی تھی۔ آپ ﷺ کے چلنے کی رفتار تیز تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تو ایسا لگتا جیسے آپ ﷺ ڈھلان کی طرف اتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ فرماتے۔ آپ ﷺ نگاہیں اکثر نیچی رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی پشت پر کبوتری کے انڈا کے برابر نبوت کی مہر لگی ہوئی تھی۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

آپ ﷺ کی نماز

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ”(اے پیغمبر ﷺ) بلا شبہ ہم نے آپ کو (حوض) کوثر عطا فرمائی ہے پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی دیجئے۔“ (الکوثر 108: آیات 1 تا 2)

❶ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے اور دونوں ہاتھ (کندھوں یا کانوں کی لو تک) اٹھاتے تھے۔ (ابن ماجہ)

❷ آپ ﷺ نماز کی ابتدا تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) سے کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

❸ آپ ﷺ (تکبیر کے بعد) اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے۔ (بخاری)

نوٹ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (مشہور صحابی رسول ﷺ) کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ

کے ساتھ نمازادا کی آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھ لئے۔ (فتح الباری جلد 2: صفحہ 285)

❹ آپ ﷺ جب نماز کی ابتدا کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

(ترجمہ) ''اے اللہ آپ پاک ہیں اپنی تعریفوں کے ساتھ، آپ کا نام بڑا بابرکت ہے، آپ کی شان سب سے اعلیٰ ہے اور آپ کے علاوہ کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔'' (ابوداؤد)

❺ آپ ﷺ (تکبیر اور دعائے استفتاح کے بعد) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ یعنی سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

❻ رسول اکرم ﷺ فجر کی نماز میں (سورۂ فاتحہ کے بعد اکثر) وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (سورۂ التکویر 81) پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم)

❼ آپ ﷺ جب رکوع کے لئے جاتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) کہتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (اللہ نے سن لیا اس آدمی کی بات کو جس نے اس کی تعریف کی) کہتے اور کھڑے کھڑے یہ دعا پڑھتے: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب، آپ ہی کے لئے تمام تعریفات ہیں)۔ (بخاری، مسلم)

❽ آپ ﷺ رکوع کی حالت میں نہ تو سر کو بہت زیادہ اونچا کرتے اور نہ ہی نیچا بلکہ درمیان میں رکھتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (مسلم)

❾ آپ ﷺ رکوع کی حالت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (ترجمہ) ''پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے۔'' اور سجدہ کی حالت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى (ترجمہ) ''پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند و بالا ہے۔'' پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

❿ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا (کندھوں یا کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھایا) کرتے تھے۔ (بخاری۔عن مالک بن حویرث وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم)

⓫ آپ ﷺ سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے تھے۔ (بخاری)

⑫ آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو اتنا کھولتے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی (یعنی اپنے جسم سے کہنیوں کو دور رکھتے تھے)۔ (بخاری، مسلم)

⑬ آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔ ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ (ترجمہ) ''اے اللہ، مجھے بخش دیجئے، مجھ پر رحم فرمایئے، مجھے سیدھی راہ پر قائم رکھئے اور مجھے (خوب) رزق عطا فرمایئے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

⑭ آپ ﷺ دوسرا سجدہ کرنے کے بعد کچھ دیر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ (بخاری)

⑮ آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد التحیات یعنی تشہد میں اس طرح بیٹھتے کہ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے (اور اس پر بیٹھتے) اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔ (مسلم)

⑯ آپ ﷺ (التحیات کے بعد) یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ (ترجمہ) ''اے اللہ، میں عذاب قبر، مسیح دجال کے فتنہ اور زندگی اور موت کے فتنہ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں اس بات سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں کوئی گناہ کا کام کر بیٹھوں یا مقروض ہو جاؤں۔'' (بخاری، مسلم)

⑰ آپ ﷺ (نماز مکمل ہونے پر) دائیں اور بائیں طرف (منہ موڑ کر) اس طرح سلام پھیرا کرتے تھے کہ (نمازیوں کو) آپ ﷺ کے رخساروں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (مسلم)

⑱ آپ ﷺ (سلام پھیرنے کے بعد) دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر ہماری طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔ (بخاری۔ عن سمرہ رضی اللہ عنہ)

⑲ آپ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا کرتے تھے اور اس کے بعد تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں) اور پھر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (ترجمہ) ''اے اللہ، آپ ہی سلامتی والے ہیں اور آپ ہی کے ہاں سے سلامتی ملتی ہے، بڑے ہی بابرکت ہیں آپ، اے بزرگی اور خوب عزت والے۔'' (مسلم)

آپ ﷺ کے روزے اور اعتکاف

فرمان الٰہی ہے:

(ترجمہ) ''اے ایمان والو،تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔'' (البقرہ 2: آیت 183)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔''پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ کی حالت میں ہوں۔''(ترمذی۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

(ترجمہ) ''اے اللہ،میں نے آپ کی رضا کے لئے روزہ رکھا اور آپ کے عطا کئے ہوئے رزق پر روزہ افطار کیا۔''(ابو داؤد)

روزہ کے دوران آپ ﷺ کے عمل:

1. ''آپ ﷺ روزہ کی حالت میں مسواک کیا کرتے تھے۔'' (ترمذی۔عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ)
2. آپ ﷺ روزہ کی حالت میں سر پر پانی بہالیا کرتے تھے۔(ابو داؤد۔عن ابی بکر رضی اللہ عنہ)
3. آپ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملے۔(بخاری،مسلم)
4. آپ ﷺ رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام کو (پورا) قرآن سناتے تھے اور (ماہ رمضان میں) تیز آندھی سے بھی زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے۔(بخاری،مسلم)

آپ ﷺ کا خطبہ جمعہ اور نماز

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ)''اے ایمان والو،جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو جائے تو تم اللہ (تعالیٰ) کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف جلدی آجایا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔''

(الجمعہ 62: آیت 9)

❶ آپ ﷺ کی نماز (جمعہ) درمیانی اور آپ ﷺ کا خطبہ (بھی) درمیانہ ہوتا تھا۔ (ترمذی)

❷ نبی کریم ﷺ کے (جمعہ میں) دو خطبے ہوتے تھے جن کے درمیان آپ ﷺ بیٹھا کرتے تھے ان خطبوں میں آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (مسلم۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

❸ خطبہ جمعہ کے دوران آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ، آواز بلند اور تیز ہو جاتی تھی گویا آپ ﷺ (دشمن کے) کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔ آپ ﷺ اپنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کے درمیان فرق کرتے (ہوئے لوگوں کو سمجھاتے) اور فرماتے: سب سے بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا ہے اور سب سے بری باتیں بدعات (دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنا) ہیں، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ (مسلم۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی نماز عیدین

❶ آپ ﷺ عید کے دن ایک حبری (یمن میں بنی ہوئی ایک عمدہ) چادر پہنا کرتے تھے (مسند شافعی)۔ ﴿وضاحت: عیدین کے دن غسل کرنا، خوبصورت (نئے یا دھلے ہوئے) کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے﴾

❷ عید الفطر کے دن آپ ﷺ چند طاق (1,3,5,7) کھجوریں کھانے کے بعد عید الفطر کے لئے نکلا کرتے تھے۔ (بخاری۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

﴿وضاحت: اگر عید الفطر والے دن کھجوریں میسر نہ ہوں تو کوئی بھی میٹھی چیز عید گاہ جانے سے پہلے کھا لینی چاہئے لیکن عید الاضحیٰ میں نمازِ عید ادا کرنے کے بعد کھانا کھانا مسنون ہے بہتر ہے کہ قربانی کا گوشت کھایا جائے۔ (مفہوم حدیث مسند احمد)﴾

❸ عید الاضحیٰ کے دن آپ ﷺ عید کی نماز پڑھنے کے بعد کچھ کھایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

❹ ''عید الاضحیٰ والے دن نماز عید سے واپس آ کر قربانی کا گوشت کھایا کرتے تھے۔'' (مسند احمد)

❺ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر عید گاہ میں نماز عید ادا کیا کرتے تھے۔ اگر بارش ہوتی تو مسجد میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ (ابو داؤد)

⑥ نبی کریم ﷺ عید گاہ پیدل جایا کرتے تھے۔(ابن ماجہ۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

﴿ وضاحت : عید گاہ اگر گھر کے قریب ہو تو عید گاہ پیدل جانا مسنون ہے اگر عید گاہ گھر سے کافی دور ہو تو سواری پر بھی جایا جا سکتا ہے ﴾

بنی نوع انسان پر آپ ﷺ کی رحمت

فرمان الٰہی ہے:-(ترجمہ) ''(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''(الانبیآء 21: آیت 107)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

❶ ''اے لوگو، بے شک تمہارا رب بھی ایک (اللہ) ہے اور تمہارا باپ بھی ایک (آدم علیہ السلام) ہے۔خبردار، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت نہیں۔ہاں، اگر فضیلت ہے تو صرف پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔'' (مسند احمد۔عن ابی نضرۃ رضی اللہ عنہ)

❷ '' (اے لوگو) بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس (حجۃ الوداع والے) دن کی حرمت، اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت ہے۔'' (بخاری۔عن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ)

❸ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ مشرکین کے لئے بددعا کیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا:-''میں لوگوں کے لئے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔میں تو تمام لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❹ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ دوس قبیلہ نے کفر کیا ہے آپ ﷺ ان کے لئے بددعا فرمائیں۔آپ ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی:-''اے اللہ، قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں مسلمان بنا کر میرے پاس لے آ۔'' (مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❺ جنگ اُحد کے موقع پر مشرکین کی طرف سے زخم پہنچنے پر آپ ﷺ اپنے چہرہ سے خون صاف کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ دعا مانگ رہے تھے:-''اے میرے رب، میری قوم کو

معاف فرما دے، بے شک وہ (میرا مقام) نہیں جانتی۔'' (مسلم۔عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

❻ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے (اپنے سخت ترین دشمنوں کے بارے میں) فرمایا:۔ ''جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اور جو مسجد حرام میں آ جائے اسے امن دیا جائے گا۔'' (ابوداؤد۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

رسول اکرم ﷺ کی مومنوں پر شفقت

❶ ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے کھینچنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ کہنے لگا:۔''اے محمد ﷺ، جو کچھ آپ ﷺ کو اللہ عزّ وجل نے دے رکھا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمائیں۔'' آپ ﷺ (محبت سے) اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے اور اسے کچھ دینے کا حکم بھی جاری فرما دیا۔ (مسلم۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❷ معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی تو میں نے فوراً کہا: ''اللہ آپ پر رحم فرمائے'' (نماز کے بعد) لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔میں نے کہا: تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ اتنے میں آپ ﷺ متوجہ ہوئے۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔اللہ کی قسم، آپ ﷺ نے نہ تو مجھے جھڑکا اور نہ ہی برا بھلا کہا۔صرف یہ فرمایا:۔''نماز کے دوران باتیں کرنا صحیح نہیں۔نماز میں تو تسبیح، تکبیر اور قرآن مجید پڑھنا ہے۔'' (مسلم)

❸ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک رات آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر امت کی مغفرت کے لئے کافی دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی: ''اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے، ناراض نہیں کریں گے۔'' (مسلم)

❹ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں تین رات تک صلاۃ اللیل (نماز تراویح) پڑھائی۔چوتھی رات لوگ تو جمع ہوئے لیکن آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے

تشریف نہیں لائے۔صبح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا:-''میں نے رات تمہارے انتظار کی کیفیت کو دیکھا، مجھے یہ ڈر ہوا کہ (اگر میں نے روزانہ اس طرح نماز تراویح پڑھائی تو) کہیں تم پر یہ فرض نہ کر دی جائے۔'' (مسلم)

❺ ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ آئے اور مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں ڈانٹا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-''اسے کچھ نہ کہو۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اس دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ سے (بڑے مشفقانہ انداز میں) فرمایا:-''یہ مسجدیں نجاست پھیلانے کے لئے نہیں، یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد، نماز اور قرآن پڑھنے کے لئے بنائی گئیں ہیں۔''

(مسلم۔عن انس رضی اللہ عنہ)

رسول کریم ﷺ کی بچوں پر شفقت

❶ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:-''میں نماز لمبی پڑھانا (تلاوت زیادہ کرنا) چاہتا ہوں لیکن (اچانک) کسی بچہ کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ماں کو (بچہ کے رونے کی وجہ سے) کیا تکلیف پہنچتی ہے۔'' (بخاری۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❷ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عام لوگوں کی بہ نسبت بچوں پر زیادہ شفقت فرمانے والے تھے۔(صحیح الجامع الصغیر)

❸ آپ ﷺ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہتے اور (محبت سے) ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔(ابن حبان۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❹ دیہات کے رہنے والے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بچوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھ کر تعجب سے کہا:''آپ ﷺ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں؟ جب کہ ہم تو بوسہ نہیں لیتے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:-''اگر اللہ ربّ العزّت نے تمہارے دل سے بچوں کی شفقت نکال دی ہے تو میں کیا کروں؟'' (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❺ آپ ﷺ (شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی نواسی) حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔سجدہ کرتے وقت اسے نیچے بٹھا دیتے اور سجدہ سے

اٹھنے کے بعد اسے دوبارہ اٹھا لیا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم۔عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ)

❻ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنی ایک ران پر بٹھاتے اور (اپنے نواسے) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنی دوسری ران پر بٹھاتے اور پھر دونوں کو اپنے سینے سے لگا کر یہ دعا مانگتے:۔''اے اللہ میں ان دونوں سے خوب محبت کرتا ہوں،آپ بھی ان سے محبت کریں۔'' (بخاری۔عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

❼ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی سوتیلی بیٹی) حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھیلتے اور انہیں (پیار سے) بار بار اے زوینب،اے زوینب کہہ کر بلاتے۔(صحیح الجامع الصغیر۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❽ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (چھوٹے) بچے لائے جاتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں گھٹی دیتے اور ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ (مسلم۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

﴿وضاحت: گھٹی اس میٹھی چیز کو کہتے ہیں جو نومولود کو سب سے پہلی غذا دی جاتی ہے﴾

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کریمہ

فرمان الٰہی ہے:۔(ترجمہ) ''اور یقیناً آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو عظیم (بہت ہی عمدہ) اخلاق والے ہیں۔'' (القلم 68: آیت 4)

❶ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:۔''قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہے۔'' (مسلم۔عن قتادہ رضی اللہ عنہ)

﴿وضاحت: قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اخلاق کا کئی مقام پر ذکر ہوا ہے۔
(مزید پڑھیے ترجمہ وتفسیر القلم 68: آیات 1 تا 6، ال عمران 3: آیت 159 اور التوبہ 9: آیت 128)﴾

❷ وہ تمام اخلاق اور اوصاف حمیدہ جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اولیٰ موجود تھے۔(مسلم۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❸ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی (اس دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ''اُف'' تک بھی نہ کہا۔ (بخاری، مسلم)

❹ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بیہودہ گفتگو کرتے تھے نہ کسی پر لعنت بھیجتے اور نہ ہی گالی گلوچ کرتے تھے۔ (بخاری)

5 رسول اکرم ﷺ نہ تو فحش گفتگو کرتے نہ بازاروں میں شوروغل کرتے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیا کرتے تھے بلکہ لوگوں کی غلطیوں پر درگزر کرتے اور انہیں معاف فرما دیا کرتے تھے۔ (ترمذی۔عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

7 آپ ﷺ تو باپردہ لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ (بخاری۔عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی گفتگو اور مسکراہٹ

1 آپ ﷺ بہت جلدی جلدی بات نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اتنی آہستہ آہستہ بات کرتے کہ اگر کوئی آپ ﷺ کی باتوں کو گننا چاہتا تو گن لیتا۔ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

2 آپ ﷺ کی گفتگو بڑی آسان ہوتی تھی جسے ہر کوئی سمجھ لیتا تھا۔ (مسند احمد۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

3 آپ ﷺ کی گفتگو میں ترتیب اور آہستگی پائی جاتی تھی۔ (ابوداؤد۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

4 آپ ﷺ اہم باتوں کو تین مرتبہ دوہرایا کرتے تھے تاکہ لوگ آپ ﷺ کی ہر بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

5 رسول اکرم ﷺ (بلا ضرورت گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ) زیادہ تر خاموشی اختیار کرتے تھے۔ (شرح السنہ۔عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما)

6 آپ ﷺ مسکرایا کرتے تھے، قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ (بخاری، مسلم۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

رسول کریم ﷺ کا لباس

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ)

1 ''اے اولادِ آدم، بلاشبہ ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور خوبصورتی کا باعث بھی ہے۔'' (الاعراف 7: آیت 26)

2 آپ ﷺ سفید لباس پہنا کرتے تھے۔ (بخاری۔عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

3 آپ ﷺ سر پر سیاہ پگڑی باندھا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی۔عن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ)

4 رسول اکرم ﷺ کو دھاری دار لمبی چادر بہت زیادہ پسند تھی۔ (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

5 آپ ﷺ کو قمیص بہت زیادہ پسند تھی۔ (ابوداؤد۔عن اُم سلمہ رضی اللہ عنہا)

6 آپ ﷺ کی قمیص کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں۔ (ترمذی۔عن اسما بنت یزید رضی اللہ عنہا)

7 آپ ﷺ خوبصورت لباس پہنا کرتے تھے۔ (ترمذی۔عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

8 آپ ﷺ قمیص دائیں طرف سے پہننا شروع کرتے تھے۔ (ترمذی۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

9 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹا تہبند نکالا اور فرمایا: ''آپ ﷺ انہی دو کپڑوں میں فوت ہوئے۔'' (بخاری، مسلم۔عن ابی بردہ رضی اللہ عنہ)

10 آپ ﷺ اپنی بیماری کی حالت میں اپنے سیاہ کنارے والے جبہ کو اپنے چہرہ پر ڈال لیا کرتے تھے اور جب گھبراہٹ ہوتی تو اسے چہرہ سے ہٹا لیا کرتے تھے۔

(بخاری۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

11 آپ ﷺ جب نیا لباس پہنتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ

وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ

(ترجمہ) ''اے اللہ، یہ لباس جو آپ نے مجھے پہنایا ہے، اس پر آپ ہی کے لئے تمام تعریفات ہیں۔ اے اللہ، میں آپ سے اس لباس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس (جسم) کی بھی بھلائی مانگتا ہوں جس کے لئے یہ لباس بنایا گیا ہے اور میں اس لباس کی برائی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس (بدن) کی برائی سے بھی جس کے لئے یہ لباس بنایا گیا ہے۔ (ترمذی۔عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

رسول اکرم ﷺ کے کھانے

1 رسول اکرم ﷺ کبھی تکیہ (ٹیک) لگا کر نہیں کھایا کرتے تھے۔ (بخاری۔عن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ)

2 آپ ﷺ بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری۔عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ)

3 آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر کھانے کی خواہش ہوتی تو کھا لیتے اور اگر نہ ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے۔ (بخاری، مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❹ آپ ﷺ بکری کی ران بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ (بخاری، مسلم۔عن عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ)

❺ آپ ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❻ آپ ﷺ کو ثرید (گوشت کے شوربے میں روٹی بھگو کر کھانا) بہت زیادہ پسند تھا۔

(ابوداؤد۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

❼ آپ ﷺ جَو کی روٹی، کدو اور گوشت کے شوربے کو انتہائی شوق سے کھاتے تھے۔

(بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❽ آپ ﷺ ککڑی کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھایا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم۔عن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ)

❾ آپ ﷺ تربوز اور کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے۔ (ترمذی۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❿ آپ ﷺ جَو کی روٹی کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد۔عن یوسف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ)

⓫ آپ ﷺ مکھن اور کھجور بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ (عن ابن بصر رضی اللہ عنہما)

⓬ آپ ﷺ مرغی کا گوشت بھی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری۔عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)

⓭ آپ ﷺ کھانا تین انگلیوں سے تناول فرمایا کرتے تھے۔(بخاری، مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

⓮ آپ ﷺ کے سامنے جب بھی کوئی نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے:۔
''اے اللہ، ہمارے پھلوں میں برکت پیدا فرما۔'' (ترمذی ۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

⓯ آپ ﷺ ہر کھانے یا پینے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَ سَقٰی وَ سَوَّغَهٗ وَ جَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا

(ترجمہ) ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے کھلایا، پلایا، حلق سے نیچے اتارا اور اس کے نکلنے کی جگہ بنائی۔ (ابوداؤد۔عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ)

⓰ جب آپ ﷺ کے سامنے سے دستر خوان اٹھا لیا جاتا تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا

(ترجمہ) ''تمام تعریفیں، بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں، نہ انہیں چھوڑا جائے اور نہ ہی ان سے بے نیاز ہوا جائے اے ہمارے رب۔''

(بخاری۔عن ابی امامہ رضی اللہ عنہما)

رسول اکرم ﷺ کے مشروبات

❶ آپ ﷺ کا ایک پیالہ تھا جس سے آپ ﷺ ہر قسم کا مشروب پانی، نبیذ، شہد اور دودھ وغیرہ پیا کرتے تھے۔ (ترمذی۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❷ رسول اکرم ﷺ کو میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں بہت زیادہ پسند تھیں۔ (ترمذی۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❸ آپ ﷺ (کھجور کی) نبیذ (شربت) پیا کرتے تھے۔ (مسلم۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❹ آپ ﷺ کوئی بھی چیز پینے کے دوران تین سانس لیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے: ''اس طرح پینا خوب سیراب کرتا ہے اور صحت مند بھی بناتا ہے۔'' (مسلم۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❺ آپ ﷺ پانی اور دودھ وغیرہ پہلے دوسروں کو پلاتے آخر میں خود پیا کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے کہ آپ ﷺ پہلے خود پی لیں تو آپ ﷺ جواب دیتے: ''دوسروں کو پلانے والا خود آخر میں پیا کرتا ہے۔'' (ابوداؤد۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❻ آپ ﷺ نے زم زم کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ (بخاری، مسلم۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

آپ ﷺ کے استعمال کی چیزیں

آپ ﷺ کی انگوٹھی:

❶ رسول اکرم ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کے بعد فرمایا:۔''میں نے اس انگوٹھی میں ایک نقش کھدوایا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی بھی یہ نقش نہ کھدوائے۔'' (بخاری۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❷ آپ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔ (ابوداؤد۔عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

﴿نوٹ: آپ ﷺ کی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ تین سطروں میں تھا۔ نیچے کی طرف سے پہلی سطر میں ''محمد'' دوسری میں ''رسول'' اور تیسری میں ''اللہ'' اس طرح ﴿محمد رسول اللہ﴾ تھا۔

❸ آپ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ سیاہ تھا۔ (ابوداؤد۔عن انس رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی سرمہ دانی:

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ﷺ سوتے وقت اپنی آنکھوں میں سرمہ کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے۔ (مسند احمد۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

آپ ﷺ کے نعلین مبارک :

❶ رسول کریم ﷺ کے نعلین مبارک (جوتے) کے دو تسمے تھے۔ (ترمذی۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

❷ آپ ﷺ کے نعلین مبارک بغیر بال کے تھے اور ان کے دو تسمے تھے۔ (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی عاجزی وانکساری

فرمان الٰہی ہے :- (ترجمہ) ''(اے نبی ﷺ) جو مومن آپ کے پیرو کار ہیں ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے۔'' (الشعراء26: آیت215)

احادیث رسول اکرم ﷺ :

❶ ہم آپ ﷺ کے اتنے قریب ہو کر بیٹھ جاتے کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے گھٹنے آپس میں مل جاتے تھے۔ (ابن ماجہ۔عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

❷ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے، آپ ﷺ نے فرمایا:- ''اے لوگو، کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے یاد رکھو، میں محمد بن عبداللہ اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اللہ عزّ وجل کی قسم، میں ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے زیادہ بلند درجہ پر سمجھو کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے فائز کیا ہے۔'' (مسند احمد۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❸ ''(اے لوگو) مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو بڑھا دیا تھا۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اور رسول ہوں۔ (مسلم۔عن عمر رضی اللہ عنہ)

❹ ''آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔'' (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❺ ''آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگایا کرتے ، اپنے جوتوں کی خود مرمت کرتے اور اس کے علاوہ اپنے دیگر کام بھی خود ہی کرنا پسند فرماتے تھے۔'' (مسند احمد۔عن عروہ رضی اللہ عنہ)

❻ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک چٹائی پر سو رہے تھے جس کے نشان آپ ﷺ کے جسم مبارک پر بھی پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، اگر

آپ ﷺ چاہیں تو ہم آپ کے لئے ایک نرم بستر مہیا کر دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔''مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ میرا اور دنیا کا حال ایسا ہے جس طرح ایک سوار ایک سایہ دار درخت کے نیچے کچھ دیر کے لیے آرام کرتا ہے پھر اس درخت کو چھوڑ کر آگے چلا جاتا ہے۔ (ترمذی)

آپ ﷺ کا مذاق کرنا

❶ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن وہ مر گئی تو آپ ﷺ نے اس سے مذاق کرتے ہوئے فرمایا:۔''اے عمیر، تمہاری نغیر (چڑیا) کا کیا ہوا۔'' (بخاری، مسلم)

❷ ایک بوڑھی خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، میرے لئے دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں جگہ عنایت فرمادے۔'' آپ ﷺ نے (بطور مذاق) فرمایا:۔''اے فلاں کی ماں، جنت میں کوئی بوڑھی خاتون نہیں جائے گی۔'' وہ خاتون یہ سنتے ہی رونے لگی تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔''اللہ تعالیٰ کسی کو بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے بلکہ اُسے جوان کرکے داخل فرمائیں گے۔''

(ترمذی۔عن حسن رضی اللہ عنہ)

❸ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سواری طلب کی تو آپ ﷺ نے (بطور مذاق) فرمایا:۔ ''میں آپ کو سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔'' اس نے عرض کیا:۔''اے اللہ کے رسول ﷺ، میں اس اونٹنی کے بچہ پر کیسے سواری کرونگا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔'' (ابو داؤد، ترمذی۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❹ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک دن عرض کیا:۔''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ تو ہم سے خوب مذاق کرتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔''میں تو (مذاق کرتے ہوئے بھی) صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔'' (ترمذی۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی سخاوت

فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ❶ ''(اے لوگو) تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو،

اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔'' (سبا 34: آیت 39)

❷ ''(اے ایمان والو) ہم نے جو رزق تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ (اس وقت) کہنے لگے: اے میرے رب، مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیجئے تا کہ میں صدقہ و خیرات کر لوں اور نیک بن جاؤں مگر جب کسی نفس کا (موت کے لئے) مقرر وقت آجاتا ہے تو اللہ اسے ہرگز مہلت نہیں دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔'' (المنافقون 63: آیات 10 تا 11)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

❶ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان المبارک میں آپ ﷺ تیز آندھی کی طرح سخاوت کیا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

❷ آپ ﷺ سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ کبھی بھی اس سے منع نہیں فرماتے۔ (یعنی کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرما دیتے) (بخاری، مسلم۔ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما)

❸ آپ ﷺ نبوت ملنے سے پہلے اور ہجرت سے قبل بھی فقیروں، بیواؤں، بوڑھوں اور مسکینوں پر خوب سخاوت کیا کرتے تھے۔'' (بخاری۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❹ ایک شخص نے (اپنی غربت کا اظہار کرتے ہوئے) آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اتنی بکریاں عطا فرمائیں جتنی دو پہاڑوں کے درمیان سما جائیں۔ وہ شخص واپس اپنی قوم کے پاس جا کر کہنے لگا: ''اے لوگو، اسلام قبول کر لو، محمد ﷺ تو اتنا دیتے ہیں کہ غربت کا اندیشہ ہی نہیں رہتا۔'' (مسلم۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

❺ ایک دن آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''جو بکری ذبح کی تھی۔ کیا اس کا کچھ حصہ باقی ہے؟'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ سب ختم ہو گیا ہے صرف کندھے کا گوشت باقی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''(یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو) کندھے کے علاوہ سب باقی (آخرت میں ذخیرہ ہو چکا) ہے۔'' (ترمذی۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❻ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو ایک چادر تحفہ میں پیش کی گئی۔ آپ ﷺ نے اسے پہن لیا اتنے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ چادر تو مجھے بہت اچھی لگ

رہی ہے آپ ﷺ یہ چادر مجھے دے دیجئے۔آپ ﷺ نے فوراً وہ چادر اسے عنایت فرما دی۔

(بخاری۔عن سہل رضی اللہ عنہ)

❼ ''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اُسے 3 راتیں گزرنے سے پہلے پہلے صدقہ کر دیتا۔'' (بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی بہادری

فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''(اے پیغمبر ﷺ) آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ صرف اپنی ذات کے ذمہ دار ہیں۔پس ایمان والوں کو (جہاد کی) ترغیب دلائیں۔ قریب ہے کہ اللہ کفار کا زور توڑ دے اور اللہ خوب قوت والا،سخت سزا دینے والا ہے۔''

(النسآء 4: آیت 84)

❶ آپ ﷺ اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے (بغیر کسی خوف کے) طائف تشریف لے گئے اور طائف کے سرداروں کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❷ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حبشہ اور مدینہ ہجرت کرنے کے باوجود بھی آپ ﷺ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمنوں کے درمیان بلا خوف و خطر مکہ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آنے تک) ٹھہرے رہے۔(بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❸ رسول اکرم ﷺ شجاعت اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔انتہائی خطرناک موقعوں پر بھی آپ ﷺ پر گھبراہٹ طاری نہ ہوتی تھی۔ایک رات انتہائی خوفناک آواز آئی۔ آپ ﷺ اکیلے اس آواز کی طرف روانہ ہو گئے اور لوگ بھی گھبرا کر اٹھے اور مل کر اس آواز کی طرف چلے گئے۔تھوڑا سا آگے چلے تو آپ ﷺ (بہادرانہ انداز میں) گھوڑے کی پیٹھ پر سوار واپس تشریف لا رہے تھے اور گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھ کر فرمایا:-'' ڈرو نہیں، میں آگے تک دیکھ کر آیا ہوں کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❹ غزوۂ اُحد کے دن صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھگدڑ مچ گئی اس کے باوجود آپ ﷺ ثابت قدم

رہے اور بڑی بہادری سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرتے رہے۔(مسلم۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❺ غزوۂ حنین کے موقع پر جب مسلمان دشمن کی طرف سے اچانک حملہ آور ہونے پر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی میدان میں ڈٹے رہے اور بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا۔(بخاری۔عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا انداز

❶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونا چاہتے تو اپنی دائیں ہتھیلی اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے:- اَللّٰھُمَّ بِاِسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا

(ترجمہ) ''اے اللہ میں آپ کا نام لے کر مرتا (سوتا) ہوں اور (آپ ہی کے نام کے ساتھ) زندہ ہوتا (جاگتا) ہوں۔'' (ترمذی۔عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

❷ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے آخری پہر سوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر سوتے تھے اور جب صبح کے قریب سوتے تو اپنا سر اپنی ہتھیلی پر رکھتے اور بازو کو کھڑا کر دیتے۔

(ترمذی۔عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کا طریقہ

❶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہونے کے بعد اور بستر چھوڑنے سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ

(ترجمہ) ''تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں مارنے (سونے) کے بعد زندہ کیا (اٹھایا) اور اس کی طرف ہی (ہمیں) لوٹ کر جانا ہے۔'' (بخاری، مسلم)

❷ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ (اور آنکھیں) ملا کرتے تھے تا کہ نیند کا خمار دور ہو جائے۔ (بخاری،مسلم)

❸ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہو جاتے تو اپنا منہ (دانت اور زبان) مسواک سے خوب صاف کرتے تھے۔'' (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ کی فکرِ آخرت

فرمانِ الٰہی ہے :- (ترجمہ)''(اے پیغمبر ﷺ) آپ ہرگز اپنی نظریں (دنیا کے) مال و متاع کی طرف نہ لے جائیں جو ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو دے رکھا ہے اور ان پر (ایمان نہ لانے کا) افسوس (بھی) نہ کریں اور مومنوں کے لئے اپنے (مشفقانہ) بازو جھکائے رکھیں۔'' (الحجر 15: آیت 88)

احادیث رسول اکرم ﷺ :

❶ میں نے عرض کیا:-''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ کا مقام و مرتبہ تو قیصرو کسریٰ کے بادشاہوں سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو ان بادشاہوں سے بہت زیادہ عزّت عطا فرمائی ہے مگر وہ لوگ تو عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور آپ ﷺ بالکل سادہ زندگی گزار رہے ہیں۔'' رسول کریم ﷺ نے فرمایا:-''کیا تم اس چیز کو پسند نہیں کرتے کہ دنیا کی عیش وعشرت سب ان بادشاہوں کے لئے ہو اور ہمارے لئے آخرت کی چیزیں ہوں؟'' میں نے جواب دیا:-''بے شک آپ ﷺ صحیح فرما رہے ہیں۔'' (بخاری، مسلم۔ عن عمر رضی اللہ عنہ)

❷ ''مجھے دنیا کی چیزوں سے کوئی سروکار نہیں، میری اور اس دنیا کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک مسافر اپنی سواری سے اتر کر درخت کے نیچے آرام کرے اور پھر اپنی منزل کی طرف چلا جائے۔'' (ابوداؤد۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

❸ آپ ﷺ اکثر اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگا کرتے تھے:-''اے اللہ، محمد (ﷺ) کے اہل خانہ کو صرف اتنا رزق عطا فرما جتنے کی ان کو ضرورت ہے۔'' (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❹ جب سے رسول کریم ﷺ اور ان کے اہل خانہ مدینہ منورہ آئے انہوں نے کبھی 3 دن مسلسل گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ (بخاری، مسلم۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❺ رسول اکرم ﷺ کے اہل خانہ پر ایسا وقت بھی آیا کہ پورے مہینہ ان کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف پانی اور کھجور پر گزارہ کرتے اور کبھی پڑوس یا کسی انصاری کے گھر سے

دودھ آجاتا تو آپ ﷺ خود بھی پیتے اور ہمیں بھی پلاتے تھے۔ (بخاری، مسلم۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

❻ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک دن گرما گرم کھانا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور پھر فرمایا کہ میں نے کئی دنوں سے گرم کھانا نہیں کھایا تھا۔'' (ابن ماجہ۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❼ آپ ﷺ نے زندگی میں کبھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔ (بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❽ نبی کریم ﷺ پر مسلسل کئی کئی دن ایسے گزرتے کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ کے پاس سوائے جَو کی روٹی یا کھجور کے کچھ کھانے کے لئے نہ ہوتا۔ (مسند احمد۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

❾ میں نے ایک دن آپ ﷺ کے ہاتھ میں جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک کھجور دیکھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو کھانا شروع کر دیا۔ (ترمذی۔عن۔عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ)

❿ ایک انصاری عورت نے آپ ﷺ کا بستر دیکھ کر آپ ﷺ کے لئے ایک نرم وملائم بستر بھجوایا۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''اسے واپس بھجوادو، مجھے تو اپنا بستر ہی پسند ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''اللہ کی قسم، اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میرے لئے سونے چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔'' (بخاری، مسلم۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

❶ ''ہر نبی کو اس کی نبوت کے ثبوت کے لئے کچھ دلائل دیئے گئے۔جس قسم کی قوم ہوتی ہے ویسے ہی دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

وضاحت : حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور جادو کا تھا تو انہیں جادو پر غلبہ پانے جیسے معجزات دیئے گئے۔مثلاً ہاتھ کا چمکنا، لاٹھی کا سانپ بننا۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ حکمت کا تھا۔انہیں کوڑھ کے مریض کو شفایاب کرنے اور مردہ کو زندہ کرنے کے معجزات عطا کئے گئے اور آپ ﷺ کا زمانہ فصاحت و بلاغت کا تھا اس لئے آپ ﷺ کو بطور معجزہ

قرآن مجید عطا کیا گیا جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے﴾

❷ ''ہر نبی کو اپنی اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کی سچائی کے لئے کچھ دلائل دیئے جاتے ہیں۔ وہ تمام دلائل اس نبی کی قوم کے لئے حجت ہوتے ہیں تاکہ اس نبی کی قوم اس پر ایمان لے آئے اور اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرکے کامیاب ہو جائے یا پھر انکار کرکے عذاب الٰہی کی مستحق بن جائے۔'' (بخاری، مسلم۔عن لیث بن سعد رضی اللہ عنہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

❶ قرآن کریم کا قیامت تک محفوظ رہنا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''تمام انبیا علیہم السلام کو ایسے معجزات (دلائل) دیئے گئے جنہیں دیکھ کر (اس زمانہ کے) لوگ ان (انبیا علیہم السلام) پر ایمان لائے۔ مجھے بطور معجزہ قرآن مجید وحی کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے۔ امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ پر ایمان لانے والے تعداد میں سب (امتوں) سے زیادہ ہوں گے۔ (بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❷ مکہ کے ایک پتھر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''میں مکہ کے اس پتھر کو اب بھی جانتا ہوں جو مجھے نبوت ملنے سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔'' (مسلم۔عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ)

❸ چاند کا دو ٹکڑے ہونا:

اہل مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت کے ثبوت کے لئے کوئی نشانی دکھایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑوں میں بٹا ہوا انہیں دکھایا یہاں تک کہ لوگوں نے چاند کا ایک ٹکڑا (حرا) پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا (حرا) پہاڑ کے دوسری طرف دیکھا۔

(بخاری، مسلم۔عن انس رضی اللہ عنہ)

❹ حرا پہاڑ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھم جانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم حرا پہاڑ پر چڑھے تو اس کی چٹان نے حرکت کرنا شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''اے پہاڑ، تھم جا، تیرے اوپر نبی،

صدیق اور شہید کھڑے ہیں (لہٰذا وہ تھم گیا)۔'' (مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

❺ بیت المقدس کا نقشہ آپ ﷺ کے سامنے:

قریش مکہ نے آپ ﷺ (کے واقعہ معراج) کو جھٹلایا اور بیت المقدس کے دروازے اور کھڑکیوں کے متعلق سوال کیئے۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں حطیم (مقام) پر کھڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کے سامنے کر دیا اور آپ ﷺ مشرکین کو بیت المقدس کی نشانیاں بتانے لگے۔ (بخاری۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

❻ اُم معبد کی کمزور بکری کا خوب دودھ دینا:

ہجرت کے دوران آپ ﷺ ایک عورت اُم معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے۔ اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فی الحال تو کوئی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے خیمہ میں بندھی ہوئی ایک بکری کو دیکھ کر پوچھا:۔ ''کیا یہ دودھ دیتی ہے؟'' اس نے کہا کہ یہ دودھ نہیں دیتی، یہ تو انتہائی لاغر ہے جو چل پھر بھی نہیں سکتی۔ آپ ﷺ نے اُم معبد سے اس بکری کا دودھ دوہنے کی اجازت مانگی۔ اُم معبد نے اجازت دے دی۔ آپ ﷺ نے اس بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ پڑھ کر اس کے لئے دعا فرمائی۔ بکری نے اپنے دونوں پاؤں کھول دیئے اور جگالی کرنے لگی۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہنا شروع کر دیا پھر وہ دودھ اُم معبد کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئی پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے۔ آخر میں آپ ﷺ نے خود دودھ نوش فرمایا اور دودھ کا بھرا ہوا برتن اُم معبد کے حوالے کر کے آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (مستدرک حاکم۔عن حبیش بن خالد رضی اللہ عنہ)

❼ آپ ﷺ کا تعاقب کرنے والے سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنا:

جب آپ ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے تو دشمنوں میں سے سراقہ بن مالک نے آپ ﷺ کا پیچھا کیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ)، آپ اللہ سے میرے لئے نجات کی دعا فرمائیں میں آپ ﷺ کو ہرگز تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ ﷺ نے

دعا فرمائی اس کا گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا۔ (بخاری، مسلم۔عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

8 تھوڑے سے غلہ کا کافی عرصہ تک کفایت کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کھانا مانگنے کے لئے آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کچھ جَو دیئے۔ وہ آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ ان جَو سے کافی عرصہ تک گزر بسر کرتا رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے جَو ختم نہ ہوئے یہاں تک کہ ایک دن اس شخص نے اُن (جَو) کو تول لیا تو اس کے بعد وہ ختم ہو گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔''اگر تم انہیں نہ تولتے تو اس سے مسلسل کھاتے رہتے اور یہ کبھی ختم نہ ہوتے۔'' (مسلم۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

9 دس آدمیوں کا کھانا ہزار آدمیوں کے لئے کافی ہونا:

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جنگ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک کی حالت میں دیکھا تو میں فوراً اپنے گھر آیا اور بیوی سے پوچھا:۔'' کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟'' اس نے کہا:۔'' صرف پونے تین کلو جو اور ایک پالتو بکری کا بچہ گھر میں موجود ہے۔'' میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی کو جَو کا آٹا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے لئے چل پڑا۔جاتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھو، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے سامنے شرمندہ نہ کرنا (یعنی زیادہ آدمی نہ بلانا)۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے اور پونے تین کلو جَو کے آٹے سے کھانا تیار کیا ہے۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ہمارے گھر تشریف لے آئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا:۔'' اے خندق والو، آج جابر کے ہاں تمہاری دعوت ہے، سب آ جاؤ۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا میرے آنے سے پہلے ہنڈیا چولہے سے نہ اتارنا اور نہ ہی آٹے کی روٹیاں پکانا۔تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ہمارے گھر تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک کھانے میں ڈالا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی اور روٹیاں پکانے کا حکم دیا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ایک ہزار آدمیوں نے خوب جی بھر کر

کھانا کھایا اور آپ ﷺ نے خود بھی خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جب آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم واپس چلے گئے تو میں نے ہنڈیا کو دیکھا وہ گوشت سے بھری ہوئی تھی اسی طرح آٹا اور اس سے پکنے والی روٹیاں بھی ویسے ہی موجود تھیں۔ (بخاری۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

⑩ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا:

صلح حدیبیہ کے دن صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوب پیاس لگی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک صراحی تھی جس سے آپ ﷺ نے وضو کیا۔ اتنے میں آپ ﷺ کے اردگرد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہو گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، ہمارے پاس نہ تو پینے کے لئے پانی ہے اور نہ ہی وضو کے لئے سوائے آپ ﷺ کی اس صراحی کے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس صراحی پر رکھا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد پندرہ سو (1500) تھی اور جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت ہماری تعداد ایک لاکھ بھی ہوتی تو بھی وہ پانی ہمارے لئے کافی ہوتا۔

(بخاری۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

⑪ کھجوروں کے ڈھیر میں برکت:

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان پر کچھ قرض تھا۔ میں نے قرض خواہوں سے کہا کہ جتنی کھجوریں میرے پاس ہیں تم لے لو (اور باقی معاف کر دو) انہوں نے اتنا کم لینے سے انکار کر دیا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری صورت حال آپ ﷺ کو بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:- ''تم جاؤ اور اپنے باغ کی کھجوروں کا ڈھیر لگاؤ اس کے بعد مجھے بلا لینا۔'' میں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا:- '' قرض خواہوں کو تول تول کر کھجوریں دیتے جاؤ۔'' میں نے تول کر کھجوریں دینا شروع کر دیں یہاں تک کہ تمام لوگوں کا قرض ادا ہو گیا۔ آخر میں میں نے اپنی کھجوروں کو دیکھا تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی پہلے تھیں، گویا کہ ان میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوئیں۔ (بخاری۔عن جابر رضی اللہ عنہ)

⑫ آپ ﷺ کی محبت میں کھجور کے تنے کا رونا:

آپ ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے تنے کے سہارے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک انصاری عورت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، ہم آپ کے لئے منبر تیار کروائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''تم چاہو تو تیار کروا لو۔'' آپ ﷺ کے لئے منبر تیار ہو گیا۔ جمعہ کے دن آپ ﷺ منبر پر چڑھے تو کھجور کا تنا بچہ کی طرح بلک بلک کا رونے لگا۔ آپ ﷺ نے منبر سے اتر کر اسے سینے سے لگایا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''یہ ذکر الٰہی سے دور ہو گیا ہے جس کی وجہ سے یہ رو رہا تھا۔'' (بخاری۔ عن جابر رضی اللہ عنہ)

⑬ ایک بکری کا گوشت 130 افراد کے لئے کافی ہونا:

ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ 130 صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا:۔''کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟'' ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس تقریباً پونے تین کلو آٹا تھا۔ اتنے میں ایک مشرک اپنی بکریوں کو چراتا ہوا وہاں پہنچا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا:۔''کیا بکری بیچو گے؟'' اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی اور اسے ذبح کیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا۔ 130 افراد میں سے ہر ایک کو کلیجی کا ایک ایک ٹکڑا دیا گیا اور اس بکری کا گوشت دو برتنوں میں ڈال کر بھونا گیا جسے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب پیٹ بھر کے کھایا پھر بھی گوشت بچ گیا۔ (بخاری۔ عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ)

⑭ کھانے سے تسبیح کی آواز:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (آپ ﷺ کے ساتھ) کھانا کھاتے ہوئے ہم کھانے سے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ (بخاری)

⑮ مشکیزوں میں برکت کا نازل ہونا:

آپ ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو شدید پیاس لگی اور کہیں پانی نہ ملا تو آپ ﷺ نے پانی کی تلاش میں اپنے دو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجا اور انہیں

فرمایا:- ''تم فلاں مقام پر ایک عورت کو اونٹ پر سوار پاؤ گے لہٰذا اسے میرے پاس لے آؤ۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق عین اس جگہ پر عورت کو اونٹ پر سوار پایا جو دو مشکوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس عورت کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان مشکوں سے ایک برتن میں کچھ پانی نکلوایا اور اس پر کچھ پڑھ کر اس پانی کو دوبارہ مشکوں میں ڈالنے کا حکم دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:- ''اب تم اپنے تمام برتن اور مشکیزے بھر لو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے تمام برتن اور مشکیزے بھر لئے پھر آپ ﷺ نے اس عورت کوایک کپڑا پھیلانے کا حکم دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ تمہارے پاس کھانے پینے کی جو چیزیں ہیں وہ اس کپڑے میں ڈالو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے چیزیں لا کر اس کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیں یہاں تک کہ وہ بھر گیا۔ آپ ﷺ نے کھانے کی وہ تمام چیزیں اس عورت کے حوالہ کیں اور اس سے کہا: اب جاؤ اور یہ دیکھ لو ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ کم نہیں کیا، ہمیں تو ہمارے رب نے پانی پلایا ہے۔ وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس خوشی خوشی چلی گئی اور لوگوں سے کہنے لگی کہ میں جس شخص کے پاس سے آئی ہوں وہ یا تو بہت بڑا جادوگر ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے۔ پھر اس عورت کے گھر والے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (بخاری۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

فرمان الٰہی ہے: (ترجمہ)

❶ ''اے نبی (ﷺ) کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (بلکہ تمہارا درجہ بہت بلند ہے)۔'' (الاحزاب 33: آیت 32)

❷ ''(اے مومنو) نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔'' (الاحزاب 33: آیت 6)

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں جو سب سے پہلے آپ ﷺ

پر ایمان لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا عرب کے انتہائی شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑی پاک دامن، خوش اخلاق، عقل مند، مالدار اور سلیقہ مند خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو اپنا مال دے کر تجارت کرواتی تھیں۔ جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور صداقت کا علم ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا تجارتی مال دے کر شام بھیجنے کے لئے پیش کش کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی قبول فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت، امانت، دیانت اور صداقت سے وہ بہت زیادہ متاثر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی پیش کش کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچاؤں کی مشاورت سے قبول فرما لیا۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر **25** سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر **40** سال تھی۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا کاروبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا اور وہ ہر معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ترجیح دیتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔ **25** سال تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے بہترین لمحات گزارے۔ نہ کوئی جھگڑا ہوا اور نہ ہی کوئی مخالفت ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی معاون ثابت ہوئیں۔ پہلی وحی کے نزول کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھبراہٹ ہوئی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے اچھے انداز سے تسلی دی۔ مشرکین اور کفار کی تکالیف کے مقابلہ میں بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی مددگار ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اچھے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ''مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھ پر ایسے وقت میں ایمان لائیں جب لوگ میری جان کے دشمن بن چکے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے مجھے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو بڑا فائدہ پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ابراہیم رضی اللہ عنہ (یہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے) کے علاوہ ساری اولاد بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عطا فرمائی ہے۔'' (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ)

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا

کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میرا اور اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیجئے اور انہیں جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی خوشخبری سنا دیجئے کہ جس میں انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔(بخاری) آپ رضی اللہ عنہا ماہ رمضان 10 نبوی میں 65 سال کی عمر میں مکہ میں فوت ہوئیں اور حجون (مقام) میں آپ رضی اللہ عنہا کو دفن کر دیا گیا۔

﴿نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانی کے 25 سال ایک عمر رسیدہ بیوہ خاتون کے ساتھ گزار دیئے۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی شادیاں کیں وہ دین اسلام کے فروغ کے لئے کیں تاکہ مختلف قبائل کو اسلام کے قریب کیا جا سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ بہت کامیاب رہا﴾

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ایک ماہ بعد اسی سال شوال 10 نبوی میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمر رسیدہ 50 سالہ خاتون حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ یہ ابتدائی دور میں مسلمان ہوگئی تھیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔ ان کے سابقہ شوہر (حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ) حبشہ سے واپس مکہ آکر فوت ہو گئے تھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ چند سال بعد انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی بڑی تعریف کیا کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے کے بعد 4 سال تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیلی بیوی رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تقریباً 107 سال کی عمر پا کر شوال 54 ہجری میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا:

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے ایک سال بعد شوال 11 نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی تین سال بعد ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی بیوی کنواری نہیں تھی بلکہ سب بیوہ یا

مطلقہ تھیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے اللہ عزّ وجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ان کی شبیہہ (تصویر) دکھائی اور فرمایا کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ کی بیوی ہیں۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی دین دار اور عالمہ وفاضلہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ احادیث یاد تھیں۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ آپ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-''عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ کھانوں میں ثرید کو حاصل ہے۔'' (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ النور **24**: آیات **11** تا **20** (**10** آیات) نازل فرمائیں۔ بعض مرتبہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی قرآن کریم کا نزول ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)، تمہیں حضرت جبریل علیہ السلام سلام پیش کر رہے ہیں۔''(بخاری)۔

آپ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتیں، اپنے کندھوں پر پانی کا مشکیزہ اٹھا کر لاتیں، مجاہدین اسلام کو پانی پلاتیں، غریبوں کے ساتھ بڑی ہمدردی کے ساتھ پیش آتیں اور ان کے ساتھ بہترین سلوک فرمایا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تقریباً **65** سال کی عمر پا کر **17** رمضان **57ھ** ہجری میں فوت ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے کچھ عرصہ بعد شہید ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کے حوالے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیوی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر ملے گا۔'' (بخاری، مسلم)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو جانے کے بعد شعبان **3ھ** ہجری میں

آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑی دین دار خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی زمین کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کردیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے 60 سال کی عمر میں شعبان 45ھ ہجری میں وفات پائی اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت اُم المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ آپ ﷺ نے محرم 4ھ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا جس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ 3 ماہ رہنے کے بعد انتقال فرما گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا غربا اور مساکین پر بہت زیادہ خرچ کیا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ سے انہیں اُم المساکین (مسکینوں کی ماں) کے الفاظ سے یاد کیا جانے لگا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی دوسری بیوی تھیں جن کا آپ ﷺ کی زندگی میں ربیع الثانی 4ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر 30 سال تھی۔ آپ ﷺ نے خود آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا۔ (بیہقی)

حضرت اُم سلمہ بنت ابو اُمیہ رضی اللہ عنہا :

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو بڑے بہادر انسان تھے۔ انہوں نے جنگ بدر اور جنگ اُحد میں خوب بہادری کا مظاہرہ کیا مگر جنگ اُحد میں شدید زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ شہادت سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی:

اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِیْ فِیْ اَھْلِیْ بِخَیْرٍ (مسند احمد)

(ترجمہ) ''اے اللہ، میرے مرنے کے بعد میرے اہل خانہ کی بہترین پرورش فرمانا۔''

شوہر کی شہادت پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بہت غمگین ہوئیں اور آپ ﷺ کی تعلیم کے مطابق یہ دعا مانگنے لگیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اَللّٰھُمَّ اَجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

(ترجمہ) ''بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ، مجھے میری مصیبت پر اچھا اجرعطا فرما اور مجھے اس کا بہترین بدل عطا فرما۔'' (مسلم)

حضرت ابو سلمہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے پوری فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال 4ھ ہجری میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی مصیبت زدہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت کے بدلہ میں بہترین چیز عطا فرمائیں گے۔ جب میرے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں اس دعا کو کثرت سے پڑھا کرتی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا دیا جو کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کئی درجہ بہتر تھے۔ (مسلم۔عن اُم سلمہ رضی اللہ عنہا)

آپ رضی اللہ عنہا نے 62ھ ہجری میں 84 سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن، بڑی عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبردار تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا لیکن دونوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو ذی القعدہ 5ھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آسمان پر کرا دیا۔نکاح کے وقت ان کی عمر 36 سال تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کہا کرتی تھیں کہ تم سب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح تمہارے وارثوں نے کروایا مگر میرا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے رب نے کروایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خوب صدقہ وخیرات کیا کرتی تھیں اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سب سے پہلے میری وہ بیوی مجھ سے ملے گی جس کے ہاتھ (صدقہ وخیرات کرنے میں) لمبے ہوں گے۔'' (بخاری، مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخاوت کی طرف تھا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نے 20ھ ہجری میں 53 سال کی عمر میں وفات پائی۔

﴿وضاحت: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنا رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں متبنّٰی بیٹے کی بیوی کو حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام سمجھا جاتا تھا۔ اللہ ربّ العزّت نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کروا کر جاہلیت کے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا﴾

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں۔ غزوۂ بنو مصطلق کے نتیجہ میں شعبان 6ھ ہجری میں قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں آئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مطلوبہ رقم دے کر انہیں آزاد کر دیا اور پھر ان سے نکاح کرلیا۔ اس نکاح کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کے قبیلہ (بنو مصطلق) کے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا (جن کی تعداد تقریباً 700 تھی) صرف اس لئے کہ ان کے قبیلہ بنی مصطلق سے آپ ﷺ کا رشتہ قائم ہوگیا تھا۔اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لئے بڑی بابرکت خاتون ثابت ہوئیں۔ (ابو داؤد)۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے 65 سال کی عمر میں ربیع الاول 56ھ ہجری میں وفات پائی اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا:

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ تھا۔ بعد میں آپ رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی حبیبہ کی طرف منسوب ہو کر اُم حبیبہ کہلائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو نبوت ملنے سے 17 سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو وہ بھی آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا شوہر مرتد ہوگیا اور اسی حالت میں وہیں پر اس کا انتقال ہوگیا۔ آپ ﷺ کو جب ان کے شوہر کے بارے علم ہوا تو آپ ﷺ نے ربیع الاول 7ھ ہجری میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے

ذریعہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھجوایا جسے انہوں نے بخوشی قبول کرلیا۔ حبشہ کے نجاشی بادشاہ نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ (حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کے بھائی) کی وکالت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر چند مسلمانوں کی گواہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کردیا اور 400 دینار (بطور حق) مہر آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس سے ادا کئے اور پھر آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان مردوں اور عورتوں کے ہمراہ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھجوا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا 72 سال کی عمر پا کر اس دنیا فانی سے 42ھ ہجری میں رخصت ہوئیں۔

حضرت صفیہ بنت حُیی بن اخطب رضی اللہ عنہا:

حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا کے والد یہود کے قبیلہ بنونضیر کے سردار تھے اور والدہ قبیلہ بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔ 7ھ ہجری میں غزوۂ خیبر کے دوران آپ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں اور مال غنیمت کی تقسیم کے دوران آپ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں آئیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہیں اس لئے کہ وہ بنو قریظہ اور بنونضیر کے سردار کی بیٹی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدلہ میں دوسری لونڈی عنایت فرما دی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرلیا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا۔ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 17 سال تھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی حلیم، عاقلہ وفاضلہ، بڑی ہی فیاض (سخی) تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا 50ھ ہجری میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 60 سال تھی۔

حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی اُم الفضل رضی اللہ عنہا کی

بہن تھیں۔ رسول کریم ﷺ نے ذوالقعدہ 7ھ میں عمرہ قضا کا احرام کھولنے کے بعد ان سے نکاح کیا اور مکہ سے 9 میل کے فاصلہ پر مقام ''سرف'' میں انہیں رخصت کرایا۔ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 36 سال تھی۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اسی مقام سرف پر ہی 61ھ ہجری میں تقریباً 80 سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ (آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھائی اور جنازہ لے جانے والوں سے فرمایا:۔ ''یہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ کا جنازہ ہے اس لئے (ان کا احترام کرتے ہوئے) زیادہ حرکت نہ دینا بلکہ پرسکون طریقہ پر جنازہ لے کر چلنا۔

(بخاری۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا خوب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی، بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پر عمل کرنے والی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب مال خرچ کرتیں اور لونڈی اور غلاموں کو آزاد کروایا کرتی تھیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا (آپ ﷺ کی لونڈی):

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے علاوہ آپ ﷺ کی ایک لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو مقوقس بادشاہ نے آپ ﷺ کو تحفتاً دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا بادشاہوں کی اولاد میں سے تھیں اسی لئے آپ ﷺ نے انہیں اپنے لئے خاص فرمایا۔ ان ہی کے بطن سے آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے محرم 51ھ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت محمد ﷺ نے متعدد شادیاں کیوں کیں؟

فرمان الٰہی ہے:۔(ترجمہ) ''اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں آپ ان کے (حق) مہر دے چکے ہیں اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ نے غنیمت میں آپ کو عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی لڑکیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموں کی

بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس نبی (ﷺ) کو ہبہ کر دے اگر خود نبی (ﷺ) بھی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ خاص طور پر صرف آپ کے لئے ہی ہے اور دیگر مومنوں کے لئے نہیں۔ ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں (احکام) مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تم پر کوئی تنگی واقع نہ ہو۔ اللہ خوب بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔" (الاحزاب **33**: آیت **50**)

﴿وضاحت: چار سے زائد عورتیں بیک وقت کوئی شخص بھی اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ آپ ﷺ نے جو چار سے زائد شادیاں کی ہیں وہ آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی انعام تھا۔ کسی امتی کے لئے چار سے زائد شادیاں جائز نہیں﴾

(مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر النسآء **4**: آیت **3**)

حضرت محمد ﷺ نے اس زمانہ میں متعدد شادیاں کیں جس زمانہ میں متعدد شادیاں ہر ملک کے معاشرتی نظام کا حصّہ بن چکی تھیں۔ متعدد شادیاں کوئی بُری چیز نہیں تھی بلکہ یہ مختلف حالات کے نتیجہ میں رونما ہونے والے کئی اخلاقی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا حل تھیں۔ حضرت محمد ﷺ سے پہلے بھی کئی انبیا (مثلاً حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم علیہم السلام) متعدد شادیاں کر چکے تھے۔ اگر حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کوئی شہوت پرست انسان نہیں تھے بلکہ حضرت محمد ﷺ کی متعدد شادیاں بامقصد تھیں۔

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) کے بقول حضرت محمد (ﷺ) نے **25** سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی جن کی عمر اس وقت **40** سال تھی۔ پیغمبر ﷺ نے اپنی اس اکیلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی جوانی کی زندگی کے نہایت پرمسرت لمحات گزار دیئے۔ پیغمبر ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی (حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

سے ہوئے تھے) جب پیغمبر ﷺ 50 سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں ۔ چونکہ پیغمبر ﷺ لوگوں کے لئے بہترین نمونہ بن کر آئے تھے اس لئے اپنی زندگی کی مثال پیش کی کہ کس طرح زیادہ عمر کی بیوی کے ساتھ کامیاب زندگی گزاری جا سکتی ہے یعنی 25 سال بھرپور جوانی کا زمانہ پیغمبر ﷺ نے اپنے سے زیادہ عمر کی ایک بیوہ خاتون کے ساتھ گزار دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے ایک ماہ بعد پیغمبر ﷺ نے ایک 50 سالہ بیوہ خاتون حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جس کا مقصد اپنی اولاد کی بہتر تربیت کرنا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ ایک عظیم مقصد کے لئے بھیجے گئے تھے، نبوت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ ﷺ اپنی اولاد کی تربیت پر مکمل توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بچوں کی تربیت کی زحمت سے بچا لیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے ایک سال بعد ہی آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا لیکن رخصتی تین سال بعد ہوئی اس طرح پورے چار سال تک سودہ رضی اللہ عنہا اکیلی بیوی آپ ﷺ کے ساتھ رہیں۔

اس کے بعد پیغمبر ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جس کا ایک مقصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تعلقات کو مزید خوشگوار بنانا اور دوسرا مقصد اسلامی تعلیمات کو لوگوں (خصوصاً عورتوں) تک پہنچانا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی واحد بیوی تھیں جو کنواری تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کم عمری میں ہوئی۔ لہٰذا ان کی تعلیم و تربیت خود آپ ﷺ نے اپنی سرپرستی میں کی۔ وہ بہت ذہین تھیں بہت جلد ہر چیز سیکھ لیا کرتی تھیں۔ انہوں نے پیغمبر ﷺ سے جو کچھ سنا اور دیکھا اسے یاد رکھا اور پھر دوسروں تک پہنچایا۔ وہ پیغمبر ﷺ کے بعد 45 سال تک زندہ رہیں اور دین اسلام لوگوں تک پہنچاتی رہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دین اسلام کا چوتھائی حصّہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچا۔ احادیث روایت کرنے کے اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہا کا صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں چھٹا نمبر ہے۔

پیغمبر ﷺ نے اس کے بعد مختلف وجوہات کی بنا پر مختلف عورتوں سے شادیاں کیں جو تمام کی تمام بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ ان میں کوئی بھی کنواری نہ تھی۔ اگر پیغمبر ﷺ جسمانی لطف چاہتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے فوراً بعد مزید شادیاں کرتے لیکن پیغمبر ﷺ نے 50 سال عمر کے بعد باقی شادیاں کیں جس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی شادیاں شہوت (SEX) کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ دیگر مقاصد کے لئے تھیں۔ مثلاً قبائلی، سیاسی اور دینی مقاصد۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے شادی کی جن کے شوہر غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کے رشتہ کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو بھی پیشکش کی لیکن انہوں نے منع کر دیا۔ آخر کار آپ ﷺ نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دوستی کو مضبوط کرنے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ذہن سے ان کے سابقہ شوہر کے صدمہ کو نکالنے کے لئے ان سے شادی کر لی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ ان کے شوہر بھی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے سابقہ شوہر کا صدمہ ان کے ذہن سے بھلانے کے لئے ان سے نکاح کیا اور ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کا قبیلہ ہوازن جو بڑا طاقتور تھا اسے اسلام کے قریب کیا جائے۔ آپ ﷺ سے شادی کے تقریباً 3 ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جن کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں زخمی ہو کر کچھ دنوں بعد فوت ہو گئے تھے جن سے انہیں بہت محبت تھی۔ شوہر کا صدمہ بھلانے اور ان کی برادری کی قربت کے حصول کے لئے آپ ﷺ نے ان سے شادی کی۔ یہ بڑی فقیہہ اور عقلمند عورت تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد دین اسلام لوگوں تک پہنچانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

اس کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی آپ ﷺ سے شادی بھی عظیم مقاصد

کے لئے ہوئی۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔ ان کی پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی تھی لیکن دونوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں طلاق ہوگئی تھی۔ ان کا رشتہ آپ ﷺ نے خود کروایا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا۔ جس کے ذریعہ سے عرب معاشرہ میں رائج غیر فطری رسم کا خاتمہ کیا گیا کہ کوئی شخص اپنے لے پالک (منہ بولا بیٹا) کی بیوہ یا طلاق یافتہ سے شادی نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ ان کی حوصلہ افزائی بھی مقصود تھی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں اور غزوۂ بنو مصطلق کے دوران قید ہو کر آئی تھیں۔ پیغمبر ﷺ نے اپنے پاس سے مقررہ رقم ادا کر کے انہیں آزاد کر دیا اور انہیں پیشکش کی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے گھر یا خاندان میں چلی جائیں یا آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ بن کر رہیں۔ انہوں نے بخوشی اسلام قبول کیا اور اپنے خاندان کے پاس جانے کے بجائے پیغمبر ﷺ کی زوجہ بن کر رہنے کو ترجیح دی۔ پیغمبر ﷺ نے ان کی خاندانی عظمت برقرار رکھی اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح مہر ادا کر کے ان سے خود شادی کی جس کی وجہ سے ان کا قبیلہ آپ ﷺ کے بہت ہی قریب ہو گیا۔ عرب میں کسی قوم کے ایک فرد کا داماد پورے قبیلہ کا داماد سمجھا جاتا تھا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو آپ ﷺ کی رشتہ دار تھیں۔ انہوں نے اسلام کی خاطر مکہ سے حبشہ ہجرت کی۔ ان کا شوہر وہیں فوت ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ نجاشی بادشاہ نے آپ ﷺ کا ان سے نکاح پڑھایا۔ اس سے حبشہ اور حجاز کے درمیان تعلقات مضبوط ہوئے۔ بنو امیہ خاندان جو مکہ کا سب سے بڑا خاندان تھا اور آپ ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس شادی کے بعد اسلام کے قریب ہوگیا اور اسی شادی نے مختلف طریقوں سے فتح مکہ کا راستہ بھی ہموار کیا۔

اس کے بعد پیغمبر ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حُی رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو (یہود کے قبیلہ) بنو نضیر کے سردار کی بیٹی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ وہ غزوۂ خیبر میں قیدی بن کر آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا پھر آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ اس شادی سے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کی دشمنی کو ختم کرنے میں مدد ملی جو اس سے پہلے آپ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اُم الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ انہوں نے بغیر کسی حق مہر کے آپ ﷺ کی زوجہ بننے کی پیش کش کی لیکن آپ ﷺ نے انہیں مہر ادا کر کے ان سے شادی کی۔ یہ عرب کے طاقتور قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس شادی سے آپ ﷺ نے ان لوگوں کی حمایت و ہمدردی بھی جیت لی جو آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔

پیغمبر ﷺ کے ازدواجی تعلقات پر اگر نظر ڈالیں تو ان شادیوں کی مذہبی اور سیاسی اہمیت نمایاں نظر آتی ہے۔ ان شادیوں کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل قبائل سے تعلقات استوار ہوئے:۔

① بنو اسد بن عبدالعزیٰ ② بنو عامر بن لویہ ③ بنو تیم ④ بنو عدی ⑤ بنو مخزوم ⑥ بنو امیہ ⑦ بنو اسد بن خزیمہ ⑧ بنو مصطلق ⑨ بنو کلاب اور سالم ⑩ بنو کندہ ⑪ کچھ عربی اور یہودی قبائل۔

یہ قبائل جغرافیائی لحاظ سے پورے عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان سے بہتر تعلقات کے نتیجہ میں پیغمبر ﷺ کی حیثیت مستحکم ہوئی اور مخالفانہ رویہ اور خاندانی دشمنی کو ختم کرنے میں مدد ملی۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یہ تمام شادیاں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں تھیں۔ پیغمبر ﷺ نے نہایت موثر انداز میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنے عمل کے ذریعہ بنی نوع انسان تک پہنچایا۔ اس کے لئے مخلص، ایمان دار اور وفادار عورتوں کی ایک جماعت کی ضرورت تھی جو اس پیغام کو عورتوں تک پہنچائیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعلیم و تربیت نے پیچیدہ مسائل کے اسلامی حل عورتوں تک پہنچانے میں خوب مدد دی۔

★ چونکہ مدینہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ آپ ﷺ اکثر مَردوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تعلیم و تربیت یافتہ ہونا اور تعداد میں بھی زیادہ ہونا انتہائی ضروری تھا تاکہ وہ عورتوں کو دین اسلام پہنچائیں اور مختلف مسائل کے اسلامی حل بتائیں۔

★ کثرت ازدواج کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنگوں میں مسلمانوں کی تعداد کافی کم ہوگئی تھی۔ پیغمبر ﷺ نے ایک مدبر رسول اور سیاست دان کی حیثیت سے مسلمان مَردوں کی تعداد میں کمی کی صورت میں خود شادیاں کر کے اپنی ذاتی مثال پیش کی تاکہ عام مسلمان بھی چار شادیاں کریں اور ساتھ یہ بھی سکھایا کہ ناگزیر حالات میں بیوہ اور قیدی خواتین کو اخلاقی و جسمانی تحفظ فراہم کرنے کے لئے انہیں شادی کے بندھن میں باندھنا ضروری ہے اور اس لئے بھی کہ یہ عورتیں بہترین مسلمان اور معلّمات بن کر تبلیغ دین میں مددگار ثابت ہوں۔

★ ان شادیوں کے ذریعہ دوسری قوموں میں بھی زیادہ شادیوں کی مثال قائم ہوئی جیسا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ غیر برادری وقوم میں شادی پر پابندی سے کتنی زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے۔

★ بیوہ اور مطلقہ خواتین کی دوبارہ شادیاں ہوئیں جو اسلام سے پہلے اور موجودہ دور میں بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

★ پیغمبر ﷺ کی شادیوں نے قبائل، خاندان اور نسل کا فرق مٹا دیا۔ جیسے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی جو اہل کتاب سے تعلق رکھتی تھیں۔

★ اسلام سے پہلے طلاق یافتہ سے شادی کو عیب سمجھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے یہ تاثر ختم کر دیا۔

ان تمام شادیوں کا اہم ترین مقصد یہ تھا کہ انسانی معاشرہ کی راہ نمائی کے لئے آپ ﷺ کے اقوال و افعال محفوظ ہو جائیں کیونکہ آپ ﷺ معلم انسانیت تھے۔

(تلخیص: محمد عبیداللہ و سید عبدالودود حفظہما اللہ)

غیر مسلم مصنفین کے نزدیک آپ ﷺ کی متعدد شادیاں

موجودہ غیر مسلم مصنفین جنہیں نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مطالعہ کا براہ راست موقع ملا ہے وہ آپ ﷺ کی متعدد شادیوں کے متعلق یکساں نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

★ جان ایل ایسپوسیٹو (John L. Esposito) جو کالج آف ہولی کراس میں سینٹر آف انٹرنیشنل اسٹڈیز کے ڈائریکٹر اور مذاہب کے پروفیسر ہیں، کہتے ہیں کہ ان (محمد ﷺ) کی زیادہ تر شادیوں کا محرک ''سیاسی اور معاشرتی'' تھا۔

روایتی عرب سردار کی حیثیت سے کئی شادیاں سیاسی تھیں جنہوں نے مضبوط اتحاد قائم کیا۔ دیگر شادیاں بیوہ خواتین سے تھیں جن کے شوہر لڑائیوں میں مارے گئے تھے اور انہیں تحفظ کی ضرورت تھی۔ (اسلام، دا اسٹریٹ پاتھ، صفحہ **19** تا **20** آکسفورڈ یونیورسٹی پریس **1988**)

ایسپوسیٹو ہمیں مندرجہ ذیل تاریخی حقائق یاد کراتے ہیں:

بائبل اور یہودیت میں بھی کثرت ازدواج کی اجازت تھی مگر یہ بہت کم لوگوں میں عام تھی۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت داؤد (علیہ السلام) اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے بھی اپنے اصلاحی زمانہ میں بار بار شادیاں کیں۔

(اسلام، دا اسٹریٹ پاتھ، صفحہ **19** آکسفورڈ یونیورسٹی پریس **1988**)

★ ایک اور غیر مسلم سیزر ایف فرح (Caesar F. Farah) لکھتے ہیں:

محمد (ﷺ) اپنی جوانی اور بالغ عمری کے بڑے دور میں مکمل طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت اور مکمل رفاقت کے ساتھ وابستہ رہے۔ اس معاشرہ میں بائبل سے پہلے اور بائبل کے بعد کے دونوں زمانوں میں غور کیا جائے تو ایک سے زیادہ شادیاں معاشرہ کا ایک لازمی حصّہ تھا۔ حضرت داؤد (علیہ السلام) کی **6** بیویاں اور بے شمار لونڈیاں تھیں۔

(2 Samuel 5:31;1 Chronicles 3:1-9, 14:3)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی **700** بیویاں اور **300** لونڈیاں تھیں۔ (1 Kings 11:3)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے Rehoboam کی **18** بیویاں اور **60** لونڈیاں تھیں۔
(2 Chronicles 11:21)

سینٹ پال اپنی کتاب دی نیوٹیسٹامنٹ (The Newtestament) میں لکھتے ہیں متعدد شادیوں کے خلاف کوئی قانون/تنبیہ نہیں ہے۔ عیسائیوں اور یہود کے درمیان کثیر شادیاں شرافت کی عام بات تھی۔ (Caesar F.Farah, Islam:Beliefs and Observances, 4th edition Barron's, U.S. 1987, P.69)

سیزر ایف فرح (Ceasar F. Farah) نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کی کثرت ازدواج کسی حد تک سیاسی وجوہ تھیں اور جزوی طور پر ان کا تعلق ان (بیوہ) خواتین سے تھا جن کے شوہر مسلم آبادی کا تحفظ کرتے ہوئے مارے گئے تھے۔

جب لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بیویوں کے بارے میں سنتے ہیں تو بغیر سوچ سمجھے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص ذوق کے حامل آدمی تھے حالانکہ ان کی شادیوں کا سمجھداری سے کیا گیا تاریخی جائزہ اس کے برعکس ثبوت فراہم کرتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ اپنے معزّز پیغمبر پر اپنی رحمت کی بارش اور سکون نازل فرمائے۔ آمین۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت نے **3** بیٹے اور **4** بیٹیاں عطا فرمائیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے پیدا ہوئے تھے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

بیٹے : ❶ حضرت قاسم (جن کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی)
❷ حضرت عبداللہ (طیب و طاہر) ❸ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تینوں صاحبزادے بچپن ہی میں انتقال کرگئے تھے۔

بیٹیاں: ❶ حضرت زینب ❷ حضرت رقیہ ❸ حضرت اُم کلثوم ❹ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہن

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام بیٹیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وفات

پا گئیں تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے 6 ماہ بعد فوت ہوئیں۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ایک بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا اور ایک بیٹا حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور دو بیٹے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور انہی کی اولاد سید کہلاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کی جانب سفر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں 10 دن اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم 20 دن اعتکاف میں بیٹھے اور ہر رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک بار قرآن کا دورہ کراتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 2 بار قرآن کریم کا دورہ کرایا گیا۔ (بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

الوداعی آثار:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مکمل تعلیم لوگوں تک پہنچادی اور سارے عرب پر مسلمانوں کی حکومت ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی علامات ظاہر ہونے لگیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں خود فرمایا:۔ ''شاید آئندہ سال میں یہاں تم سے ملاقات نہ کرسکوں۔'' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر 11ھ کے شروع دنوں میں اُحد پہاڑ کے قریب مدفون شہدا کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ جیسے کوئی زندوں اور مُردوں سے رخصت ہوکر جا رہا ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے آئے اور فرمایا:۔ ''میں تم لوگوں کے کارواں کا امیر ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہوں۔ بے شک میں اس وقت بھی اپنا حوض کوثر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں (میری امت ان پر قابض ہوگی) اور بے شک مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد

شرک کرنے لگو گے بلکہ اس چیز کا زیادہ خوف ہے کہ تم لوگ دنیا کی طلب کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔'' (بخاری۔عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ)

ایک دن ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے اسے کسی اور دن آنے کا حکم فرمایا۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، اگر اس وقت میں آپ ﷺ کو نہ پاؤں تو میں کس کے پاس جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔''

(بخاری، مسلم۔عن جبیر بن معطم رضی اللہ عنہما)

(نوٹ: یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا)

مرض الموت کی ابتدا:

پیر کے دن 29 صفر 11ھ کو آپ ﷺ ایک جنازہ میں شریک ہوئے اور بقیع (مدینہ کا قبرستان) تک جنازہ کے ساتھ گئے۔ واپسی پر راستہ ہی میں آپ ﷺ کے سرمبارک میں درد کی شکایت ہونے لگی اور درد اس قدر بڑھ گیا کہ آپ ﷺ کے سر پر بندھی ہوئی پٹی کے اوپر سے درد محسوس ہونے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنے سردرد کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو وہ بھی کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول ﷺ، میرے سر میں بھی درد ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں (بطور مذاق) فرمایا:۔'' کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہارا میری زندگی میں ہی انتقال ہو جائے اور میں تمہارے لئے دعا و استغفار کروں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی (بطور مذاق) جواب دیا کہ آپ ﷺ کو تو میرا مرنا ہی پسند ہے تا کہ آپ ﷺ میری باری کے دن کسی دوسری بیوی کے پاس جا سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''ایسی بات نہیں، میں تو خود دردسر میں مبتلا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:۔''میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو بلا کر (ابوبکر کی خلافت کی) وصیت کر دوں تا کہ میرے بعد کوئی اس بارے کچھ نہ کہہ سکے اور نہ ہی (خلافت کی) تمنا کر سکے۔ پھر میں نے سوچا کہ (وصیت کی کیا ضرورت) نہ اللہ کسی اور کو (خلیفہ) منظور کرے گا اور نہ ہی

مسلمان (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ) کسی اور کو منظور کریں گے۔" (بخاری)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری دن بہ دن بڑھتی چلی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں ہی 11 دن تک نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت کی کل مدت تقریباً 13 دن رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا فانی میں آخری ہفتہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بخار کی شدت بڑھی تو طبیعت مبارک بوجھل ہو گئی۔ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے پوچھا:۔"میں کل کہاں رہوں گا؟" تمام ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال کا مقصد سمجھ گئیں اور انہوں نے اجازت دے دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں رہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کا آخری ہفتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معوّذات (سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی دعائیں پڑھ کر دم کرتی تھیں اور برکت کی امید سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی جسم مبارک پر پھیرتی تھیں۔ (بخاری)

اسی بیماری کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل روم سے جہاد کے لئے ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا جن کے والد محترم (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) اہل روم سے جنگ کے دوران موتہ مقام پر شہید ہو گئے تھے۔ (اسامہ رضی اللہ عنہ کے کم عمر ہونے کی وجہ سے) کچھ لوگوں نے ان کی سپہ سالاری پر اعتراض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ کی قسم، یہ سپہ سالاری کے اہل ہیں۔ یہ (اسامہ رضی اللہ عنہ) اور ان کا باپ (زید رضی اللہ عنہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔" (بخاری۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

سفر آخرت سے 5 دن پہلے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات سے 5 دن پہلے بخار کی وجہ سے غشی (بے ہوشی) طاری ہوگئی پھر جب ہوش میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔"میرے جسم پر پانی بہاؤ تاکہ میرے جسم کی حرارت کم ہو اور میں لوگوں میں جا کر کچھ وصیت کر سکوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا

پانی بہایا گیا کہ آپ ﷺ فرمانے لگے :۔''بس،بس'' اس کے بعد آپ ﷺ نے کچھ آرام محسوس کیا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اسی بیماری کے دوران ایک دن حضرت امِّ سلمہ اور حضرت امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہما نے حبشہ کے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جہاں انہوں نے انبیا علیہم السلام کی تصاویر کو دیکھا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔''ان (یہود و نصاریٰ) میں سے جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں ان کی تصویریں بنا کر رکھا کرتے تھے۔قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔'' (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:۔''اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔'' (مؤطاامام مالک)

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:۔''اگر میں نے کسی کو مارا ہو تو میں اُس کا بدلہ چکانے کے لئے تیار ہوں۔اگر میرے ہاتھوں کسی کی آبرو ریزی ہوئی ہو تو وہ اس کا بدلہ لے سکتا ہے۔جس کا بھی میرے ذمہ کوئی حق ہے وہ مجھ سے (اس دنیا میں ہی) لے لے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ میرے ذمہ کسی کا کوئی حق نہ ہو۔اس کے بعد آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے، نمازظہر کی جماعت کروائی اور دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور پچھلی باتیں دہرائیں۔ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے **3** درہم آپ ﷺ کے ذمہ ہیں ۔آپ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ انہیں **3** درہم ادا کردو۔اس کے بعد آپ ﷺ نے انصار رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا:۔ ''اے لوگو، میں انصار کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ وہ میرے دل اور جگر ہیں۔ انصار نے مہاجرین کی مدد کر کے اپنی ذمہ داری اچھے طریقہ سے پوری کردی ہے، اب تم لوگ ان کے حقوق کا لحاظ رکھنا۔ان کے نیک لوگوں کو عزت دینا اور ان کے خطا کاروں کو معاف کر دینا۔'' (بخاری)

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:۔''ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ وہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت کو اختیار کر لے یا پھر اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کی

تیاری کرلے تو اُس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو قبول کرلیا ہے۔''

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو رونے لگے اور عرض کیا:-''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوجائیں۔''

(بخاری، مسلم۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-''(اے ابو بکر، روؤ نہیں اور اے لوگو،) مجھے دوستی اور مال کے اعتبار سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جتنا فائدہ پہنچایا اتنا کسی اور نے نہیں پہنچایا۔ اگر میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ خبردار، تم سے پہلے جو لوگ (یہود و نصاریٰ) گزر چکے ہیں۔ وہ اپنے انبیا علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔'' (مسلم۔عن جندب رضی اللہ عنہ)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے علاوہ مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔'' (بخاری، مسلم)

سفر آخرت سے 4 دن پہلے:

جمعرات کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 3 باتوں کی نصیحت فرمائی:-

1. یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔
2. وفود کی اسی طرح مہمان نوازی کرنا جس طرح میں کیا کرتا تھا۔
3. کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت مرض کے باوجود بھی اس دن (جمعرات تک) ساری نمازیں خود پڑھائی تھیں یہاں تک کہ مغرب کی نماز میں تو سورۃ المرسلات (77) پڑھی۔

(بخاری۔عن اُم فضل رضی اللہ عنہا)

لیکن نماز عشا کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں کافی شدت آگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہ لاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:-''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب لوگ آپ ﷺ کا انتظار کررہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:-''میرے لئے پانی رکھو تاکہ میں غسل کروں اور جاکر نماز پڑھا دوں۔'' چنانچہ آپ ﷺ کے لئے پانی رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا پھر نماز پڑھانے کے لئے جانا چاہا لیکن آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب کچھ فرق پڑا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ وہی جواب دیا۔ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ ہر مرتبہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوجاتی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے پیغام بھجوایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابوبکر بہت ہی نرم دل آدمی ہیں، وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھائیں پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی جگہ نماز پڑھاتے رہے۔'' (بخاری۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

سفر آخرت سے 3 دن پہلے:

جمعہ کے دن آپ ﷺ بیماری کی شدت کی وجہ سے گھر میں ہی لیٹے رہے اور باہر تشریف نہیں لائے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

سفر آخرت سے 2 دن پہلے:

ہفتہ کے دن آپ ﷺ کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو آپ ﷺ دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے تاکہ لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھادیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کروا رہے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:-''پیچھے نہ ہٹیں'' اور جن لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ تشریف لائے تھے ان سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بائیں طرف بٹھادو۔ چنانچہ آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بٹھا دیا گیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں آپ ﷺ کی پیروی کررہے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کررہے تھے۔ (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

سفرِ آخرت سے ایک دن پہلے:

وفات سے ایک دن پہلے اتوار کے دن آپ ﷺ نے اپنے تمام ہتھیار مسلمانوں کو تحفہ میں عطا فرما دیئے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخری دن:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیر کے دن مسلمان نمازِ فجر کے لئے صفیں بنا چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ سے پردہ ہٹا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (ابوبکر کی امامت میں نماز پڑھتے) دیکھا تو آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس قدر خوشی ہوئی کہ انہیں نماز ہی میں آپ ﷺ کے خیال میں کھو جانے کا اندیشہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ وہ پیچھے ہٹے تاکہ صف میں آ کر مل جائیں لیکن آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آگے بڑھو اور اپنی نماز مکمل کرو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دوبارہ پردہ گرا لیا۔ (بخاری۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

پھر آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے ان کے کان میں دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی سرگوشی کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے پہلے میرے کان میں یہ فرمایا:- ''میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں اسی مرض میں فوت ہو جاؤں گا۔'' میں یہ بات سُن کر رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی: ''اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، میرے اہل و عیال میں سب سے پہلے تم جنت میں مجھ سے ملو گی اور تم جنتی عورتوں کی سردار ہو گی۔'' میں یہ سن کر ہنسنے لگی۔ (بخاری۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اس کے بعد آپ ﷺ نے (اپنے دونوں نواسے) حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلوا کر پیار کیا اور ان کے بارے خیر کی وصیت فرمائی پھر آپ ﷺ نے تمام ازواج رضی اللہ عنہن کو

بلوا کر کچھ وصیت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ وصیت فرمائی کہ اپنی نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلام اور لونڈی پر نرمی کرنا۔ (بخاری)

﴿نوٹ: گھر اور دفتر کے ملازم بھی اس حکم میں آتے ہیں یعنی ان تمام کے ساتھ بھی نرمی کرنی چاہئے﴾

اس کے بعد آپ ﷺ پر نزع کی کیفیت شروع ہوگئی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کپڑا اُوڑھا دیا اور اپنے سینہ سے ٹیک لگوادی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت مجھ پر یہ ہوئی کہ آپ ﷺ نے میرے گھر میں، میری باری کے دن اور میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت میرے اور آپ ﷺ کے لعاب کو اکٹھا فرمادیا۔ وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبد الرحمٰن ہمارے گھر آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ نے مسواک کی طرف دیکھا، میں نے پوچھا: کیا مسواک عبد الرحمٰن سے لے کر آپ کو دوں؟ آپ ﷺ نے سر سے اشارہ کیا: ''جی ہاں'' میں نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی لیکن کمزوری کی وجہ سے آپ ﷺ مسواک کو نرم نہ کر سکے۔ میں نے کہا: کیا میں اسے نرم کردوں؟ آپ ﷺ نے اشارہ کیا: ''جی ہاں'' میں نے مسواک چبا کر نرم کر کے آپ ﷺ کو پیش کی تو آپ ﷺ نے اُسی مسواک کو استعمال فرماتے ہوئے اچھی طرح مسواک کی۔ مسواک سے فارغ ہوتے ہی آپ ﷺ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (ترجمہ) ''اعلیٰ رفیق کی قربت میں مجھے جگہ عنایت فرمایئے۔'' پھر آپ ﷺ نے قریب ہی رکھے ہوئے کٹورے کے پانی سے اپنے چہرہ مبارک کو پونچھتے ہوئے فرمایا:- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ

(ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، موت کے وقت سختیاں ہیں۔'' (بخاری)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اُنگلی اُٹھا کر، نگاہ چھت کی طرف بلند فرمائی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ہونٹوں پر کان

لگا کر سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اے اللہ مجھے ملا دے ان انبیا، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ہمراہ جنہیں آپ نے اپنے انعام سے نوازا ہے۔ اے اللہ، مجھ سے درگزر فرمایئے، مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دیجئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہو گئی اور آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ یہ دیکھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا روتے ہوئے کہنے لگیں:۔ ''میرے ابا جان کو بہت زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''آج کے بعد تمہارے ابا جان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔'' (بخاری۔عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

پھر آخری جملہ (فِی الرَّفِیقِ الاَعلٰی) کو تین مرتبہ دہرایا اور اسی وقت ہاتھ مبارک جھک گیا اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ (خالق کائنات، اللہ جلّ شانہٗ) سے جا ملے۔ یہ عظیم سانحہ 12 ربیع الاول 11ھ ''پیر کے دن'' چاشت کے وقت پیش آیا۔ جس وقت آپ ﷺ نے اس دنیا فانی سے اپنے رب تعالیٰ کی طرف سفر فرمایا، آپ ﷺ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیہِ رَاجِعُونَ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد:

آپ ﷺ جب اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر مقام سنح میں موجود تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کی خبر سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ سے چادر ہٹا کر آپ ﷺ کا بوسہ لیا اور روتے ہوئے کہنے لگے:۔ ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اے اللہ کے نبی ﷺ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری (ابو بکر رضی اللہ عنہ کی) جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔ بس ایک ہی موت تھی جو آپ ﷺ کو آ چکی۔ آپ ﷺ زندگی میں بھی بڑے پاکیزہ تھے اور آپ ﷺ کی موت بھی بڑی پاکیزہ ہے۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:۔ ''اے لوگو، تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص اللہ عزّ وجل کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ اللہ ربّ العزّت

زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں:

(ترجمہ)❶ ''(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم)، بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ سب (لوگ) بھی فوت ہونے والے ہیں۔'' (الزمر 39: آیت 30)

❷ ''اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے) رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید کردیئے جائیں تو تم (اسلام سے) اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یاد رکھو) جو (دین سے) اُلٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا اور اللہ عنقریب شکر ادا کرنے والوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔''

(آل عمران 3: آیت 144)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت (آل عمران 3: آیت 144) تلاوت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی اور وہ بے اختیار روئے چلے جا رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ آیت سنتے ہی یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور وہ غم کی وجہ سے زمین پر گر پڑے۔ (بخاری۔ عن عائشہ وعمر رضی اللہ عنہما)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی شدت غم سے نڈھال ہو رہی تھیں اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو گئے: ''اے میرے ابا جان، اللہ نے آپ کو بلایا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی، آپ کا مقام تو جنت الفردوس ہے۔'' (بخاری۔ عن عمر رضی اللہ عنہ)

خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے پہلے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کیا جائے اور اس کی امارت میں تمام امور انجام پائیں تاکہ مسلمانوں پر کوئی بھی ایسا وقت نہ گزرے کہ وہ امیر کے بغیر زندگی گزاریں۔ اس مقصد کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم انصار کے ایک مقام سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے اور اس اہم ترین مسئلہ کو بڑے اچھے انداز میں حل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر منتخب کر لیا اور ان کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت کر لی۔ اس عظیم عہدہ پر تقرری کے لئے نہ تو ایک دوسرے

پر کیچڑ اچھالا گیا اور نہ ہی کوئی خونریزی ہوئی بلکہ بڑے مہذبانہ انداز میں تمام معاملات افہام و تفہیم سے حل کیئے گئے۔ ایسی مثال موجودہ ترقی یافتہ دور میں کسی پارلیمنٹ کے اندر بھی نہیں ملتی۔

تجہیز و تکفین اور تدفین:

خلیفہ کے انتخاب اور تقرر کے بعد آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کا کام شروع ہوا۔ آپ ﷺ کو کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ سے ٹیک دے رکھی تھی۔ غسل کے دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی کروٹ بدل رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ پانی بہا رہے تھے۔ غسل مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ کو تین سفید سوتی یمنی چادروں میں کفن دیا گیا۔ تین کپڑوں میں ایک بطور کُرتا ایک تہ بند اور ایک کپڑے کو بڑی چادر کے طور پر استعمال کیا گیا۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف آراء کا شکار تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی یہ حدیث سنائی: ''جو نبی بھی فوت ہوا، اس کی تدفین وہاں ہوئی جہاں وہ فوت ہوا۔'' اس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے اور قبر کھودنے والے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر آپ ﷺ کے لئے لحد (بغلی قبر) کھدوائی گئی۔ آپ ﷺ چونکہ معصوم عن الخطا (گناہوں سے پاک) تھے اس لئے آپ ﷺ کا عام لوگوں کی طرح نماز جنازہ نہیں پڑھایا گیا بلکہ آپ ﷺ کو چارپائی پر لٹا کر وہ چارپائی قبر کے کنارے رکھ دی گئی۔ دس دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کے حجرہ میں داخل ہوکر آپ ﷺ پر درود پڑھا۔ مَردوں کے بعد دس دس عورتوں نے اور آخر میں بچوں نے آپ ﷺ پر درود پڑھا۔ آپ ﷺ کی نماز جنازہ میں امامت نہیں کی گئی بلکہ وہاں پر موجود تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف آپ ﷺ پر درود پڑھا۔ آپ ﷺ پر درود

پڑھنے میں منگل کا پورا دن گزر گیا۔ بدھ کی رات کو آپ ﷺ کے جسد مبارک کو سپرد خاک کردیا گیا اور آپ ﷺ کی قبر مبارک کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں پوشیدہ رکھا گیا تاکہ کہیں لوگ اس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور آپ ﷺ کے روضہ مبارک کو اونٹ کے کوہان کے مشابہہ کردیا گیا۔ (مفہوم احادیث، بخاری اور مسلم)

اللہ ربّ العزّت کے علاوہ کائنات کے اندر کوئی ہستی ایسی نہیں ہے کہ جسے موت نہ آئے۔فرمان الٰہی ہے: (ترجمہ) ❶ ''زمین پر جو بھی چیز ہے سب فنا ہونے والی ہے۔صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔ پس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔'' (الرحمٰن 55: آیات 26 تا 28)

❷ ''اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہوجائے گی۔'' (القصص 28: آیت 88)

آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیا علیہم السلام کو بھی موت کا ذائقہ چکھنا پڑا جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمان الٰہی ہے:-(ترجمہ) ❶ ''کیا تم (لوگ) اُس وقت وہاں موجود تھے جب یعقوب (علیہ السلام) پر موت کا وقت آیا؟ اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود، صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور ہم اسی (ایک اللہ) کے فرماں بردار رہیں گے۔

(البقرہ 2: آیت 133)

❷ (یوسف علیہ السلام نے یہ دعا مانگی) ''اے میرے رب، بلاشبہ آپ نے مجھے حکومت بھی عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر بھی سکھائی، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے سرپرست ہیں، لہٰذا اسلام پر ہی مجھے موت دیجئے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما دیجئے۔'' (یوسف 12: آیت 101)

(مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر مریم 19: آیات 15 اور 33)

دنیا کی تاریخ میں محمد ﷺ سب سے بڑے اور انتہائی مؤثر رہنما کیوں تھے؟

تاریخ انسانیت پر کتب لکھنے والے متعدد مؤرخین کے مطابق محمد ﷺ سب سے زیادہ متاثر کرنے والے بااثر رہنما تھے۔ مثلاً:

⑪ برناڈ شا (Bernad Shaw) لکھتے ہیں:

"اگر محمد ﷺ آج زندہ ہوتے تو ان تمام مسائل کو کامیابی سے حل کر دیتے جو ہمارے موجودہ دور میں انسانی معاشرہ کی تباہی کے لئے خطرہ ہیں۔"

⑫ تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) بہت حیرت زدہ تھے کہ کس طرح ایک اکیلے آدمی نے صرف **20** سال سے بھی کم عرصہ میں جنگجو قبائل اور آوارہ لٹیروں کو ایک طاقتور اور مہذب قوم میں تبدیل کر دیا۔

⑬ نپولین (Napolen) اور گاندھی (Gandhi) ایک ایسے معاشرہ کے قیام کا خواب دیکھتے رہے جو محمد ﷺ نے عرب میں **1400** سال قبل متعارف کرایا تھا۔

⑭ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا (Encyclopedia of Britannica) کے مطابق آپ ﷺ کو دنیا میں تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیات میں سب سے زیادہ کامیاب ترین قرار دیا گیا۔

⑮ مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H.Hart) نے اپنی مشہور کتاب:

The 100

A Ranking of the most Influntial Persons in History

میں نے محمد (ﷺ) کو پہلی پوزیشن (اہمیت) دیتے ہوئے سب سے اہم اور متاثر کن شخصیت قرار دیا ہے۔ ہارٹ لکھتے ہیں:۔ "کچھ قارئین کے لئے محمد (ﷺ) کا دنیا کے سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے شخص کی حیثیت سے انتخاب تعجب کا باعث ہوگا اور ہوسکتا ہے دوسرے بھی ایسا سوال کریں لیکن تاریخ میں صرف وہی ایک ایسی کامیاب

ترین شخصیت ہے جس نے مذہبی اور دنیاوی امور (Religious and Secular) میں دونوں سطحوں پر نہایت اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔''

اگرچہ اس کتاب میں شامل دیگر شخصیات کی کثیر تعداد کو معاشرتی / تہذیبی مراکز میں پیدائشی طور پر بلند مقام، بہت زیادہ تہذیب و تمدن سے آراستہ اور سیاسی طور پر اہم اقوام سے تعلق ہونے کا فائدہ حاصل تھا، تاہم محمد (ﷺ) جنوبی عرب کے شہر مکہ میں **571** عیسوی میں اس وقت پیدا ہوئے جب یہ علاقہ دنیا کا پسماندہ ترین علاقہ تھا اور علم وہنر سے بہت دور تھا۔

مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H.Hart) نے اپنی کتاب میں وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اپنے بے شمار یہودی مبلغین کی موجودگی کے باوجود محمد (ﷺ) کو کیوں فوقیت دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں اس فیصلہ کی دو اہم ترین وجوہ ہیں:

اوّل: محمد ﷺ یہودیوں سے بہت زیادہ بلند درجہ پر فائز ہیں۔

دوم: محمد ﷺ نے (اپنے عمل سے) مسلمانوں کی (اخلاقی) ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس کے برعکس یہودی عیسائیت کی تبلیغ میں لگے رہے جبکہ وہ عیسائیوں کی اخلاقی، سماجی عادات اور اطوار کی درستگی کے ذمہ دار بھی تھے۔

مائیکل ایچ ہارٹ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ دیگر مذہبی رہنماؤں کی طرح سیکولر (دنیادار) بھی تھے۔

درحقیقت عرب کی فتح کے پیچھے ان کی رہنمائی تھی۔ انہوں نے تمام عرب میں بہت ہی زیادہ اثر انداز ہونے والے ایک سیاسی رہنما کا اعزاز حاصل کیا۔

⑰ سینٹ پال (St. Paul) جو نظریۂ عیسائیت کے بانی ہیں اور اس کے بنیادی مبلغ بھی ہیں ''نیو ٹیسٹامنٹ'' (New Testament) میں لکھتے ہیں:

''محمد (ﷺ) نے نظریۂ اسلام اور اس کے آداب و اخلاقی اصولوں کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ میں نئی روح پھونکنے اور اپنے عمل کے ذریعہ دین

قائم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔‘‘

⑦ جولیس میزرمین (Jules Masserman) نے ٹائم میگزین (Time Magazine) کے ایک مضمون بعنوان: ’’تاریخ کے اہم رہنما کون تھے؟‘‘

(Who were History's Great Leaders)

میں لکھا ہے:۔ ’’غالبًا تمام زمانوں میں محمد ﷺ سب سے عظیم رہنما تھے۔ جنہوں نے تین اہم کام سرانجام دیئے:

❶ لوگوں کو آسودگی کی ایک لڑی میں پرویا۔

❷ ایک ایسا (بہترین) معاشرہ تشکیل دیا جس نے لوگوں کو رشتہ داری، بھائی چارہ اور اخوت جیسا تحفظ فراہم کیا۔

❸ اپنے پیروکاروں کو ایک عقیدہ (توحید باری تعالیٰ) کا ماننے والا بنایا۔‘‘

لہٰذا زیادہ تر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا میں محمد ﷺ سے بڑا رہنما اور کوئی نہیں گزرا کیوں کہ وہ مختلف، حیران کن، بے مثال اور مکمل خصوصیات کا مجموعہ تھے۔

بے شک وہ ایک بشر تھے جو ایک اعلیٰ و ارفع مقصد لے کر آئے تھے جس نے تمام لوگوں کو اس بنیادی اصول پر متحد کر دیا کہ

صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔

⑲ **الفانسو ڈی لامارٹن ان ہسٹری ڈی لا ٹرکی، پیرس، 1854 لکھتے ہیں:**

Alphonse de LaMartiane in Historie de la Turquie, Paris, 1854.

’’مقصد کی عظمت، اختصار کا مطلب اور ششدر (حیران) کر دینے والے نتائج کسی شخص کو غیر معمولی ذہین ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ محمد (ﷺ) سے تاریخ کے کسی عظیم انسان کا موازنہ کرنے کی کون جرأت کر سکتا ہے؟‘‘ فلاسفر، خطیب، پیغمبر، قانون ساز، خیالات کو تسخیر کرنے والے فاتح، عقلیت پر مبنی عقائد کو بحال کرنے والے 20 دنیاوی سلطنتوں اور ایک روحانی سلطنت کے بانی محمد (ﷺ) ہیں جو کسی انسان کی

عظمت کی پیمائش کے معیار پر تمام ادب و لحاظ کے ساتھ پورے اترتے ہیں۔ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا یہاں کوئی شخص ان کی طرح عظیم ہوسکتا ہے؟

⑳ تھامس کارلائل ان ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' 1840 میں لکھتے ہیں:

Thomas Carlyle in 'Heroes and Hero Worship", 1840.

''مغربی بہتان تراشوں نے جوش میں آکر اس آدمی (محمد) کے گرد جھوٹ کا انبار لگا دیا ہے جو ان کے اپنے لئے غیر پروقار ہے۔ایک خاموش عظیم روح جس کی طرح کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا، اس نے سنجیدگی سے اپنے فرمان کے ذریعہ دنیا میں روشنی کرکے دنیا جگمگادی۔''

⑱ اے ایس ٹریٹلن اِن ''اسلام'' 1951 میں لکھتے ہیں:

A.S. Tritlon in "Islam," 1951.

''مسلمان سپاہی کی ایسی تصویر جس میں وہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن اٹھا کر آگے بڑھ رہا ہے یہ انتہائی حد تک جھوٹ ہے۔''

⑪ ڈی لیسی اولیری ''اسلام ایٹ دی کراس روڈس۔'' لندن، 1923 میں لکھتے ہیں:

De Lacy O'Leary in "Islam at the Crossroads," London, 1923.

''یہ روایت کہ تشدد پسند مسلمانوں نے تلوار کے زور پر اسلام پھیلایا اور نسلوں کو فتح کیا،ایک انتہائی ناقابل یقین احمقانہ خیالی کہانی ہے جو تاریخ نویسوں نے بار بار دہرائی ہے۔''

⑫ گبون ''دا ڈکلائن اینڈ فال آف دا رومن ایمپائر'' 1823 میں لکھتے ہیں :

Gibbon in "The Decline and Fall of the Roman Empire" 1823.

''محمد (ﷺ) کی اچھی حس شاہی خاندان کے افراد کی شان وشوکت کو حقیر سمجھتی تھی۔ وہ اپنے گھر کے تمام کام خود کرلیتے تھے۔ آگ روشن کرنا، فرش صاف کرنا، بھیڑ بکری کا دودھ دوہنا اور اپنے کپڑے اور جوتے کی مرمت کرنے جیسے کم تر کام اپنے ہاتھوں سے کرنے میں بھی اللہ (تعالیٰ) کے پیغمبر نے کبھی عار نہیں سمجھا اور انہوں نے کافر اور تارک الدنیا (دنیا سے بے رغبتی) کے اعزاز کو لائق توجہ نہ سمجھا۔

⑬ **سر جارج برنارڈ شا ''دا جینوئن اسلام'' والیوم 1 نمبر 8، 1936 میں لکھتے ہیں:**

Sir George Bernard Shaw in "The Genuine Islam," Vol. 1, No. 8, 1936.

''اگر انگلینڈ اور پورے یورپ میں حکمرانی کے لئے اگلے سو سال کے لئے کسی مذہب کا انتخاب کیا جائے تو وہ اسلام ہوگا۔''

⑭ **ایڈورڈ گبون اینڈ سائمن اوکلے ''ہسٹری آف دا سراسن ایمپائر'' لندن، 1870 میں لکھتے ہیں:**

Edward Gibbon and Simon Oakley in"History of the Saracen Empire,"London, 1870.

''محمد ﷺ کی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی، اخلاقی طاقت کو جمع کرنا تھی۔''

⑮ **ریویرینڈ باسورتھ اسمتھ ''محمد اینڈ محمدن ازم''، لندن، 1874 میں لکھتے ہیں:**

Reverend Bosworth Smith in"Muhammad and Muhammadanism, London,1874.

''وہ کسی چرچ کے پوپ (بشپ) اور قیصر (حکمران) کی طرح ریاست کے سربراہ نہیں تھے لیکن وہ ایسے پوپ تھے جو پوپ کا جائز استحقاق کا دعویٰ نہیں رکھتے تھے اور ایسے قیصر تھے جو قیصر کے مجمع کے بغیر، اشارے کی منتظر فوج کے بغیر، کسی محافظ کے بغیر اور طے شدہ مستقل آمدنی کے بغیر رہتے تھے۔ ان کے پاس درج بالا کسی بھی مدد کے بغیر تمام اختیارات موجود تھے۔ ان کی نجی زندگی کی سادگی ان کی عوامی زندگی میں بھی موجود تھی۔''

⑩ **جیمس مچینر ''اسلام: دامس انڈرا سٹوڈ ریلیجن'' ریڈرز ڈائجسٹ، مئی 1955 میں لکھتے ہیں:**

James Michener in "Islam: The Misunderstood Religion, "Reader's Digest, May 1955, P. 68-70.

''تاریخ میں کوئی مذہب اتنی تیزی سے نہیں پھیلا جس طرح اسلام پھیلا۔ اہل مغرب کو پوری طرح یقین ہے کہ اس مذہب کی اشاعت تلوار کے ذریعہ ممکن ہوئی ہے لیکن جدید علما اس تصور کو قبول نہیں کرتے اور قرآن میں بھی واضح ہے کہ اسلام کے پھیلنے میں ضمیر کی آزادی کی مدد رہی ہے۔''

① مہاتما گاندھی اسٹیٹمنٹ پبلشڈ اِن ''ینگ انڈیا'' 1924 میں لکھتے ہیں:

Mahatma Gandhi, Statement Published in "Young India" 1924.

''میں جاننا چاہتا تھا کہ زندگی کی سب سے بہترین چیز کیا ہے جس نے آج کل ایک بحث کی صورت میں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں ہلچل مچادی ہے۔ میں انہیں قائل کر کے (ان کے تصورات) تبدیل کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا ہے بلکہ یہ ان دنوں میں پھیلا جب نبی کریم (ﷺ) کی مرتب کردہ زندگی نے اسلام کے فروغ کے لئے جگہ بنائی۔ یہ مرتب کردہ زندگی بہت زیادہ سادگی پسند تھی۔ جس میں پیغمبر ﷺ کی مکمل کسر نفسی، معقولیت پسندی، عہد پورا کرنا، ان کے اپنے دوستوں اور پیروکاروں سے شدید محبت و وفاداری، ان کی بے خوفی اور ان کی جرأت مندی تھی۔ ان کا اللہ (تعالیٰ) اور اپنے مقصد کی تکمیل پر کامل یقین تھا اس لئے تلوار اٹھانے سے پہلے ہی وہ ہر رکاوٹ پر غالب آگئے۔ جب میں نے (محمد ﷺ کی سوانح حیات کی) دوسری جلد ختم کرلی تو معذرت خواہ ہوں کہ میرے لئے عظیم زندگی کے بارے میں پڑھنے کے لئے مزید کچھ نہیں ہے۔''

② ڈبلیو منٹگمری واٹ ''محمد ایٹ مکہ'' آکسفورڈ، 1953 میں لکھتے ہیں:

W. Montgomery Watt in "Muhammad at Makkah," Oxford, 1953.

''ان پر یقین رکھنے والے اور انہیں بحیثیت ایک رہنما دیکھنے والے لوگ بہت اونچے اخلاقی کردار کے حامل تھے۔ اپنے عقائد کے لئے ہر تکلیف برداشت کرنے کو تیار تھے اور یہی پیغمبر (ﷺ) کے بنیادی مقصد کی عظمت اور ایمان کی کامیابی کی دلیل ہے۔''

③ فلپ کے ہٹی ''ہسٹری آف دا عرب'' میں لکھتے ہیں:

Philip K. Hitti in " History of the Arabs."

''اپنی مختصر فانی زندگی کی مدت میں محمد (ﷺ) نے ایک عہد شکن گروہ کو پکارا اور انہیں ایک قوم کی صورت میں اکٹھا کیا جو اس ملک میں پہلے کبھی اکٹھے نہیں تھے لیکن نبی (ﷺ) نے انہیں جوڑ دیا۔ مگر جغرافیائی لحاظ سے انہوں نے ایک مذہب قائم کیا جو کہ وسیع وعریض

علاقوں میں عیسائیت اور یہودیت کو کچل کر قائم کیا گیا اور ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھی گئی جس نے بہت جلد دور دور تک مہذب دنیا کے صوبوں کی منصفانہ حدود متحرک کردیں۔''

④ **کے ایس راما کرشنا راؤ ''محمد: دا پروفٹ آف اسلام'' 1989 میں لکھتے ہیں :**

K.S. Ramakrishna Rao in "Muhammad:The Prophet of Islam" 1989.

''محمد (ﷺ) کی شخصیت کی مثال ملنی بہت مشکل ہے جو مکمل سچائی پر مبنی ہے۔ میں اس کی صرف ایک جھلک دیکھ سکا ہوں۔ محمد (ﷺ) کی ڈرامائی کامیابی کے لئے قابل دید مناظر ہیں جن میں محمد (ﷺ) ایک بادشاہ، مجاہد، مبلغ، سیاست دان، تاجر، خطیب، اصلاح کرنے والے، یتیموں اور غلاموں کے محافظ، عورتوں کو آزادی دینے والے، منصف، ولی، باپ اور شوہر ہیں۔

اسلام اور تلوار کا نظریہ کی مثال اب سنائی نہیں دیتی۔ اسلام کا جانا پہچانا اصول یہ ہے کہ ''مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے۔''

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر جائے

❶Famous Convert Authors:

http://www.adherents.com/lit/sf_conv.html

❷Famous Converts to Islam:

http://www.adherents.com/largecom/famconv_islam.html

❸Priests and Preachers enter Islam:

http://www.islamtomorrow.com/yusuf/priests_n_preachers.html

❹Why are Christian Priests and Missionaries embracing Islam:

http://www.usislam.org/converts/converts.htm

❺British Catholic Priest converts to Islam:

http://www.youtube.com/watch?v=pn0iPlWQNlI

❻Why Abdul Raheem Green came to Islam:

http://www.youtube.com/watch?v=wF8joJaOVJw&feature=related

آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجیے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(ترجمہ) ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو، تم بھی ان پر خوب درود و سلام بھیجا کرو۔'' (الاحزاب 33: آیت 56)

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:-

1 ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے دس گناہ معاف فرماتے ہیں اور دس درجات بلند کرتے ہیں۔'' (نسائی۔عن انس رضی اللہ عنہ)

2 ''قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہو گا جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا ہوگا۔'' (ترمذی۔عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

کثرت سے آپ ﷺ پر نماز والا مسنون درود بھیجیے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(ترجمہ) ''اے اللہ، محمد (ﷺ) اور آل محمد پر اسی طرح رحمتیں نازل فرمایئے جس طرح آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائیں۔ بلا شبہ ہر قسم کی تعریف اور بزرگی آپ ہی کے لئے ہے۔ اے اللہ، محمد (ﷺ) اور آل محمد پر اسی طرح برکات نازل فرمایئے جس طرح آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر برکات نازل فرمائیں۔ بلا شبہ آپ ہی بہت زیادہ بزرگی والے اور قابل تعریف ہیں۔ (بخاری۔عن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ)

اس صدقۂ جاریہ میں حصّہ لینے کے طریقے

❶ تاریخ گواہ ہے کہ کوئی قوم ہلاکت سے محفوظ نہیں جب تک وہ خود بھی نیک عمل کرے اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کی بھی کوشش کرے۔

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے تفسیر (المآئدہ 5: آیات 78 تا 80)﴾

❷ ان کتب کو خرید کر اپنے دوستوں اور مساجد میں فی سبیل اللہ تقسیم کریں۔ یہ کتابیں بہترین تحفہ بھی ہیں۔

❸ جب آپ کو اس کتاب سے استفادہ کی بدولت علمی فائدہ ہو تو چند کتابیں فی سبیل اللہ ضرور تقسیم کریں تا کہ دوسروں کو بھی آپکی ذات و مال سے فائدہ ہو اور یہ عمل آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہو جائے اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن تین اعمال کا ثواب اسے مسلسل ملتا رہتا ہے:

① صدقہ جاریہ ﴿مثلاً کنواں بنوانا، مسجد و مدرسہ تعمیر کروانا﴾

② فائدہ مند علم ﴿دین پڑھنا پڑھانا، علم آگے پہنچانا مثلاً قرآن و حدیث کی کتب فی سبیل اللہ تقسیم کرنا﴾

③ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے''۔ (مسلم)

نہایت اہم

کتب درکار ہوں تو رجسٹرڈ پارسل طلب کریں جس کیلئے رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں۔ ڈاک خرچ بہ ذمہ خریدار ہے۔ کتب کی قیمت یا زرِ تعاون کے لئے نقد رقم ہرگز ہرگز بذریعہ ڈاک یا کورئیر (Courier) روانہ نہیں کریں۔ راستہ سے غائب ہو جاتی ہے جس کیلئے ادارہ ذمہ دار نہیں ہے۔ صرف اور صرف بذریعہ منی آرڈر رقم ارسال کریں یا خود تشریف لائیں۔ (ادارہ)

گھر بیٹھے اسلام سیکھئے

❶ بذریعہ خط وکتابت کورس (انگلش یا اردو) ❷ قرآن کریم عربی (چھوٹا، بڑا سائز) ❸ قرآن کریم مترجم اردو (چھوٹا، بڑا سائز) ❹ قرآن کریم کا لفظی وبامحاورہ آسان اردو ترجمہ ❺ قرآن کریم مترجم فارسی ❻ 40 دن میں گھر بیٹھے قرآن اور نماز پڑھنا سیکھئے ❼ عربی سیکھئے (قرآن کریم ونماز کی دعاؤں سے) ❽ مختصر تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ❾ مختصر سیرت النبی ﷺ ❿ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از بخاری شریف ⓫ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از مسلم شریف ⓬ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از مشکوٰۃ شریف ⓭ آپ ﷺ کے لیل ونہار ⓮ بیماریاں اور ان کا علاج مع طب نبوی ﷺ ⓯ سہل وآسان حج وعمرہ ⓰ دنیاوی تفکرات اور آخرت میں کامیابی کیلئے ⓱ اولاد کی تعلیم وتربیت ⓲ عورتوں کے مسائل اور ان کا حل ⓳ مریض کی نماز ⓴ قصص الانبیاء علیہم السلام ㉑ مختصر سیرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ㉒ بڑے گناہوں سے بچاؤ کیسے؟ ㉓ غم نہ کریں ㉔ عدت کے مسائل ㉕ نماز پڑھنا سیکھئے ㉖ قربانی کے مسائل ㉗ زکوٰۃ کی فرضیت، وعید اور نصاب ㉘ وقت کا بہترین استعمال ㉙ اولیاء اللہ کی کرامات ㉚ مختلف پمفلٹس واسٹیکرز



Spreading the Word of Allah Worldwide

ملنے کے پتے :

کراچی
کمرہ نمبر 10، دوسری منزل، گلشن ٹیرس (بلڈنگ)، نزد جامع کلاتھ مارکیٹ
ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون: 32210209 / 32627369

دفتری اوقات : صبح 11 بجے تا شام 7 بجے تک (تعطیل : بروز اتوار)

e-mail : islamisforall@hotmail.com

Visit our Website : www.islamisforall.com
For all our Books and Correspondence Course

لاہور
F/1، رحمان پلازہ۔4، فاطمہ جناح روڈ، لاہور
فون: 36367338 / 36366207

اسلام آباد
المسعود اسلامی بکس، دکان نمبر 10-B، بلاک 4-B
مرکز F-8، اسلام آباد فون: 2261356